# اصطلاحات صوفیاء کرام
# رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بیان میں

لا ینبغی لاحد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ واصطلاحاتہ ومقاماتہ واطلاق کلماتہ فی مجاز حالاتہ۔

کسی ایسے شخص کے لئے جو علوم، تعرف، اور اس کے عقائد اور اصطلاحات اور مقامات اور کیفیات اور احوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کی اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

لہٰذا ان سب پر نظر ڈالنا، ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تصوف صرف یہ نہیں کہ بازاری مرغی نہیں کھانا، بلکہ تصوف کی اصطلاحات کی خبر ہونا بہت اہم ہے۔

## اصطلاحات تصوف کی اہمیت

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبد الرزاق کاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اس درس میں شریک ہو گیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اسی خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی دمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبد الرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لئے فرمایا کہ جب تک طالبِ طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہ آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے: لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ (شوریٰ ۱۱) کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جانے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل کرتی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔

جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد وغیرہ۔

## الف (ا)

ا: الف سے اشارہ ذات احدیت ہے۔ یعنی حق تعالیٰ باعتبار احدیت کے اول الاشیاء ہے۔

**اللہ:** اسم ذات ہے۔ جس میں تمام جلالی، جمالی، فعلی اور صفاتی اسماء شامل ہیں۔ یہ تمام اسماء پر مقدم ہے اور سارے اسماء اسی کے مظاہر کی تجلی ہیں۔ اس میں دو اعتبار ہیں ایک تو یہ کہ وہ ہر اسم میں ظاہر ہے اور دوسرا تمام اسما پر شامل ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ جامد اسم اور مشتق اور مشتق منہ سے

پہلے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ الہ تھا معبود کے واسطہ وضع کیا گیا۔ الف لام معرفہ کی وجہ سے داخل ہوا اور الالہ ہوا۔ بعد ازاں کثرت استعمال سے بیچ کا الف گرا اور اللہ ہو گیا۔

**آغوش:** اس سے مراد وجود کا احاطہ ہے۔

**ابدانِ زاکیہ:** وہ اجسام جو بشریت کی آمیزش سے پاک وصاف ہوں جیسے ملائکہ وغیرہ۔

**ابد:** جس کی انتہا ذات کے لئے نہ ہو۔ جیسے ابتدا نہیں ایسے ہی انتہا نہیں۔

**ابدال:** بعض کا قول ہے کہ ان کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ اپنی لطافت کی بنا پر جو شکل چاہتے بدلتے اور سفر کرتے ہیں اور اپنی شکل کا ایک شخص اس جگہ چھوڑ دیتے ہیں جس سے لوگ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ یہ چالیس اولیاء اللہ ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی بلاؤں و آفتوں کو ردور فرماتا ہے۔

جیسا حدیث شریف میں ہے:

**لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل ابراھیم خلیل الرحمٰن فبھم یسقون وبھم ینصرون مامات منھم احد الا ابدل اللہ مکانہ آخر۔**

یعنی "زمین کبھی بھی ایسے چالیس آدمیوں سے خالی نہیں ہو گی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مثل ہوں گے، پس ان ہی کے تصدق سے لوگوں کو سیراب کیا جائے گا اور ان ہی کے صدقے ان کی مدد کی جائے گی، ان میں سے کوئی آدمی اس دنیا سے پردہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی اور آدمی کو لے آتا ہے۔"[1]

---

[1] (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الأوسط، ۲۴۷/۴، الرقم: ۴۱۰۱، والھیثمی فی مجمع الزوائد، ۶۳/۱۰)

## اب الارواح:

اس سے روح محمدی ﷺ مراد ہے جو روح کل اور ہر تخلیق کا مبدا ہے۔

## ابر:

اس سے وہ حجاب مراد ہے جو شہود کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہ اپنی لطافت کی بنا پر لطف انگیز ہوتا ہے ایسا کہ اکثر طالبین اس کے لطف میں پڑ کر تجلی جلالی حق کے منکر ہو کر کمال سے محروم ہو جاتے ہیں۔

## ابرو:

الہامِ غیبی، شان محبوبیت اور کلام مراد ہیں جو سالک کے دل پر بطور تجلی الہامی وارد ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سالک مقامِ قرب میں پہنچتا ہے۔ اس سے صفات الٰہی اور قاب قوسین بھی مراد لیتے ہیں۔

## ابرار:

اولیاء اللہ کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو تقویٰ و پرہیز گاری، ظاہری عبادات و شریعت پر عامل ہوتا ہے۔ کلام مجید میں وارد ہوا ہے: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (الانفطار ١٣) بے شک ابرار جنت میں مقیم ہیں۔

## ابن الوقت:

اس صوفی کو کہتے ہیں جو وقت کا تابع اور اسی کے مطابق عمل کرے، اسے مغلوب الحال اور صاحب تلوین بھی کہتے ہیں۔

## ابو الوقت:

اس سے وہ صوفی مراد ہے جس کا وقت تابع ہو، اس کو صوفی کامل و مکمل اور قطب الاقطاب کہتے ہیں کہ وقت بغیر اس کے ارادہ کے نہیں گزرتا، اسے ابو الحال اور صاحب تمکین بھی کہتے ہیں۔

## اتحاد:

اس سے مراد دو کا ایک ہو جانا ہے۔ وجود مطلق کا شہود بھی یہی ہے اور اس طرح کہ تمام موجودات اور افراد عالم حق ہی سے موجود ہیں اور تمام موجودات حق کے ساتھ متحد ہیں اس اعتبار سے کہ ان کا وجود حق سے ہی ہے۔ وہ معدوم بنفسہ ہیں مگر اس اعتبار سے نہیں کہ عالم اور افراد کے لئے علیحدہ کوئی وجود فی نفسہٖ مستقل ہے اور حق کے ساتھ متحد ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دوئی اور وجود میں شرک لازم آتا جو ناممکن ہے۔

بعض کا یہ بھی قول ہے کہ سالک کا حضرتِ حق کی ہستی میں مستغرق ہونا اتحاد ہے۔ یہی درست بھی ہے۔

اتحادیست میانِ من و تو      من و تو نیست میانِ من و تو

میرے تیرے درمیان تو ایسا اتحاد ہے کہ میں اور تو کے درمیان میں اور تو ہی نہیں۔

## اتحاد الشریعۃ والحقیقۃ:

شریعت عین حقیقت ہے اس لئے کہ وہ حق تعالیٰ کے حکم سے واجب ہوئی۔ کمال اسمائی و صفاتی کی تفصیل و ترتیب اسی سے ہے۔ حقیقت اس حیثیت سے عین شریعت ہے کہ اس کے لئے معرفت ضروری ہے کیونکہ جب تک اصل سے واقفیت نہ ہو فروعات پر عبور ناممکن ہے۔ بلکہ ان فروع کی حقیقت و محل نہ پہچاننے سے واقفیت نہ ہو فروعات پر عبور ناممکن ہے۔ بلکہ ان فروع کی حقیقت و محل

نہ پہچاننے سے غلطی میں پڑ جانے کا اندیشہ اور بعد ازاں اس پر اصرار کی صورت میں گمراہی کے غار میں چلے جانے کا خطرہ ہے۔

## اتصال:

بندہ اپنی ذات کو حضرت حق کے وجود سے قطع نظر کر کے ایسے متصل دیکھے کہ اپنے وجود کی اضافت بھی حق کے وجود کی طرف نہ کرے جس سے دوئی لازم ہو۔ اس وقت وہ نفس رحمانی اور وجود حقانی کو بغیر انقطاع اپنی طرف دیکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کا وجود باقی رہتا ہے یا یوں سمجھا جائے کہ تمام اعتبارات کا ذاتِ احدیت میں گم ہو جانا اتصال ہے۔

عارف رومی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جانِ ناس

حضرتِ حق کو مخلوق کی جانوں کے ساتھ ایک بے تکیف و بے وہم و گمان اتصال ہے۔

## اتصاف:

ذات اور صفاتِ حق سے متصف ہو جانا۔ اس لئے کہ حقیقتاً ذات و صفات حق ہی کے لئے ہیں، بندوں کی ذات و صفات محض اعتباری و مجازی ہیں، ان کا وجود اور صفات حق کے وجود و صفات کا سایہ ہے۔

اس کی چار شکلیں ہیں: اتصال الاعصام، اتصال الشہود، اتصال الوجود، اتصال الانفعال۔

## اتہام التوبہ:

اس سے مراد بندہ کو اپنے نفس کا صحبت توبہ کی حالت میں کسی خیال کے ساتھ متہم کرنا ہے۔

## اتہام الطاعۃ:

خطرات نفسانی سے توبہ کرنا۔

## اثبات الخصوص:

اس سے حق کا اثبات اور ماسوائے حق کی نفی مراد ہے۔

## اثبات الحقیقۃ:

اس سے حق کا اثبات اور خلق کا تعین میں اس حیثیت سے مراد ہے کہ حق خلق کے سات منفرد نہیں اور نہ خلق حق کے ساتھ۔ اس کو اثبات خلاصۃ اہل الخلوص بھی کہتے ہیں۔

## احد:

تعداد صفات واسماء کی نفی کے اعتبار سے اسم ذات ہے اس کو مرتبہ لاتعین، مرتبہ سلب صفات، ذات خالص، وجود بحت، احدیت صرفہ وغیرہ کہتے ہیں۔

## احدیت:

اس سے بغیر اسماء وصفات کے اعتبار ذات اس طرح مراد ہے کہ وہ ذات اسماوصفات سے عاری نہ ہو بلکہ اس مرتبہ میں اسماء وصفات پر نگاہ نہ کی جائے اگرچہ وہ سب ذات میں شامل ہوں۔

## احدیت ذاتیہ:

ذات کا اس طرح اعتبار کرنا کہ اس کو کسی چیز کی طرف بالکل نسبت نہ ہو۔ اسی کو مرتبۂ لا بہ شرط شے کہتے ہیں۔

## احدیت صفاتیہ:

ذات کا اسماء وصفات کی کثرت میں ایک ہونا، اس اعتبار کو واحدیۃ الذات اور احدیۃ اسمائیہ بھی کہتے ہیں۔

## احدیت فعلیہ:

تمام افعال کو حضرت حق کا فعل سمجھنا اور دیکھنا۔

## احدیت الجمع:

مرتبہ وحدت، حقیقتِ محمدی ﷺ، ابو الارواح، اسم اعظم اور آدم حقیقی کو کہتے ہیں

## احدیت الکثرت:

ایسی ذات واحد جس میں کثرت کا ادراک ہوتا ہے اسی کو کثرت فی الوحدۃ بھی کہتے ہیں نیز حضرت جمع اور واحدیت الجمع بھی اس کے نام ہیں۔

## احدیت العین:

خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں دیکھنے کو کہتے ہیں نیز جمع الجمع بھی اس کا ایک نام ہے۔

## احسان:

نورِ بصیرت سے حضرت حق کا مشاہدہ کرنا۔ بندہ کا یہ مشاہدہ صفات حضرت حق تعالیٰ کے حجاب کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ صفات حق کے حجاب کے ساتھ دیکھتا ہے نہ کہ حقیقتاً۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

**الاحسان ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔**

یعنی احسان تو یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ یقین کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

مقام احسان پر بندہ تمام اسما و صفات کے آثار دیکھ لیتا ہے اور عبادت میں یہ تصور ہوتا ہے کہ اللہ کے سامنے ہوں اور کم تر درجہ یہ ہے کہ وہ یہ تصور کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کا عملی نام تصوف ہے۔

## احوال:

مواہب ربانی کو کہتے ہیں جو بندہ پر حق کی جانب سے کبھی اس کے نیک اعمال کی وجہ سے اور کبھی از راہ منت و احسان وارد ہوتے ہیں۔

## احتساب:

اس سے بندہ کا اپنے نفس سے محاسبہ کرنا مراد ہے نیز عارف کا تعینات کی تفصیل سے یعنی ان میں حقائق کونیہ و شیون الہیہ کی تلاش و جستجو ہے۔

ارشاد ربانی ہے: اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (الإسراء ۱۴) یعنی اپنا لکھا ہوا خود ہی پڑھ لو تم ہی آج اپنا حساب کرنے والے ہو۔

## آخر:

اس سے صفات و کمالات و افعال و انفعال کی صورت میں ذات کا ظہور مراد ہے۔

## اخلاص:

دل کو تمام خیالات سے پاک و صاف کرنا ہے۔ صدق و اخلاص کے درمیان یہ فرق ہے کہ صدق اصل ہے اور اخلاص اس کی فرع گویا اخلاص صدق کا تابع ہے اور تمام افعال اسی کے لئے انجام دینا ہے۔

## اخلاق:

اس سے مراد عبودیت کی تکمیل ہے۔ اس کے دس مرتبے ہیں: صبر، شکر، رضا، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، فتوت، انبساط۔

## اخباط:

سکون کو کہتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: وَأَخْبَتُوا إِلَى رَبِّهِمْ (ھود ۲۳) اپنے رب کی جانب سکون حاصل کیا۔

اس کی چار اقسام ہیں:

(۱) اخباط العوام: اس کا مطلب اخلاق ذمیمہ میں نفس کا سکون ہے۔

(۲) اخباط المتوسطین: خطرات وغیرہ سے قلب کا سکون مراد ہے۔

(۳) اخباط الخواص: اس سے مراد ایسی حالت ہے جس میں انسان کے نزدیک تعریف و برائی یکساں ہو اور اسے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہو۔

(۴) اخباط البالغین: سالک کا حق کے مشاہدہ میں مستغرق ہونا مراد ہے۔

## اخفیاء:

اصحابِ سِر کو کہتے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اگر وہ موجود ہوتے ہیں تو لوگ ان کو نہیں پہچانتے اور اگر غائب ہوتے ہیں تو ان کو یاد نہیں کرتے۔

## ادب:

اس سے مراد عبودیت و بندگی کی نگہداشت ہے۔ اس کی سات اقسام ہیں:

(۱) ادب شریعت: رسوم حق سے واقفیت کا نام ہے۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج ۳۲) یعنی جو اللہ تعالیٰ کا نام لگی چیزوں کی تعظیم کرے تو یہ تقویٰ ہے۔

(۲) ادب خدمت: اپنے آپ کو مبالغہ کے ساتھ رویت حق میں فنا کر دینا۔

(۳) ادب خلق: مخلوق کو بہ شہود حق مشاہدہ کرنا۔

(۴) ادب الصبیان: اس سے مراد اوامر حق تعالیٰ پر قیام ہے۔

(۵) ادب الشیوخ: اس سے مطلب باطن کی ترتیب ہے یعنی ترتیب کی وجہ سے دل میں دوئی کے خیال کی گنجائش بھی نہ رہے۔

(۶) ادب حق: اللہ تبارک و تعالیٰ اور جو کچھ اس کے واسطے ہے اس کا پہچاننا۔

(۷) ادب حقیقت: سالک کا حق کو حق اور خلق کو خلق جاننا اور پہچاننا کہ خلق کو اپنی خلقیت میں حق سے کیا تعلق ہے۔

## ادیب:

اس سے مراد عارف ربانی ہے۔

## ادراک:

اس کے معنی پانے کے ہیں،یعنی ذات کی یافت ہونا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

العجز عن درک الادراک ادراک۔

یعنی ادراک کے ادراک سے عاجزی کا نام ہی ادراک ہے۔

اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) ادراک بسیط: وجود حق کا ادراک حق کے ادراک کے موافق ہو۔ کیوں کہ جس چیز کا ادراک کیا جائے گا وہ سب سے پہلے ہستی حق کی مدرک ہو گی۔ اگر چہ مدرک اس ادراک سے غائب اور بوجہ غایت ظہور کے پوشیدہ کیوں نہ ہو یعنی سبحانہ و تعالیٰ کے وجود سے باوجود ادراک کے غافل ہو جانا۔ یہ ادراک ہر شخص کو حاصل ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص اور ہر چیز کے درمیان حائل ہے مگر ظہور کی شدت نے اس پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

ہر کس نشناسندۂ راز ست و گرنہ ۔۔۔ اینہا ہمہ راز ست کہ معلوم عوام ست

ہر شخص رازوں کا شناسا نہیں ہے ورنہ یہ تمام راز تو ایسے ہیں جو عوام خوب جانتے ہیں۔

(۲) ادراک مرکب: وجودِ حق کا شہود کے ساتھ ادراک کرنا۔

اسی لئے ادا میں ایک خاص کشش ہے کیونکہ یہ حقیقت کے حسن و عشق دونوں پہلوؤں کی جامع ہے۔ حسن کی اس لئے کہ معشوق حقیقی کنز مخفی تھا یعنی تمام اسما و صفات کنزیت ذات میں باعتدال موجود تھے۔ اسی اعتدال کا نام حسن ہے جو فطرۃً گمنامی و معدومیت میں رہ ہی نہیں سکتا۔ یعنی اللہ جمیل کا مقتضٰی ہی یہی ہے کہ یحب الجمال ہو یعنی وہ حسن ک پسند کرتا ہو۔

نکورو، تابِ مستوری ندارد　　　چو در بندی سر از روزن بر آدر

حسین و جمیل چہرہ پوشیدگی کی تاب نہیں لاتا اگر تم اسے پوشیدہ رکھوگے تو وہ ادھر ادھر روشندان سے اک جھانک کرے گا۔

یحب الجمال یہی عشق ہے تو حسن بالذات مقتضی ظہور عشق ہے اور عشق بالذات طالب حسن و اعتدال۔ اسماء وصفات بے نہایت میں جو ذات مجہول الکیفیت میں شامل ہیں۔ اعتدال کا حسن یہی عرفان ہے۔ اس لئے شاہد حقیقی نے عرفان سے محبت کی جو فاحببت ان اعرف سے ظاہر ہے۔

## ارادہ:

دل کا بطِیب نفس روح کی غذا چاہنا یا نفس سے اس کی مرادوں کا قطع کرنا اوامر حق پر متوجہ ہونا اور اسی پر راضی رہنا۔ ارادہ آتش محبت کی ایک چنگاری ہے طالب کے دل میں جو معشوق حقیقی کی خواہش کی اجابت کے لئے ہے۔ اس کا حکم اس کے ارادہ کے تابع ہے اور ارادہ حب ظہور کا ہے۔

## ارادۂ کلی:

اس سے مراد وجود عالم ہے جس کو ارادہ کلیہ بھی کہتے ہیں۔

## ارکان:

چار عناصر مراد ہیں۔ آب، آتش، خاک، باد۔

## ارکان کمال:

اس سے معرفت حق مراد ہے۔ اس پر عمل اور معرفت، باطل سے اجتناب ہے۔

## ازل:

جس کی ابتدا نہیں۔ اس کا اطلاق دو جگہوں پر ہے۔ پہلا مرتبہ بلاصفات میں جس کو لاتعین اور احدیت اور مرتبہ ذات اور واجب الوجود کہتے ہیں جو خود بخود موجود ہے۔ اور اپنی موجودیت میں کسی کا محتاج نہ تھا، اور نہ ہو گا، نہ اس کے وجود کے لئے ابتدا ہے۔ دوسرے تعین ثانی میں اطلاق کرتے ہیں جس میں تفصیل صفات اور حقائق الٰہی اور حقائق کونی اور اعیان اور حقائق اشیاء ثابت ہیں۔ اس کو ازل ممکنات بھی کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حق نے اس معاملہ کو ازل میں مقرر فرمایا یعنی حق تعالیٰ نے حقائق اشیاء کو ازل میں مقرر فرمایا، اس کو علم الٰہی اور تقدیر الٰہی بھی کہتے ہیں۔

## ازل الآزال:

ذات بحت اور خالص مرتبہ ذات بلاصفات کو کہتے ہیں۔

## آزاد:

وہ شخص ہے جو علم و فضل و کمال کے باوجود بشری قیود اور جسمانی تعریفات سے چھٹکارا پالے اور دل کو لباس آراستگی واسباب دنیوی سے اٹھادے۔ خلق سے درگزر کرے اور ہمہ وقت جلال و جمال کی جانب متوجہ ہو۔ کسی آرزو کے بر آنے کی امید اسے اپنی طرف نہ کھینچے، تکلیف و آرام سے اس میں کوئی تغیر نہ پیدا ہو۔ سونا مٹی اس کی نظر میں ایک سا ہو۔

### استقامت:

یہ تقریب اسرار کا ذریعہ ہے۔ استقامت، مقبولیت کی دلیل اور بڑی کرامت ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں:

براہل استقامت فیض نازل می شود مظہر

نمیدانی تجلی گرد کوہ طور می گردد

مظہر استقامت والوپر نزولِ فیض ہوتا ہے، تمہیں نہیں معلوم کہ تجلی الٰہی کوہ طور کے گرد چکری لگاتی ہے۔

### اسلام:

یہ تسلیم ورضا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کی مکمل پیروی کرنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اسلام شرعی (نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ، شریعت مکرمہ کے احکام بجالانا) اور اسلام طریقی (ریاضات شاقہ، کسب، نفس کشی ذکر و شغل اور مراقبہ وغیرہ کرنا)۔ بعضوں نے مزید دو قسمیں کی ہیں۔ اسلام مجازی (ممکن اور واجب کو غیر جاننا) اور اسلام حقیقی (ممکن کو واجب سے غیر نہ جاننا)۔

### استحضار:

حاضر آنا اور حضور میں لانا۔ اصطلاحاً اتنی قدرت ہو جانا کہ جس وقت جس خیال یا معرفت یا حال کو چاہے اپنے اوپر وارد اور حاضر کر لے۔

### اسم:

اس سے صفت وجودیت کے اعتبار سے مسمیٰ مراد ہے جیسے علیم و قدیر یا صفت عدمیت کے اعتبار سے جیسے قدوس، سلام وغیرہ۔

## اسماء ذاتیہ:

ان اسماء کو کہتے ہیں جن کا وجود غیر پر موقوف نہ ہو اگرچہ بعض اسماء ذاتیہ تعقل غیر پر موقوف ہیں جیسے علیم ہے۔ ان اسماء کا نام اسماء اول، مفاتیح الغیب اور ائمۃ الاسماء رکھا جاتا ہے۔ بعض عارفین نے اللہ، احد، واحد، فرد، وتر، صمد، قدّ ّوس، حیّ، نور، اور حق کو اسماء و صفات ذاتیہ میں سے شمار کیا ہے۔ نیز کبیر، متعال، عزیز، عظیم، جلیل، قہّار، قادر، مقتدر، ماجد، جبّار، متکبّر، قابض، مذلّ، رقیب، واسع، شہید، قویّ، متین، ممیت، معید، منتقم، ذوالجلال والاکرام، دیّان، معذّب، مفضّل، المجید الّذی لم یکن لہ کفواً احد، قانع، وارث، ذوالبطش، ذوالحول الشّدید، قاہر، غیّور اور شدید العقاب کو اسماء وصفات جلالیہ میں قرار دیا ہے۔ اور رحمٰن، ملک، ربّ، مہیمن، خالق، سمیع، بصیر، حکم، عدل، حکیم، ولی، قیّوم، مقدّم، موٴخّر، اول، آخر، ظاہر، باطن، والی، متعال، مالک الملک، مقسط، جامع، غنی، الذی لیس کمثلہ شیٔ، محیط، سلطان، معید، اور متکلّم کو اسماء وصفات متشرکہ میں قرار دیا ہے جن کو اسماء کمالیہ بھی کہتے ہیں۔ علیم، رحیم، سلام، موٴمن، باری، مصوّر، غفّار، وہّاب، رزّاق، فتّاح، باسط، رافع، لطیف، خبیر، معزّ، حفیظ، مقیط، حسیب، جمیل، حلیم، کریم، وکیل، حمید، مبدیٔ، محیی، واجد، مجیب، کفیل، حنّان، منّان، دائم، باقی، منعم، عفوّ، غفور، روٴف، مغنی، معطی، نافع، ہادی، بدیع، رشید، قریب، کامل، لم یلد ولم یولد، کافی، جوّاد، ذوالطّول، شافی اور معافی کو اسماء وصفاتِ جمالیہ میں سے شمار کیا ہے۔

## اسم اعظم:

اسم اعظم لفظ مبارک اللہ ہے جو تمام اسماء و صفات کا جامع ہے اور وہ اسمِ ذات ہے۔ بعض حضرات صوفیہ و محققین نے رحمٰن، رحیم، صمد، حیّ، قیّوم، مہیمن اور ھو کو اسم اعظم فرمایا ہے۔

## اسرار الظاہرہ:

ان اسرار کو کہتے ہیں جن کے قلب میں ورود کرنے سے دنیا کی محبت اور طلب نہیں رہتی۔

## اسراف:

طالب حق کو اس قدر فیض دینا جو اس سے کسی صورت سنبھالے نہ سنبھلے۔

## استحزاء:

مکمل قرب و نزدیکی کو کہتے ہیں۔

## استہلاک:

اس سے مراد مکمل فنا ہے۔

تو میں اتنا مٹے کہ تو نہ رہے　　　　تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص ۸۸) ارشاد ربانی کہ روئے زمین کی ہر چیز اس کے علاوہ فنا ہونے والی ہے سے مراد اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سب کے سب میری ذات میں مکمل طور پر مستہلک اور مٹ جاؤ۔ استہلاک الکثرۃ فی الوحدۃ عالم اور وجود حق سب ایک وجود سے موجود ہے اور سب اس میں فنا ہو جائیں گے۔

## استہلاک الوحدۃ فی الکثرۃ:

اس سے مراد وجود ہے جو ہر ذرہ میں ظاہر ہوا۔

انی انااللہ لا الہ الا انا۔ یعنی میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور ذرہ ذرہ اناولا غیری "میں ہی ہوں میرے علاوہ دوسرا نہیں" کا دم مار رہا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ہر ذرہ چو خورشیدے گویاے اناالحق ست

ہر خوشہ چو منصورے رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ آویختہ بردارے

یعنی ہر ذرہ آفتاب کی طرح اناالحق کا گویا اور ہر خوشہ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح دار پر چڑھا ہے۔

## آشنائی:

رب تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ کلی و جزوی طور پر تعلق۔

## اشراق:

دل کا نور محبت سے معمور اور منور ہو جانا ہے۔ یہ تجلی جبی کے لوازم میں سے ہے۔

## اشفاق:

اس سے مراد خوف اور رحم ہے۔

اشفاق العامہ: گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں۔

اشفاق المرید: اپنے دل کو خطرات سے پاک صاف رکھنے سے مراد ہے۔

## اصفیاء:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے باطن کو دنیاوی آلودگیوں سے پاک صاف اور اپنے دل کو حضرت حق کی طرف رجوع میں مصروف رکھتے ہیں۔

## اصحاب طیران:

یہ وہ حضرات ہیں جو فضا میں پرواز کرتے ہیں۔ ان کا جسم مثالی پاک وصاف اور جسم عنصری ہوا کے مانند لطیف ہوتا ہے۔

## اصطلام:

اس سے محبت و شیفتگی اور وہ فریفتگی مراد ہے جو سالک کے قلب پر غالب ہوتی ہے۔

## اصل الاصول:

وحدت سے مراد ہے جو اصل ہے اسی کو اصل حقائق بھی کہتے ہیں۔

## اصول اسماء الٰہیہ:

امہات اسماء سے مراد ہیں جو حی، علیم، مرید، قدیر، سمیع، بصیر اور کلیم ہیں۔ ان کو ائمۃ سبعہ (سات امام) بھی کہتے ہیں۔

## اصل الزمان:

اس سے وقت مراد ہے جو ماضی و مستقبل کے درمیان ہے۔ اسی کو نقد حال بھی کہا جاتا ہے۔اس کی گرفت و یافت ناممکن ہے کیونکہ جب اس کا ادراک کرنا چاہتے ہیں تو فوراً ہی وہ ماضی ہو جاتا ہے۔

اصابع:

اس سے مراد علم اور قدرت ہے۔ حدیث شریف ہے کہ:

قلب المؤمن بین الصبعین من اصابع الرحمٰن۔

ترجمہ: مومن کا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

## اضافت:

بندہ اور رب کے درمیان دو طرح کی اضافت اور نسب ہے۔ ایک حقیقی عینی جس میں بندہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عینِ رب ہے۔اسی میں مجاز کا قطعی دخل نہیں دوسری اضافت اور اعتباری نسبت یہ ہے کہ تعین اور اطلاق کے اعتبار سے بندہ رب کا غیر ہے۔ جیسے موج اور دریا، بیج اور پیڑ، پھول اور خوشبو، سورج اور روشنی، شخص اور عکس، حرف اور سیاہی، لفظ اور معنی وغیرہ یہ دونوں بندہ اور رب میں موجود ہیں اسی وجہ سے حضرات صوفیہ ہمہ اوست کہتے ہیں کیونکہ ایک وجود کے سوا دوسرا موجود نہیں، تمام اشیاء کا وجود، اضافت اور نسبت صرف ایک ہی وجود حقیقی سے ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جائے۔

ہے اصل وجود ایک باقی فانی　　　اشکال کا ہے نام وجود ثانی

پانے سے بخار، ابر، بوندیں پھر برف　　　گھل جائے جو برف پھر ہے پانی پانی

## اعراف:

لغت میں کھجور کے درخت، ریت کے بلند ٹیلے اور جنت و دوزخ کے درمیان مقام کو کہتے ہیں۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اعراف جنت و دوزخ کے درمیان ایک بلند دیوار ہے۔ بعض کا قول ہے کہ جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام ہے جس میں ان لوگوں کا قیام ہے جو معرفت الٰہی میں بلند ترین مقامات پر فائز ہیں۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں وہ مطلع جو شہود حق کے مقامات ہیں۔ روح انسانی جب تک عالم مثال اور عالم برزخ میں رہتی ہے عالم ناسوت کی طرف توجہ کرتی ہے لیکن جب اعراف میں پہنچتی ہے تو اس عالم سے تعلق ختم کر لیتی ہے۔

## اعتبار:

جس کو خداوند تعالیٰ نے مقرر و متعین فرمایا ہو۔ اس کا اطلاق تجلیات و تعینات پر ہوتا ہے۔ ان کو اعتبارات بھی کہتے ہیں۔

## اعتبارات اربعہ:

وجود، علم، نور اور شہود سے مراد ہیں۔

## اعتکاف:

دل کو دنیا اور اس کے جھمیلوں سے فارغ کر کے حضرت حق تبارک و تعالیٰ کے ساتھ یکسو رکھنا ہے۔ بعض اعتکاف وعکوف کو اقامت بھی کہتے ہیں۔

## اعتصام:

اس سے مراد اطاعت و فرمانبرداری کی حفاظت اور اس پر ہمہ تن وقت نگاہ رکھنا ہے۔

## اعلیٰ مراتب التوحید:

اس کا مطلب حقیقۃ الجمع ہے۔ یہیں سالک راہ اجمال کو تفصیل اور تفصیل کو اجمال میں اس طرح ملاحظہ کرتا ہے کہ کل مراتب خلقیہ اور حقیقیہ ہیں۔

## اعلیٰ مراتب التجرید:

تجرید ذاتی ہے جو تعینات میں ظاہر ہوئے۔

## اعلیٰ التجلیات:

اس سے مراد تجلی ذاتی ہے۔

## اعلیٰ المقامات:

اتحاد و یگانگی کا مقام ہے۔

## اعلیٰ مقامات التقویٰ:

سالک اس مقام پر ظاہری طور پر شریعت سے اور باطنی طور پر طریقت سے پیراستہ ہوتا ہے۔ یہی امام کمالیہ کا مقام ہے جو علمی جہتوں کا جامع ہے۔ اس مقام سے سالک جو کرتا ہے وہ حق کے ارادہ سے کرتا ہے۔ اس کا ارادہ اور مرضی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اس حدیث قدسی کا آئینہ بن جاتا ہے: لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعاً الخ۔ یعنی جب میں اپنے بندہ کو اس کے نوافل امور کی ادائیگی کی بنا پر اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں ہی اس کے ہاتھ پیر، کان بن جاتا ہوں اور اس کا ہر فعل میرا فعل بن جاتا ہے۔

## اغیار:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق سے پردہ اور غیریت میں گرفتار ہیں، کلام پاک میں ان کے سلسلہ میں آیا ہے:

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (الفرقان: ۴۴)

ترجمہ: وہ سب جانوروں کے مثل بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اگرچہ وہ بھی وجود کے احاطہ سے باہر نہیں مگر اپنی کلیت سے غفلت اور جزئیت میں گرفتاری کی وجہ سے وحدت سے دور اور غیریت میں ہیں۔

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

تعین ہر یکے را کرد محبوس ز جزوئیت بہ کلی گشتہ مایوس

یہی یاس وناامیدی غیریت کا سبب ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

لَا یَیْأَسُ مِنۡ رَوۡحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف ۸۷)

اللہ کی رحمت سے مایوس کافر ہی ہوتے ہیں۔

یعنی وہ لوگ جو حق سے حجاب میں ہیں، اسی یاد کو دور کر کے خوف و امید کے بیچ رہنا ایمان کی نشانی ہے۔

الایمان بین الخوف والرجاء۔

ایمان خوف اور امید کے درمیان (کی چیز) ہے۔

## آفاق:

خارج کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد دنیا ہے۔

## آفتاب:

روح کی تجلی کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر کسب سے پہلے اور بعد میں وارد ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے روح مراد ہے کیونکہ وہ جسم میں آفتاب کے مثل اور نفس ماہتاب کے مثل ہے۔

## افتادگی:

باطنی حالت کا اظہار ہے۔

## افراد:

یہ اقطاب کی طرح اولیاء کاملین ہیں لیکن قطب کے دائرہ میں نہ داخل ہیں اور نہ قطب کا ان پر تصرف ہے۔

## افق:

اس سے مراد وہ انتہا ہے جہاں مقربین کا سلوک پورا ہوتا ہے اسی کو معراج و معارج بھی کہتے ہیں۔

## افق اعلیٰ:

روح کے مقام کی انتہاء اور مرتبہ واحدیت مراد ہے۔

## افق العُلیٰ:

اس سے مراد الوہیت ہے جسے حضرت المعانی اور تعین ثانی اس بنا پر کہتے ہیں کہ جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس سے حضرت حق تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں جیسے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا کرنا ہے۔اسی وجہ سے اس کا نام حضرت ظہور التجلی بصورۃ الحق ہے۔

## افق مبین:

مقام قلب کی نہایت کو کہتے ہیں۔

## افول:

اس سے مراد امکان ہے۔

## اقامت:

غلبہ عشق مراد ہے۔

## اقصیٰ مراتب الظہور:

صورت بدن انسانی کو کہتے ہیں۔

## اکبر القربات:

ذکر الٰہی کو کہتے ہیں۔
وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت ۴۵)
اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

## الوہیت والٰہیت:

اس لفظ کو تفصیل صفات کے مقام میں خدائی و خداوندی سے اطلاق کرتے ہیں۔ یعنی وہ مقام جس میں رب اور مربوب کو اعتبار کرتے ہیں۔

## التجا:

حق کو مضبوطی سے پکڑنا مراد ہے یعنی اس سے اطاعت کی محافظت اور رضاء الٰہی کی توفیق طلب کرنا۔

## الہام:

سالک کے دل پر کسی چیز کا صفائی قلب کے بعد یقین کامل کے ساتھ وارد ہونا ہے۔ قلب کی یہ صفائی خواہ ذکر و عبادت ریاضت سے ہو یا صرف حضرت حق کی عنایت سے۔ شروع میں بغیر کسب کے سالک کے دل پر الہام ہوتا ہے اور آخر میں بغیر کسی واسطہ کے حق سے گفتگو کرتا ہے۔

جد محترم لسان الحق حضرت شاہ تراب علی قلندر سرہ السامی فرماتے ہیں:

مجھے یار سے اب یہی گفتگو ہے — جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے

## القاء:

عالم غیب سے علم غیب کا سالک عارف کے دل پر وارد ہونے کو کہتے ہیں۔

## الآن:

اس سے مراد وہ وقت ہے جس میں ہم اس وقت ہیں یہ ایک غیر متمکن حالت ہے۔

## ام الکتاب:

عقل اوّل اور مقام وحدت یعنی حقیقتِ محمدی ﷺ مراد ہے۔بعضوں نے مرتبہ احدیت مراد لیاہے۔

## امانت:

اس سے مراد عشق الٰہی اور اسرار حق تعالیٰ ہیں۔ بعض نے انانیت حقیقی مرادلی ہے۔اناء مطلق صرف انسان میں اس کی استعداد کی بناپر ودیعت کی گئی ہے۔ دوسری مخلوق میں یہ نہیں ہے۔ انسان انانیت کے ظہور میں اپنی خودی اور نفس کی صفات کی وجہ سے حق کی ادائیگی سے قاصر اور ناواقف رہ جاتاہے۔

کلام مجید میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: ۷۲)

یعنی ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیااور ڈر گئے۔ انسان نے اس کو اٹھالیا بے شک یہ بڑا ظالم و جاہل ہے۔

اسی وجہ سے خودی اہل اللہ کے نزدیک کفر ہے۔اس امانت کا مقام قلب ہے۔

لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔

زمین و آسمان میں میری سمائی نہیں مگر میرے مؤمن بندہ کے دل میں میری جگہ ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پر تو حسنت نہ گنجد درزمین وآسمان

در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ

یعنی ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے          میرا دل ہی ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

## امام مبین:

اس سے کتاب اللہ اور بعضوں کے نزدیک انسان کامل مراد ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (سورۃ یٰسٓ: ۱۲)

ہم نے ایک کھلی کتاب میں ہر چیز رکھ لی ہے۔

## اُمناء:

فرقہ ملامتیہ مراد ہیں جو اپنی باطنی حالت میں کامل اور ظاہر سے بے پرواہ اور مخلوق کی ملامتوں سے بے خوف ہوتے ہیں۔

## امور کلی:

وہ معاملات جو عقلی طور پر موجود اور خارجی و ظاہری طور پر معدوم ہوں۔

## امام المتقین:

وہ ہے جسے حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے امر و نہی اور قضا و قدر کے جھمیلوں سے محفوظ رکھا اور بغیر حکم رب اس سے کوئی فعل صادر ہی نہیں ہوتا۔

## امر:

اس سے مراد وہ عالم جو بے مادہ و مدت (زمان و مکان) کے موجود ہے۔ تمام عقلیں اور نفوس اسی عالم سے ہیں۔ اس کو عالم ملکوت اور عالم غیب بھی کہا جاتا ہے۔

## امیر:

ایسے شخص کو کہتے ہیں جسے ہر لمحہ ہر پل صرف یادِ حق سے سروکار ہو۔

نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ مجھے، کام اپنے ہی کام سے
تری فکر سے تری یاد سے ترے ذکر سے ترے نام سے

## انتباہ:

اس سے مراد سالک کے دل سے غفلت کا یک قلم دور ہو جانا۔

## آن:

اس سے مطلب وقت اور بعض کے نزدیک ادا ہے۔

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

آں کہ می گویند آں بہتر ز حُسن      یار ما این دارد و آں نیز ہم

یعنی لوگ یہ کہتے ہیں کہ محبوب کی آن حسن سے بہتر ہے لیکن میرے محبوب میں تو آن اور حسن دونوں ہی ہیں۔

معشوق وہ نہیں جس کے صرف زلف و کمر ہو۔ تو تو اس کے چہرہ کا غلام بن جا جس میں کوئی آن ہو۔

حسن کس کام کا جو آن نہ ہو      کیا وہ معشوق جس میں شان نہ ہو

## انانیت:

حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور تمام تعینات سے چھٹکارا پانا۔

## اندماج:

کسی چیز کی ماہیت میں یا کسی شے میں محو ہو کر ایک ہو جانا۔

## اندراج:

بغیر حلول واتحاد کے ایک چیز کا دوسری چیز میں داخل ہو جانا۔

## انزدا:

اپنے دل سے تمام اسباب اور دنیاوی تعلق کو نکال دینا اور حق کے علاوہ مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہونا اور دل سے دنیا و عقبیٰ کو محو کر دینا ہے۔

## انزعاج:

وعظ و نصیحت یا سماع کی تاثیر کے ذریعہ قلب کی حضرت حق کی طرف حرکت مراد ہے۔

## انفس:

اس کو عالم صغیر بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں تمام مراتب شامل ہیں اور وہ اس طرح کہ چار اخلاط یعنی صفرا، سودا، بلغم، خون، چار عنصر کے ہیں، بارہ سوراخ یعنی دونوں کان، دونوں آنکھیں، ناک کے نتھنے، دونوں پستان، فرج، دبر، ناف، منہ یہ آسمان کے بارہ بُرج کے نمونہ ہیں۔ مزید بر آں مغز، ہڈی، اعصاب، گوشت، کھال، بال، ناخن، یہ آسمان کے ستاروں جیسے اور دماغ، جگر تلی، پھیپھڑا دونوں گُردے، دونوں خصیے، دونوں ہاتھ، دونوں پیر، اور پیٹ سیاروں کے مثل دل آفتاب کی طرح، انسان

کی حرکت ستاروں اور افلاک کے چکر جیسی، چلنا ٹھہرنا اور واپسی ستاروں اور افلاک جیسی۔ اس کی عزت و بلندی سورج کے شرف و عظمت جیسی۔ اس کا عکس مثل ہبوط (اوندھا) کے اور سرعت و تیزی چاند جیسی، عطارد جیسی کتابت، زہرہ جیسا مطرب، مشتری جیسا قاضی۔

انسان کا جسم زمین جیسا، ہڈیاں پہاڑ جیسی، پیٹ سمندر جیسا، رگیں نہروں جیسی اس کا مغز کان جیسا، آگے بڑھنا مشرق کی طرح، پیچھے لوٹنا مغرب کی طرح، دائیں اور بائیں شمال و جنوب کے مثل۔ سانسیں ہواؤں جیسی، آواز بجلی کی کڑک کی طرح، ہنسی بجلیوں جیسی، رونا بارش جیسا، غم تاریکی جیسا، خوشی روشنی جیسی، سونا موت کے مثل، جاگنا زندگی کی طرح، بچپن ربیع کے مثل، جوانی گرمی کی طرح، ادھیڑ عمری خریف جیسی، بڑھاپا جاڑے جیسا اور نشو و نما پیڑ پودوں و نباتات کے مثل ہیں۔ اسی طرح تمام حیوانات کے خواص ہیں جیسے قہر اور غلبہ درندوں کا، خوشامد کتے اور بلی کی، مکڑی کا حیلہ، شیر کی بہادری و جواں مردی، خرگوش کی بزدلی و نامردی، کبوتر و فاختہ کا انس و محبت، مرغی کی سخاوت، لومڑی کا مکر، بھیڑ کی سلامت روی، اور ہاتھی کی عزت و سرفرازی وغیرہ ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی میں وہم حضرت عزرائیل کا مقام، ہمت حضرت میکائیل کا مقام، عقل حضرت جبرئیل کا مقام، قلب حضرت اسرافیل کا مقام اور فکر باقی تمام فرشتوں کا مقام ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

**اتزعم انک جرم صغیر وفیک انطوی عالم کبیر**

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ایک حقیر ذرہ ہو حالانکہ تمہاری ذات میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے۔

## انفاس صادقہ:

ایسی خالص نیت جو ریا و غیرت سے بالکل پاک ہو۔

### انسان کامل:

وہ ذات جو تمام اسماء وصفات الٰہی اور کل عالم کونی کلی وجزوی کی جامع ہو۔

### انسان حیوانی:

وہ انسان ہے جس میں حیوانیت غالب اور روحانیت مغلوب ہوتی ہے، اس کی عقل کا نور جس کی ظلمت سے بجھ جاتا ہے۔

### اُنس:

حضرت حق تعالیٰ کے مشاہدہ اور جمال کا دل میں اثر کرنا مراد ہے۔ اسی کو جمال الجلال بھی کہتے ہیں۔

### آنس:

حق سے مکمل طور پر راضی وخوش ہو جانے والا مراد ہے۔ وہ کسی چیز سے وحشت نہیں کرتا بلکہ ہر چیز کو حضرت حق کا مظہر جان کر اس سے انس حاصل کرتا ہے۔

### انا:

یہ وجود حق سے عبارت ہے کہ ذات حق اپنے آپ کو اس سے تعبیر کرتی ہے وہ خواہ آزاد ہو یا قید۔ بعض کے نزدیک ذاتِ مطلقہ سے عبارت ہے لہٰذا ہر مظہر کی انا وجود مطلق کی انا ہے۔

ز مہر ش سینہ ہا جولا نگہ برق      دل ہر ذرہ در جوش انا الشرق

اس کی محبت سے تمام سینے برق کی جولا نگاہ ہیں اور جوش میں ہر ذرہ "میں آفتاب ہوں" کا نعرہ مار رہا ہے۔

## انگشت:

اس سے مراد صفت احاطہ ہے۔

## انجمن:

عالم کثرت مراد ہے۔

## انعدام:

معدوم ہو جانا۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عدم حقیقی دوسرا عدم اضافی۔ عدم حقیقی وجود حق تعالیٰ کی ضد ہے۔ شریک باری کو عدم حقیقی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وجود محال ہے اگر وجود محال نہ ہو تو عدم عدم نہ رہے گا۔ اس عدم کو عدم ملفوظی بھی کہا جاتا ہے۔ ع-د-م کے علاوہ خارج میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دوسرا عدم اضافی ہے یہ دراصل عدم نہیں ہے بلکہ وجود ہے یعنی ممکنات عدم اضافی ہیں کیونکہ وہ خود سے وجود نہیں رکھتے بلکہ وجود مطلق سے ان کا وجود ہے۔ یعنی وجود مطلق کی نسبت اور اضافت ممکنات کو پہنچے۔ وجود مطلق کے علاوہ سب عدم مطلق ہے۔

## اول:

اس سے مراد مرتبہ ذات ہے جس میں تمام صفات شامل ہیں اور یہ ایک دوسرے سے ممتاز و الگ نہیں۔

## اوباش:

اصطلاحاً ایسے شخص کو کہتے ہیں جو حضرت حق تعالیٰ کے علاوہ کسی بات، کسی شے، اور کسی شخص کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

## اوتاد:

یہ چار اولیاء اللہ ہیں جو زمین میں چاروں سمت میں مقرر ہیں۔ ان سمتوں کی حفاظت اور دیکھ بھال ان سے ہی متعلق ہے ایک کا نام عبد الحیی جو مشرق میں مقرر ہے۔ دوسرے کا نام عبد الحلیم جو مغرب میں مقرر ہے، تیسرے کا نام عبد القادر جو جنوب میں مقرر ہے اور چوتھے کا نام عبد المجید ہے جو شمال میں مقرر ہے۔

## آہ:

عشق کے کمال اور درد واندوہ کی علامت ہے جس کے بیان سے زبان عاجز ہو۔

## اہل تجرید:

وہ لوگ ہیں جو نفسانی خواہشات ولذتوں سے بالکل پاک ہوں۔

## اہل ذوق:

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے احساس وذوق کی بناپر تجلیات الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الفتح: ٢٩)

ان کے چہروں پر سجدوں کی علامتیں ہیں۔

## ایمان:

یہ اسماء جمالیہ کے مقتضیات میں سے ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: تقلیدی اور تحقیقی۔ ایمان تقلیدی عام مؤمنین کو حاصل ہے جو ایک دوسرے کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں، انہیں یہ نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ کون ہے۔ کہاں ہے، کیسا ہے۔ یہ شرعی احکام اور اوامر ونواہی کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ یہ ایمان جائز ہے اور جنت میں ان کے جانے کا سبب اور ذریعہ ہے۔ ایمان تحقیقی اولیاء اللہ اور کاملین کو حاصل ہے کہ تمام عالم نیست ونابود، عدم بالذات اور محض اعتبار ہے اور ذات باری موجود بالذات اور ہست ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب حق کی وحدانیت کی بے شک وشبہ مکمل تصدیق ہو۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے جب عین وحدت ویکرنگی ہو اور حق کی بقاو موجودیت محقق ہو۔

## ایجاد:

اعیان ثابتہ اور عالم میں وجود حقیقی کا ظہور اس سے مراد ہے۔

## اینیت:

مرتبہ ذاتیہ کی حیثیت سے وجود عینی کی تحقیق اینیت کہلاتی ہے۔

## ایاز:

مجازی معشوق مراد ہے۔

## ایقان:

عارف صوفی کے لئے یہ ایک مقام ہے۔ اس کے لئے اس سے بلند کوئی مرتبہ نہیں کہ وہ یہ یقین کرے کہ حق کی ذات ہر چیز میں ہے اور اس میں محویت وفنائیت حاصل کرے۔

## آیۃ قدسی:

اس سے مراد عشق ہے۔

## ایثار:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہو وہ سب بخش دے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اس کی اپنی ملک وملکیت کوئی چیز نہ ہو۔

# ب

باء سے تعین اوّل کی طرف اشارہ ہے اور باء کے نقطہ سے ذات بحت وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے۔

## باب الابواب:

طالب صادق کا سلوک میں تمام گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ اس لئے توبہ ان دروازوں میں سے پہلا دروازہ ہے جن سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے اور دروازے مخلوق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں (یعنی بے شمار ہیں) لیکن تین خاص طریقے ہیں پہلا اخیار کا جو کثرت سے نماز روزہ، تلاوت کلام مجید، حج اور زکوٰۃ کے اعمال سے ایک عرصہ میں واصل بحق ہوئے ہیں۔ دوسرا طریقہ ابرار کا ہے۔ یہ مجاہدہ وریاضت والے ہیں یہ بھی عرصہ بعد حضرت حق تعالیٰ سے واصل ہو جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، قلندریہ، شطاریہ وغیرہ سلاسل کا ہے۔ یہ ریاضت میں مشغول ہوتے ہیں اور خلائق سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کا کلام درد، اشتیاق، شوق اور ذکر وفکر کے علاوہ کچھ نہیں یہ تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح میں مشغول ہوتے اور کشف وکرامات کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ موتوا قبل انت موتوا (مر جاؤ

اس سے پہلے کہ مر جاؤ) میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں اور جلد واصل بحق ہو جاتے ہیں یہ طریقہ دونوں طریقوں سے زائد قریب ہے۔ اس کے دس اصول ہیں: پہلا توبہ ہے یعنی طالب کا ہر مطلوب سے جو ماسوی اللہ ہے باہر آنا ہے جیسے موت کے وقت ہوتا ہے۔ دوسرا زہد یعنی دنیاومافیہا کو موت کے وقت ترک کرنا ہے۔ تیسرا توکل یعنی ظاہری اسباب موت کے وقت چھوڑنا ہے۔ چوتھا قناعت یعنی شہوتوں اور نفسانی خواہشات کا ترک۔ پانچواں عزلت یعنی مخلوق سے علیحدگی۔ چھٹا توجہ الی اللہ یعنی دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی اور کامل توجہ رکھنا اور اعراض ماسوی اللہ یعنی دل کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ (مخلوق) سے بالکل لاتعلق ہو جانا، ساتواں صبر ہے یعنی نفسانی خواشات مجاہدہ وریاضت سے چھوڑنا، آٹھواں ذکر یعنی غیر اللہ کا ذکر مکمل طور پر چھوڑ دینا، نواں مراقبہ یعنی اپنی طاقت و قوت کو چھوڑ کر حق میں اپنے آپ کو فنا کر دینا، دسواں رضا یعنی نفس کی رضا و خواہش کو چھوڑ کر خود کو حق کے سپرد کر دینا۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عمر کو عزیز جانے اور ان اصولوں پر عمل کرے معشوق حقیقی کے وصال کی اصلی لیاقت و استعداد حاصل کرے۔

## بادِ یمانی:

اس سے مراد نفس رحمانی ہے۔

## بادِ صبا:

ان نفحات رحمانیہ کو کہتے ہیں جو مرشد برحق کی مشرق روحانیت سے سالک کے قلب کی فضا پر آتے ہیں اور اسے مست و بیخود کر دیتے ہیں۔

**بادہ:**

حقیقی مستی کو کہتے ہیں نیز جذبہ محبت و عشق الٰہی بھی مراد ہے جو عالم غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے اور اس کو مست و تیز کر دیتا ہے۔

حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

نخستین بادہ کاندر جام کردند　　　　ز چشمِ مست ساقی وام کردند

انہوں نے ابھی پہلا ہی جام بھرا تھا کہ ساقی کی مست نگاہی نے ہی مدہوش کر دیا۔

**بادہ فروش:**

مرشد برحق، پیر، شیخ طریقت مراد ہیں۔ کیوں کہ ناقصوں کی تکمیل کے واسطے پیر کامل ضروری ہے۔

**باران:**

رحمتِ الٰہی کی بارش مراد ہے۔

**بارقہ:**

اس نور کی چمک کو کہتے ہیں جو سلوک میں سالک کو دکھائی دیتا ہے اور آن واحد میں غائب ہو جاتا ہے۔

**بازو:**

سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے کسی سبب کا پیدا ہونا یا ایسے کسی فعل کا سرزد ہونا جس سے مسبب کی صفت پتہ چلے۔

## بازی:

اس سے مراد خالص توبہ اور جذبۂ حقانی ہے جس کی وجہ سے سالک کا دل متغیر نہیں ہوتا اور وہ حق کی طلب اور یافت میں مضبوط اور سرگرم رہتا ہے۔

## بازگشت:

اس کا مطلب رجوع کرنا اور پھرنا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ تھوڑے ذکر کے بعد تین یا پانچ بار دل لگا کر مناجات کرے اور یہ دعا پڑھے:

یا رب انت مقصودی ترکت الدنیا والآخرۃ لک اتمم علیّ نعمتک وارزقنی وصولک التمام۔

اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا و آخرت تیرے ہی لئے چھوڑی ہے۔ مجھ پر اپنی نعمت پوری فرما اور اپنا مکمل وصال مجھے عطا کر۔

سالک کے لئے یہ بڑی شرط ہے اسے چاہیئے کہ وہ اس سے غفلت نہ کرے۔ بعض حضرات نہ تو فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ پایا اسی کی برکت سے پایا ہے۔ اہل سلوک اور اہل عرفان کی بازگشت میں فرق ہے۔ اہل سلوک کی بازگشت یہ ہے کہ اسم آخرت سے اسم اول کی طرف رجوع کریں اور مرتبی طبیعت سے مرتبہ حقیقت کی طرف عروج کریں، اسی کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ عارفین کی بازگشت یہ ہے کہ مکمل فنا اور پوری محویت کے بعد جس کو سحقِ محق کہتے ہیں، بقاء حقیقی سے باقی ہو کر صفات حقیہ کا سریان وجود باری میں مشاہدہ کریں۔ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ بعد ازاں خلق کی طرف نزول کریں اور ہر ہر ذرہ میں وجود کا ساری و جاری ہونا اور کثرت میں وحدت نیز وحدت میں کثرت کو یقین کی آنکھ سے دیکھیں بھالیں، اسی کو سیر باللہ و مع اللہ کہتے ہیں۔

## باطل:

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو کہتے ہیں اس لئے کہ حضرت حق کے علاوہ ہر چیز معدوم ہے۔ جاہلی دور کا مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کہتا ہے

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل        و کل نعیم لا محالۃ زائل

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل اور مٹ جانے والی اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

## باطن کل الحقائق:

مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں اس لئے کہ کوئی تعین اس سے قبل نہیں ہے یہی مرتبہ وحدت باطن، ہر حقیقت الٰہیہ اور کونیہ کا ہے۔

## باطن العوام:

مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے بعد سوائے غیبت مطلق کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس کو مقام او ادنیٰ، غایۃ الغایات اور نہایۃ النہایات بھی کہتے ہیں۔

## باطن الوجود الظاہری:

اس سے مراد اعیان ثابتہ ہیں یہی اعیان کی اصل ہیں فیض اقدس سے یہی مراد ہیں اور فیض مقدس سے اعیان ثابتہ ہیں۔

## بالغ:

اس سچے و پکے مرید کو کہتے ہیں جو اپنی خودی و خود نمائی سے بالکل علیحدہ ہو اور یہی طریقت کا بلوغ ہے۔ انسان کامل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے: الشریعۃ اقوالی الخ۔ مگر ان مراتب کا بلوغ بالکل جدا اور الگ ہے۔ شریعت کا بلوغ شہوات پیدا ہونا اور طریقت کا ان سے الگ ہونا ہے۔ حقیقت کا بلوغ

توحید میں پختگی یعنی حق کے سوا کچھ نظر نہ آنا۔ معرفت کا بلوغ اور انتہا کثرت فی الوحدۃ میں چیزوں کی ماہیت کا ادراک کرنا اور حق الیقین سے ان میں حق کے سریان کے وجود کو ملاحظہ کرنا۔ اس مرتبہ کے عارف کو عارف تام المعرفت کہتے ہیں۔

## بام:

تجلیات کے مقام کو کہتے ہیں۔

بام پر آو جلوہ دہ ماہ تمام خویش را — مطلع آفتاب کن گوشۂ بام خویش را

بام بر آ اور اپنے رخ تاباں، ماہتاب کا جلوہ دکھا، اپنے بام کے کونہ کو آفتاب نکلنے کی جگہ بنا۔

## بدلاء:

یہ سات اولیاء اللہ ہیں کہ ہر ایک ان میں سے جب ایک جگہ سے دوسرے جگہ سفر کرتا ہے تو اپنی صورت پر اپنا جسم چھوڑ دیتا ہے تاکہ کسی کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ وہ کہیں چلا گیا ان کے سوا کوئی اس طرح بدلتا نہیں۔

## بدنۃ:

اس سے مراد نفس امارہ ہے اسی سے بقرہ بھی ہے۔ جب ریاضت و مجاہدہ سے اسے آراستہ پیراستہ کر لیا جاتا ہے تو اس کا نام بدنہ ہو جاتا ہے۔ کلام مجید کی سورہ بقرہ سے نفس کے مجاہدہ کی تعلیم ملتی ہے جو راہ طریقت کے سالک کے لئے اصل الاصول ہے۔

## بذل:

یعنی جو کچھ اپنے پاس ہو اسے اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کر دے۔

## برزخ:

اس کے معنی دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کے ہیں۔ چاہے وہ چیز ان دونوں سے مناسبت رکھے یا نہ رکھے جیسے اعراف جنت و دوزخ کے درمیان ہے، انسان اور حیوان کے درمیان بندر برزخ ہے۔ حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں برزخ کئی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ عالم مثال، عالم شہادت (ظاہر) اور عالم ارواح (باطن) کے درمیان برزخ ہے۔ دوسرے دل روح اور مضغہ کے درمیان، تیسرے سینہ دماغ اور دل کے درمیان، چوتھے وحدیت یعنی حقیقت محمدی ﷺ احدیت و واحدیت کے درمیان برزخ ہے۔ اس کو برزخ البرازخ اور برزخ الکبریٰ، برزخ اعظم، برزخ اکبر اور برزخ اول بھی کہتے ہیں جو ذات و صفات اور ظہور و اخفا کے درمیان واقع ہے۔ پانچویں یہ کہ علم عالم اور معلوم کے درمیان برزخ ہے یہ حقیقت محمدی کی طرف اشارہ ہے۔ چھٹے یہ کہ اسماء اعیان ثابتہ اور وجود کے درمیان برزخ ہیں۔ برزخ سے مرشد کا تصور کرنا اور اس سے فیض حاصل کرنا بھی وارد ہے۔

## بربط:

اس سے مراد حقیقی ذوق و شوق لئے جاتے ہیں۔

## برق:

وہ نور کی تجلیاں جو سالکِ راہ کے قلب پر چمکتی ہیں اور اسے سیر الی اللہ کی جانب کھینچتی ہیں اور پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔

## بروز:

بروز کے لغوی معنی ظاہر ہونے کے ہیں لیکن اصطلاح میں کسی صورت میں اس طرح ظاہر ہونا کہ اپنی اصلی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ یہ چیز انبیاء و رسول علیہم السلام اور اولیاء کاملین کے ساتھ اللہ نے مخصوص کی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے بروز ذات باری نے اپنے مشہد ذاتی میں مراتب ذات کی ترتیب کے لحاظ سے فرمایا۔ اسی ترتیب کا نام صفات اور رحمان ہے جو مراتب خلقیہ میں ذاتِ حق کا بروز ہے۔ دوسرا بروز یہ ہے کہ روح اعظم اپنی کمیت کے ساتھ انبیاء و اولیاء کی صورت میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے اور جس پر ظاہر ہوتی ہے اس پر اس کلیت کا صحیح اطلاق ہوتا ہے جو روحِ اعظم کے لئے ہے کیونکہ حقیقۃً وہی ایک روح ہے جس کے نام مظاہر کی مناسبت سے جدا ہوگئے ہیں اور اسی مظہر کی تقئید اور جزئیت کی وجہ سے جزئیت اس روح پر عائد ہوگئی ہے۔ مگر یہاں پر فرق سمجھ لینا چاہئے کہ روح کی چونکہ یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر مظہر میں ظاہر ہونے کے باوجود اپنے مبدأ سے الگ نہیں ہوتی لہٰذا ہر تعین سے جو اس کا تعلق ہے اس کے اختلاف کے لحاظ سے ہی اس کا نام ارواح جزئیہ رکھا گیا ہے۔ نیز اس کی حقیقت کے اعتبار سے کہ اپنی جگہ سے علیحدہ نہیں ہے اسی کو روح اعظم، روح کلی یا روح محمدی ﷺ کہتے ہیں۔

روح مظہر میں ظاہر ہوتی ہے اور اپنے مبدأ سے الگ نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نگاہ اس وسیع و عریض زمین و آسمان میں بہت کچھ دیکھنے کے بعد بھی گوشہ چشم سے الگ نہیں ہوتی اور آفتاب کی شعائیں تمام دنیا کو منور و روشن کرنے کے باوجود سورج سے الگ نہیں ہوتیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب تعین بشری کی جزئیت اس دل سے زائل ہوئی تو روح اعظم کی ملکیت کے احکام اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہ شخص دنیا میں اللہ کا خلیفہ اور رسول ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔

اسی مقام سے ایک مرتبہ حضرت شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ہوں ان کے ایک صاحب بصیرت، عارف شاگرد نے تصدیق کی۔ اس وقت حضرت شبلی کلیت کے اسی منصب پر فائز تھے جس سے مراد فنا فی الرسول ہے کیونکہ حقیقت محمدی ﷺ کل الکل ہے۔ جس روح کی جزئیت اعتباری دور ہوگئی اور حقیقت محمدی ﷺ سے مکمل اور حقیقی فنا حاصل ہوگئی اس کو اختیار مل جاتا ہے کہ اپنی کلیت کے ساتھ جس تعین میں چاہے بروز کرے۔ چاہے ظاہری حیات کے عالم میں یا اس عالم سے جانے کے بعد۔ اس سے تناسخ اور بروز کا بین فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

### برہم زدن چشم:

اس سے عدم توجہی مراد ہے جو قیامت سے عبارت ہے یعنی حضرت حق کی عالم کی جانب توجہ نہ رہنا۔

### برافشاندن زلف:

اس سے تعینات کے دور ہونے کی طرف اشارہ ہے بعض نے اس سے تعینات کے پردوں کو ڈال لینے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ زلف اگر بکھرے تو تعینات میں گرفتاری ہوگی اور اگر برافشاندن کے معنی الٹ دینے کے لئے لیے جائیں تو اس سے تعینات رفع ہونا درست ہوگا۔

### بسط:

اس سے مراد سالک کی سیر الی اللہ میں قلبی کشائش ہے۔ اس سیر کے وقت سالک کے دل پر محبت و شوق کا غلبہ، معشوق حقیقی کی یاد میں ذوق و شوق اور سرور نیز معارف الٰہیہ کا ادراک ہونے جیسے حالات وارد ہوتے ہیں یہی اس کی باطنی ترقی ہے۔ حالت قبض میں اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ

اس وقت طبیعت منقبض رہتی ہے اور اکثر ذکر و فکر اور یاد الٰہی سے غفلت ہوتی ہے بلکہ رغبت بھی نہیں رہتی۔ لیکن یہ کا د رکھنا چاہیئے کہ سلوک میں صرف بسط یا صرف قبض دونوں سالک کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ سلوک لی اللہ میں بسط و قبض دونوں دو بازو کے مثل ہیں جو اس کے طیران میں مدد گار ہوتے ہیں۔ سالک کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ راہ سلوک کے دوران حالتِ بسط میں اسے جو جو انوار و حقائق اور الطاف الٰہی مشاہدہ ہوں ان کو سختی سے پوشیدہ رکھے۔ اس لئے کہ ان کا اظہار اس کی باطنی ترقی اور مقصد بر آری کے لئے مضر ہے۔

**بسیط:**

اس سے یہ مراد ہے کہ تمام چیزوں میں حضرت حق کا جمال اس طرح مشہود و ظاہر ہو کہ ہر چیز عین ذات معلوم ہو۔

**بستان:**

سالک کے وجود کو کہتے ہیں اور صفت بساطت کشادگی کی جگہ و مقام بھی مراد ہیں۔

**بسے خرابی:**

عاشق کا محبوب کے عشق میں بالکل غرق وتباہ ہو جانا ہے۔

**بصیرت:**

دل کی وہ روشنی مراد ہے جو نور قدس سے اشیاء کی حقیقت وماہیت کے ادراک کے واسطے سالک کے دل میں پیدا ہو کر قوت مدرکہ کو نورانی کرتی ہے اور وہ اس سے کثرت کو وحدت میں اور وحدت کو کثرت میں بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھتا ہے۔ حکماء و فلاسفہ اس طاقت کو قوت عاقلہ نظریہ کہتے ہیں۔

یہ قوت جب نور قدس سے منور ہو جاتی ہے اور اس سے حجابات اٹھ جاتے ہیں تو وہ اس کو قوت قدسیہ کہتے ہیں۔یہی قوت بصر کے مشابہ ہے جس سے انسان صورتوں اور اشیاء کے ظواہر کو دیکھتا ہے۔

**بطون:**

اس سے ذات حق کی ہویت کی جانب اشارہ ہے۔بعض لوگ عالم مثال سے ذات تک کو بطون کہتے ہیں۔یعنی بہ نسبت عالم شہادت کے عالم مثال باطن اور عالم مثال سے عالم ارواح باطن اور عالم ارواح سے اعیان باطن اور اعیان سے ذات بحت باطن ہے۔

**بطون ذات فی الذات:**

اس سے مراد تاریکی محض ہے جو تمام تجلیات کے بعد ہے۔

**بُعد:**

جہل، غفلت، حق سے دوری اور عرفان سے ناواقفیت کو کہتے ہیں۔

**بقا:**

سلوک میں ایک مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی رویت کے لئے کوئی چیز سالک کے لئے حجاب نہیں بنتی۔یعنی رویت اشیاء رویت حق کے لئے حاجب و مانع نہیں، کیونکہ سالک حق کو موجود اور عالم کو معدوم دیکھتا ہے۔

**بقاباللہ:**

اس مقام پر پہنچ کر سالک عارف کی نظر پورے طور پر غیریت سے اٹھ جاتی ہے اور وہ صفات حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ اس کی بشریت باعث جامعیت کمال اسمائی ہو جاتی ہے اور جسم روح کی خاصیت لے لیتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

حقم ہمہ حق است حقیقت بکہ گویم　　　حقا کہ منم نور درین کون و مکانم

میں خود سراپا حق ہوں باقی سب حق ہی حق ہے تو حقیقت کس سے کہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ہی اس کون و مکان میں نور ہوں۔

**بقرہ:**

اس نفس انسانی کو کہتے ہیں جو ریاضت و مجاہدہ کرنے کے واسطے تیار رہتا ہو۔

**بلاء:**

ہر وہ چیز جو حق تک پہنچنے میں رکاوٹ بنے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے توجہ ہٹانے والی چیز کو بھی بلا کہتے ہیں۔

**بلبل:**

اس سے مراد عاشق صادق ہے جو ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول اور نفس امارہ سے بالکل آزاد و فارغ رہے۔

سحر بلبل حکایت باصبا کرد　　　کہ عشقِ گل بما دیدی چہا کرد

## بلوغ:

سالک جب مقام فنا میں پہنچتا ہے اور سیر الی اللہ کے اختتام کے بعد سیر فی اللہ کا آغاز ہوتا ہے اور اپنی ذات میں جذبات الوہیت کے تصرفات اور آثار جذبات کی کیفیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ صفت جذبۂ الٰہی کا مظہر بنتا ہے۔ پھر اس صفت سے وہ دوسروں پر تصرف کرتا ہے اور تب ہی اس میں دعوت خلق کی قوت واستعداد پیدا ہوتی ہے۔ ایسے سالک کو بالغ کہتے ہیں۔

## بندگی:

مقام تکلیف مراد ہے۔

## بنفشہ:

اس نکتہ کو کہتے ہیں جس کا ادراک کوئی بھی قوت نہیں کرسکتی۔

## بوسہ:

اصطلاحاً اس سے جذبہ باطنی مراد ہے جو عاشق کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ بوسہ سرمایۂ حیات وبقا ہے۔

## بوئے:

جو مقام جمع میں حقیقت قلب سالک کے ساتھ ہوتا ہے۔

لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

این نفس جاں دامنم برتافتہ ست ۔۔۔ بوئے پیراہان یوسف یافتہ ست

جوں ہی پیراہن یوسف کی خوشبو سے میری مشام جاں معطر ہوئی ایسا معلوم ہوا کہ رگ رگ میں جان دوڑ گئی۔

**بوادہ:**

کسی چیز کا اچانک قلب میں اس طرح وارد ہونا کہ قلب میں بسط یا قبض کی حالت پیدا ہو جائے۔

**بہجت:**

اس سے مراد وہ واردات ہیں جو صاحب کسب کے دل پر عالم غیب سے وارد ہوتے ہیں۔

**بہار:**

سالکان روحانی کے ذوق و شوق کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک مقام علم مراد ہے۔

بہار عمر خواہ اے دل و گرنہ ایں چمن ہر سال
چو نسرین صد گل آرد ماو چوں بلبل ہزار آرد

اے دل عمر کی بہار چاہو، ورنہ یہ چمن تو ہر سال نسرین کی طرح ہزراوں پھول ہمارے لئے کھلاتا اور ہزاروں خوش نوا بلبل لاتا ہے۔

**بیابان:**

ان سے وہ واقعات مراد ہیں جو سالک کے سلوک میں پیش آتے ہیں۔

بہ حرص از شربتے خوردم میگراز من کہ بدکردم
بیابان بود و تابستان و آب سرد و استسقاء

میں نے حرص میں اگر شربت پی لی تو مجھ سے مواخذہ مت کرو کہ ایسا کیوں کیا بیابان سخت گرمی، ٹھنڈا پانی اور پیاس غالب تھی۔ گویا مجھے معذور جانو۔

## بے آرامی:

اس سے تغیرات اور تنزلات کی طرف اشارہ ہے یعنی موجودات کا وجود ہر لمحہ اور ہر گھڑی بدلتا رہتا ہے۔

کلام پاک کی یہ آیت اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے:

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (سورۃ ق:۱۵)

ترجمہ: بلکہ وہی لوگ ایک نئے لباس میں ہیں۔

## بیداری:

عالم صحو اور ہوشیاری کو کہتے ہیں جو بندگی کی بنا پر دم نقد ہوتی ہے۔

## بیت الحکمۃ:

اس دل کو کہتے ہیں جس میں حقانی خلوص و اخلاص کا غلبہ ہو۔

## بیت العزۃ:

وہ دل مراد ہے جو جمع کے مقام فنافی الحق میں واصل ہو گیا ہو۔

## بیت المقدس:

اس سے وہ دل مراد ہے جو غیر حق کے تعلق سے مطلقاً پاک ہو۔

## بیت المعمور:

تجلیات الٰہی سے معمور دل مراد ہے۔

## بیرون:

سالک کا اپنی ہستی سے باہر یعنی حق سے فانی ہونا مراد ہے۔ بیرون سے آفاق اور اندرون سے انفس بھی مراد لیا جاتا ہے۔

عارف حقیقت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کی خبر دیتے ہیں:

اندرون و برون نشیب و فراز — از پس و پیش واز یمین و یسار
شاہد لا الہ الا اللہ — پیش تو پردہ گیر واز رخسار

اندر باہر نیچے اوپر آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے لا الہ الا اللہ کا شاہد تمہارے سامنے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھاتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حٰمٓ:۵۳)

ترجمہ: ”عنقریب ہم ان کو دنیا میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کی اپنی ذاتوں میں، یہاں تک کہاں پر یہ بات ظاہر ہو گی کہ یہی سچ ہے کیا تمہارے پروردگار کا ہر چیز پر گواہ رہنا کافی نہیں ہے۔“

## بیضاء:

نور محمدی ﷺ اور عقل اول مراد ہے یہی عماء کا مرکز، عدم (سواد غیب) کی ضد اور وجود ہے۔

## بیت الحرم:

انسان کامل کے دل کو کہتے ہیں جس میں غیر کا خیال آنا حرام ہے۔

## بیگانگی:

اس سے مراد سالک کا الوہیت میں تمام عالم سے مستغنی و بے پرواہ ہونا ہے۔

ماز عقل خویشتن بیگانہ ایم　　　لاجرم دردے کش میخانہ ایم

ہم یقینا میخانہ کی تلچھٹ پیئے ہوئے ہیں اس لئے اپنی عقل و خرد سے بیگانہ ہیں۔

## بیماری:

سالک کو پیش آنے والے قلق و اضطراب اور قبض مراد ہیں۔

جد محترم حضرت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

تراب آزاز سے دل کے خبر کیا ہے طبیبوں کو
کہے بن کیسے ہو تشخیص نامحرم کی بیماری

## بیعت:

اپنے آپ کو کسی کامل کے ہاتھ میں دے دینا اور پھر اس کی مرضی و خوشی کے تابع ہو جانا۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

بیعت اسلام جو حضور ﷺ کفار مشرکین سے لیتے تھے۔ بیعت جہاد جو بیعت مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے کفار سے جنگ کے واسطے لیتے تھے اور بیعت اسرار جو طالبین حق سے لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض اس کو سنت بعض مستحب بعض واجب اور بعض فرض کہتے ہیں۔ جو فرض کہتے ہیں وہ حدیث شریف طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ سے سند لاتے ہیں کہ حق کے

طالب کے لئے بیعت فرض ہے۔ طالب اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنے والے کے لئے سنت موکدہ یا مستحب ہے۔ نیک اعمال اور گناہوں سے بچنے کے لئے واجب ہے۔

بعض مشائخ نے تواتر سے یہ حدیث شریف نقل کی ہے:

من مات و لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتا جاھلیۃ۔

جو اس حال میں مرا کہ اس نے کسی سے بیعت نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس حدیث مبارکہ سے بیعت کی تاکید اور حکم ظاہر ہے۔

جب کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اور اس کا سلسلہ طریقت درست و متصل ہو یعنی اس میں درمیان میں کوئی فصل اور نقص نہیں ہوتے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے ہوتی ہوئی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچتی ہے کہ

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سورۃ الفتح ۱۰)

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اور ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (فتح ۱۰)

اے رسول ﷺ یقینا جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ جس نے بھی اس عہد کو توڑا اس نے اپنی جان پر اس کا عذاب مسلط کیا اور جس نے اس عہد کی وفا کی تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اس کا اجر عطا فرمائے گا۔

مستند و صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں صحابہ کرام ؓ سے بیعت لی تھی کبھی اسلام، کبھی ہجرت، کبھی جہاد میں ثابت قدمی، کبھی ارکان اسلام، کبھی سنت نبوی

ﷺ پر عمل پیرا رہنے اور بدعات وغیرہ سے بچنے کبھی ریاضت وعبادات میں شائق ہونے، کبھی محتاج مہاجرین وصحابہ سے اس بات پر کہ شدید ضرورت پر بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں۔ کبھی انصار عورتوں سے اس بات پر کہ مرنے والے پر نوحہ وسینہ کوبی اور تصنع وبناوٹی رونا نہ روئیں، کبھی اس امر پر کہ ایک مسلمان دوسرے کی خیر خواہی بھلائی و ہمدردی کو اپنے اوپر لازم کرے، انصار سے بیعت کے وقت آپ ﷺ نے یہ عہد بھی فرمایا کہ حق بات کہنے میں ملامت گروں کی پرواہ نہ کریں اور امراو سلاطین کے سامنے بھی بلاخوف سچ کا برملا اظہار کریں۔ غرض کہ یہ تمام باتیں امر بالمعروف، تزکیہ نفس، تصفیہ باطن اور تجلیہ روح کے زمرہ میں آتی ہیں۔ ارباب تصوف کی مروجہ بیعت بھی ان ہی سے متعلق ہے۔

## بینوائی:

فنا فی اللہ اور بشریت کے اضمحلال کو کہتے ہیں۔

ہمچو نے خاموشیم گویا کند　　　صد نواز بینوائی یافتم

بانسری کی طرح ہماری خاموشی گیائی کرتی ہے۔ بے نوائی میں مجھے صدہا نوا ملتی ہیں۔ خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری۔

حضرت والد ماجد مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

اے خدا اے شاہد عاشق نواز　　　نور دل نور نگہ دانائے راز

یک گدائے ملک ہندوستان تو　　　بے نوا وخاک خاکستان تو

## بیہوشی:

اس سے مراد مقام طمس ہے جس میں صفات بھی محو ہو جاتی ہیں۔

# پ

## پارسائی:

اس سے ہر ایسی چیز سے بچنا مراد ہے جس میں کسی بھی برائی کا ذراسا شائبہ ہو۔ اگر یہ بچنا خلوص نیت سے ہو تو بہتر ہے اور اگر اس نیت سے ہو کہ مخلوق خدا کی نظر میں یہ برا اور اچھا ہے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیوں کہ حب جاہ و دنیا کی وجہ سے نفس میں یہ خوف پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس پارسائی سے غرور و خود بینی پیدا ہو تو یہ سالک کے لئے نہایت نقصان دہ ہے کہ وہ ابھی مقام کفر پر ہے اور حق اس سے روپوش ہے۔

جد محترم فرماتے ہیں:

رندی و مستی نہ بگذارم تراب      صد بالادر پارسائی یافتم

میں رندی و مستی نہ چھوڑوں گا کیونکہ پارسائی میں سیکڑوں آفتیں میرے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

## پاکبازی:

توحید خاص مراد ہے جس میں ماسوا کے خطرہ کا گذر بھی نہ ہو نیز جس کے عمل سے ثواب یا اپنے مرتبہ کی بلندی کی مطلق امید نہ ہو۔

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

من پاکبازِ عشقم ذوق فنا چشیدہ      آہوئے دست، ہویم از ماسوا رمیدہ

میں عشق میں پاکباز، فنائیت کا مزہ چکھے ہوئے، میدان ہوئیت کا ہر دن وحشی اور ماسوا سے بھاگا ہوا ہوں۔

## پائے کوفتن:

وجد کرنا اس سے سالک کی وہ بیقراری مراد ہے جو محبوب حقیقی کے ذکر کے ذوق و شوق کی وجہ سے پیدا ہوتی۔ خواہ یہ حالت سماع میں ہو یا بغیر سماع کے۔

## پدر:

اس سے ملکی عقلیں مراد ہیں۔

## پردہ و پردگی:

عاشق و معشوق کے درمیان کا حجاب جو طریقت کے لوازم میں سے ہے۔

## پروانہ:

عاشق کا وجود مراد ہے۔

## پیر میکدہ، پیر مغاں:

مرشد کامل کو کہتے ہیں جو اپنے افعال و صفات کو حضرت حق تعالیٰ کی ذات میں بالکل فنا کردے اور بقاباللہ کے مرتبہ پر فائز ہو کر ناقصوں کی تکمیل کرے۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

تیراک اسے کہیے جو اور کو تیرائے ڈو دوار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

بعض کا قول ہے کہ عالم معانی وروحانی کے مرشد کو کہتے ہیں جس کی صفات ذمیمہ، صفات حمیدہ میں تبدیل ہو چکی ہوں اور غیبی واردات اس کے قلب پر وارد ہوتے ہوں۔

## پیالہ:

اس سے چشم محبوب کی طرف اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موجودات عالم کا ہر ذرہ ایک پیالہ کے مثل ہے جس سے عارف حق معرفت کی شراب پیتا ہے اور اس سے مست و بے خود رہتا ہے۔ لیکن بعض نے پیالہ سے سالک کا دل مراد لیا ہے۔

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ما در پیالہ عکسِ رُخ یار دیدہ ایم

اے بے خبر ز لذت شربِ مدام ما

ہم نے شراب کے پیالہ میں یار کے چہرہ کا عکس دیکھ لیا ہے، ہمارے شراب کی لذت سے اے بے خبر!

## پیام:

حقیقت کی جانب سے سالک کے دل پر وارد ہونے والے وہ جذبات جبی مراد ہیں جو سالک کو مست و بیخود کر دیتے ہیں اسی طرح سالک کے قلب سے جذبات اٹھتے اور حقیقت کی سمت جاتے ہیں۔ یہ وہ نسبت ہے جس سے فرشتے بھی بے بہرہ ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بدو چشم از دو چشمش چہ پیامہاست ہر دم

کہ دو چشم از پیامش خوش و پر خمار بادا

ہمیں ہر لمحہ اس کی آنکھوں سے جو پیام مل رہا ہے خدا کرے ہمیشہ ہماری آنکھیں اس کے پیام سے خوش و سرمست رہیں۔

## پیچ زلف:

وہ ناسوتی معاملات مراد ہیں جو تعینات کے مقتضیات سے مخلوق میں رائج ہیں۔

## پیشانی:

انوار الٰہی کا ظہور مراد ہے۔

## پیمانہ:

ناپنے اور پیمائش کرنے والی شے اور اصطلاح تصوف میں عارف کا قلب مراد ہے جو غیبی انوار کا مشاہدہ اور حقائق اشیاء مراتب اور مقامات کا ادراک کرتا ہے۔

## پیمانہ یا پیالہ بھر دینا:

مرشد کامل کا مرید صادق کی تکمیل کر دینا۔

## پیکان:

اس سے تجلی حبی مراد ہے جو سالک کے دل و جگر میں پیوست ہو جاتی ہے اور عاشق کو معشوق کے علاوہ ہر چیز سے بے خبر کر دیتی ہے۔

# ت

اس سے تعینات اور تعددات کی طرف اشارہ ہے جس میں تفصیل در تفصیل ہے۔

## تاب زلف:

حقائق ممکنات مراد ہیں۔

## تابستاں:

اس سے مقام عشق اور سوز قلبی مراد ہے۔

## تاراج:

تمام اعمال اور ظاہری و باطنی احوال سلب ہو جانا۔

## تانیس:

تجلی فعلی مراد ہے جو مبتدی سالک کے لئے تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کا باعث ہے اور وہ اس سے اُنس پاتا ہے۔

## تافتن:

اوامر الٰہی پر مکمل یقین مراد ہے۔

## تبتل:

ہر چیز سے منقطع اور کٹ کر صرف حضرت حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا یعنی تجرید محض کی طرف رجوع کرلینا۔

وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلٗا (المزمل ۸)

سب سے الگ ہو کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

## تبصرہ:

بغیر آمیزش بصر کے تمام چیزوں کو عین بصیرت سے ملاحظہ کرنا۔

## تبتل المرید:

اس سے تمام حظوظ نفسانیہ سے مکمل طور پر علیحدگی مراد ہے۔

## تبلیغ فی النہایت:

سالک کو انتہائی مقامات تک پہنچادینا۔

## تبسم:

اس سے سرور محض مراد ہے جو فاجبت ان اعرف (میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے) مشہور حدیث قدسی ہے کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جاء تو مخلوق کو پیدا کر دیا تاکہ اس کے ذریعہ میری شناخت ہو۔یہی تبسم تخلیق آدم وعالم کا سبب بنا۔

## تجدد امثال:

اسم رحمن کی تجلی سے فیضان وجود ہوا۔اسی بنا پر تجلیات رحمانی کا فیضان موجودات عالم پر ہمیشہ فائز رہتاہے کیونکہ ہر تجلی ایک نئ تخلیق کرتی اور پچھلی تخلیق کو لے جاتی ہے یہی فناہے اور خلق جدید کا آنا بقا۔بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ سے اسی جانب اشارہ ہے کیوں کہ تمام اجزائے موجودات خواہ متحرک ہوں یا ساکن، ہر لمحہ عدم یعنی بے کیفی کی جانب لوٹتے ہیں۔اس لئے کہ ان کی اصل وہی ہے۔حضرت حق تعالیٰ سے ان کو ایک نیا وجود عطا ہوتا رہتاہے اس سے ہر گھڑی قیامت بپاہے۔ہر انسان وہر شے فناوبقامیں ہے۔پیدائش سے وفات تک انسان میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے۔یہ سلسلہ برابر جاری رہتاہے اسی لئے کسی نامی شے کی نموکا ادراک بھی نہیں ہوتا۔کیوں کہ ہر گھڑی وجود جدید سے خفیف بلکہ اخف تبدیلی کے ساتھ ملتاہے۔اسی تجدد امثال کی وجہ سے حضرت آسف بن برخیار حمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ بلقیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تخت کو پلک جھپکتے شہر سبا

سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا دیا۔ اور انہیں کوئی دقت وتکلیف نہ ہوئی۔ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ تجدد امثال کا کارخانہ ہر وقت جاری و ساری ہے۔ ارادہ کرنے والے کو ذات حق میں ایسی مکمل فنائیت حاصل ہو کہ اس کا ارادہ بعینہ حضرت حق کا ارادہ ہو جائے۔ حضرت آصف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ چیز حاصل تھی لہٰذا ادھر ملک سبا میں وہ تخت معدوم و فنا ہوا اور ادھر حضرت آصف کے ارادہ کے موافق یہاں آ گیا۔ اسی تجدد امثال کی وجہ سے ہر چیز ہر پل وجود عدم کے درمیان ہے۔

## تجرید:

اس سے مراد اپنی خودی اور ماسوی اللہ سے دور ہونا اور حق کی خودی سے مل جانا نیز تمام موجودات میں حق کا مشاہدہ کرنا اور ہر قسم کے معاوضہ، اجرت اور انعام کی تمنا سے اپنے باطن کو خالی کرنا ہے۔ گویا تجرید علائق و خلائق سے بے تعلقی کا نام ہے۔

لسان الغیب فرماتے ہیں:

جان ودل تو حافظ بستہ دام آرزوست     اے معلق خجل دم مزن از مجردی

## تجلی:

لغت میں ظاہر ہونے، روشن ہونے اور جلوہ کرنے کو کہتے ہیں۔ ذات مطلق کا اظہار لباس تعین ہی میں ممکن ہے۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اسی وجہ سے لباس تعین کو تجلی کہتے ہیں۔ ہر وہ شان وہ کیفیت اور وہ حالت جس میں حق تعالیٰ یا اس کی کسی صفت یا فعل کا اظہار ہو تجلی ہے۔

تجلی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تجلی ظہوری     ۲۔ تجلی اظہاری

تجلی ظہوری یہ ہے جیسے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نور الٰہی کا غلبہ ظاہر ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر — طالبِ دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

اے اللہ! طورِ دل پر ہر دم تیری ایک نئی تجلی ہوتی ہے، تیرے دیدار کا طالب بھی ہر لمحہ ایک نیا موسیٰ ہوتا ہے۔

تجلی اظہاری یہ ہے کہ اصطلاح میں ہر لباس تعین کو تجلی کہتے ہیں جیسے وحدت کو تجلی اول، واحدیت کو تجلی ثانی اور اسی ترتیب سے تمام تعینات کو تجلی کہتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ تجلی اول تجلی ذاتی ہے کیوں کہ وہ تجلی تنہا ذات کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ وہ حضرت احدیت ذاتیہ ہے۔ نہ اس میں کوئی صفت ہے نہ اسم کیوں کہ ذات وجود محض ہے اور ماسویٰ اس کے عدم مطلق اور لا شے محض۔ وہ اپنی احدیت میں اور کسی تعین کی جانب جس کے سبب وہ کسی اور سے شے ممتاز ہو، کیونکہ اس کی وحدت اس کی عین ہے نہ کہ غیر تو وحدت حق، عین ذات حق ہے۔

تجلیات ظہوری جو سالک کے دل پر غیب سے وارد ہوتی ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں:

کبھی تجلی سبز اور سرخ ہوتی ہے جسے تجلی مرشدی کہتے ہیں اور وہ دائیں جانب ہوتی ہے۔ کبھی سیاہ اور نیلی بائیں جانب ہوتی ہے جسے تجلی نفسی کہتے ہیں۔ کبھی سفید رنگ کی سالک کے روبرو وارد ہوتی ہے اسے تجلی روحی کہتے ہیں۔ کبھی تجلی البیض قدرے سبزی مائل بہ خنکی وارد ہوتی ہے جسے دیکھ کر قلب کو سرور ملتا ہے اسے نور محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ کبھی تجلی بے رنگ بے رو و بے جہت وارد ہوتی ہے جسے تجلی ذاتی کہتے ہیں۔ تجلی ذاتی اور تجلی محمدی ﷺ کے لئے کوئی جہت نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تجلیات سالک پر حسب استعداد وارد ہوتی ہیں۔

## تجلی ذاتی:

جب سالک پر ذات کی تجلی ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے شعور و ادراک اور علم سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد گم ہو کر حق باقی رہتا ہے۔ تجلی ذاتی میں فنائیت عبد کے بعد بقائے حق تعالیٰ سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی اور روحانی کے اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اس وقت اس کا علم جملہ ذرات کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ خود تمام صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو غیر خود یا اپنے سے خارج نہیں پاتا۔ کمالی توحید عیانی سے مراد ہے۔

## تجلی شہودی:

وجود حق سے جو اسم نور سے مسمی ہے۔

## تجلی صفاتی:

اس کو کہتے ہیں جس کا مبدا التعین کے اعتبار سے ایک صفت ہو۔

## تجلی غیب الہوتیہ:

وہ ہے جو ادراک کرنے والے کے ادراک میں بھی نہ آئے۔

## تجلیہ:

روح کو ان کدورتوں سے پاک و صاف کرنا جو بسبب مجاورت قالب عنصری کی روح کو پیش آتی ہیں۔

## تحقیق:

حق کا صور اسماء الٰہیہ میں ظہور مراد ہے۔ بعض کے نزدیک کسی چیز کی ماہیت سے آگاہ ہونا اور از روئے اسماء و صفات کے ذات حق کو جاننا۔ ورنہ ذات باری کا ادراک محال ہے۔ علم و عرفان اور حقائق اشیاء کے حصول کو بھی تحقیق کہتے ہیں۔

## تخلیہ:

ماسویٰ اللہ سے دل خالی کرنے کو تخلیہ کہتے ہیں۔

## تدانی:

اولیاء اللہ کی معراج کو کہتے ہیں۔

## ترانہ:

آہنگِ محبت کو کہتے ہیں جس کے سننے سے سالک پر مستی و بے خودی طاری ہوتی ہے۔

## تدبیر:

اس سے مراد عواقب امور کو سوچنا ہے یہ تفکر کے قریب ہے۔ مگر اعتباری فرق ہے کہ اِس میں انجام کار سوچنا ہے اور اُس میں دلیل ہے۔

## تدلّی:

سالک کا عروج کے بعد نزول کرنا اور مرتبۂ ذات سے صفات کی طرف جانا ہے۔ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں:

کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزہ　　　کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں

## ترسا:

مرتبہ تنزیہہ کو کہتے ہیں اور وہ سالک مراد ہے جو نفس امارہ کی صفات ذمیمہ سے چھٹکارہ پا کر صفات حق سے متصف ہو جاتا ہے۔

## ترسابچہ وترسازادہ:

حقائق و معانی کو کہتے ہیں اور وہ حالات غیبی بھی مراد ہیں جو غیب سے سالک کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔

## ترسائی:

تفرید و تجرید دونوں مراد ہیں۔ بعض لوگ دقائق و معانی کے ادراک کو کہتے ہیں۔

## ترکتاز:

سالک کو سلوک میں پیش آنے والے جذبہ الٰہی کو کہتے ہیں۔

## ترہات:

دبدبہ اور کرامات کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں۔

## تزکیہ:

نفس کو صفات ذمیمہ کے عیوب سے پاک کرنا مراد ہے۔ یہ بغیر ریاضت و مجاہدہ کے نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں:

نفس کی اصلاح کر پہلے ریاضت سے ترابؔ
بے شکستِ نفسِ امارہ ظفر ملتی نہیں

## تسلیم:

اپنے آپ کو اطاعت حق کے لئے مستعد و تیار کرنا اور سر خم کرنا نیز ہمہ تن اپنے کو فنا کر کے معشوق حقیقی میں مستغرق بلکہ خود عینِ معشوق ہو کر اپنے سے بے خبر رہنا ہے۔ اولیاء اللہ کے نزدیک یہ اعلیٰ مقام ہے۔

## تسکین:

قلب کی اس خنکی کا نام ہے جو جلن اور اضطراب کے بعد سالک پر منجانب اللہ وارد ہوتی اور سرور بخشتی ہے۔

## تسبیح:

اس سے مرتبہ تقید مراد ہے۔

## تشبیہ:

ذات حق کا مع اسماء وصفات کے تمام مظاہر کونیہ میں ظہور ہے۔

## تصوف:

تفعل کے وزن پر یعنی صوف پہننا اور اصطلاح میں شرعی آداب سے ظاہر و باطن میں واقف ہونا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اسلام دو طریقوں پر ہم تک پہنچا ہے۔ عام فہم جیسے تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ اور خاص فہم جیسے تصوف۔ عام فہم کو خاص فہم پر ظاہری اعتبار سے تقدم و فوقیت ہے لیکن تصوف مرتبہ میں بلند ہے کیوں کہ مرتبہ عرفان، کمال اخلاص، قرب، فناء الفنا، جو ریاضات و عبادات کا نتیجہ ہے تصوف سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ کشف و کرامات کا تعلق بھی صوفی سے ہے نہ

کہ فقیہ سے۔ فقہ و تصوف لازم و ملزوم ہیں کیوں کہ ایک بغیر دوسرے کے مکمل نہیں۔ تصوف بغیر فقہ و علم ظاہر کے درست نہیں کیونکہ احکام الٰہی کا علم ان کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح فقہ وغیرہ بھی بغیر تصوف کے مکمل اور فائدہ بخش نہیں کیوں کہ علم بلا عمل درست نہیں اور عمل بغیر توجہ الی اللہ، اخلاص و نیک نیتی اور للّٰہیت کے بے کار ہے۔ تصوف حقائق و معارف کے خزانوں کی کنجی اور رموز و دقائق کے کشف کے لئے چراغ راہ ہے۔ حدیث احسان بھی اسی اخلاص و للّٰہیت اور بے غرضی و بے نفسی کو بیان کرتی ہے۔

## تصفیہ:

دل کو غیر حق اور اپنی خودی و انانیت سے پاک کرنا اور حق کے علاوہ کسی کو دل میں جگہ نہ دینا ہے۔

## تطہیر ذات:

اپنی ذات کو ظاہری اور باطنی نجاستوں و آلودگیوں سے پاک وصاف کرنا ہے۔

## تظلم:

شیطان اور نفس امارہ کے دفعیہ سے اپنے آپ کو قاصر جان کر حضرت حق سے مدد چاہنا مراد ہے۔

## تعین:

اپنی ذات کی یافت مراد ہے یہ کئی جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ پہلا تعین اجمالی جس کو وحدت کہتے ہیں یعنی حق کا ایک وجود میں آنا اور انا (میں) کہنا۔ دوسرا تعین تفصیلی ہے جسے واحدیت کہتے ہیں۔ یعنی

ذات کو اپنی ذات میں بالتفصیل صفات کو پانا۔ یہ دونوں داخلی تعین ہیں باقی تعینات خارجی ہیں یعنی ارواح، امثال اور اجسام وغیرہ۔

## تعدد امثال:

اپنی صورت کو ایک وقت میں کئی جگہ ظاہر کرنا۔ اولیاء اللہ کی خرق عادات میں سے یہ بھی ہے۔ اس کی بکثرت مثالیں ان کی سیر و سوانح میں ملتی ہیں۔ حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کشمیر میں بیک وقت چالیس مقامات پر دعوتوں میں شرکت فرمائی اور چالیس مختلف عزلتیں تصنیف فرمائیں۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاکوروی قدس سرہ کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے مرید صادق حکیم عبد الرحیم خان رامپوری کو تعدد امثال سمجھانے کی خاطر ایک روز جب وہ آپ کو وضو کرا رہے تھے تو اسی دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ حکیم صاحب دیکھو ہمارے پلنگ پر کون لیٹا ہے۔ انہوں نے چادر الٹ کر دیکھا تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ معاً پلٹ کر دیکھا تو آپ سامنے چوکی پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت قطب الدین بینا دل قلندر جونپوری و حضرت شاع عبد الرزاق بانسوی قدس سرہم کے بہت سے قصے ہیں۔

اسی طرح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی واقعہ مشہور ہے۔ ایک مرتبہ جہانگیر بادشاہ نے، جو کہ آپ کا مرید اور معتقد تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ بیک وقت پوری دنیا میں اتنے لوگوں کو دفنایا جاتا ہے، تو ہر ایک کی قبر میں حضور نبی کریم ﷺ ایک ہی گھڑی میں کیسے آتے ہیں۔ امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کا معاملہ تو بہت اونچا ہے، آپ شہر میں اعلان کروادیں کہ ہر وہ شخص جو

استطاعت رکھتا ہو، کل شام کو اپنے اپنے گھر افطار پر میری دعوت کریں۔ اعلان سننے پر ان گنت لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آکر دعوت پیش کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے گئے۔ اگلے دن آپ نے جہانگیر بادشاہ کے پاس افطار تناول فرماکر، تراویح وغیرہ پڑھی اور رات کو آرام بھی فرمایا۔ صبح فجر کے بعد ایک ایک کر کے پورے شہر سے لوگوں نے آکر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شکریہ ادا کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمارے گھر آکر ہمیں سعادت بخشی۔

## تفرقہ:

دل کو شکست میں ڈالنا اور حق سے دور ہونا۔ خلق کو دیکھنا اور حق سے غافل ہونا۔ خلق کو دیکھنا اور حق سے غافل ہونا ہے۔

## تفرید:

غیر حق کو اپنی نگاہ سے دور کرنا اور اپنے میں حق کو دیکھنا۔

## تفکر:

لغت میں اس کے معنی سوچنے اور فکر کرنے کے ہیں۔ یہ چراغ جیسا ہے جس سے خیر و شر، نفع و نقصان معلوم ہوتے ہیں۔ جس دل میں تفکر نہیں وہ تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ حدیث شریف ہے: تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین۔ (ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے) یہی تفکر وصول الی اللہ کے لئے بہترین ہے۔

## تفویض:

کسی چیز کو مادہ کے ساتھ پیدا کرنا مراد ہے۔

## تَوین:

طالب کا صراط مستقیم طلب کرنا مراد ہے۔ توین کو توین اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ارباب توین کے بشری صفات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ توین ارباب احوال کی صفت ہے کیوں کہ جب تک سالک سلوک میں ہے صاحب توین ہے کیوں کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال پر ترقی اور ایک وصف سے دوسرے وصف کی طرف انتقال کرتا ہے۔

## تمکین:

استقامت اور ثبات کے مقام کو کہتے ہیں جب تک سالک راہ میں ہے صاحب توین ہے حب واصل ہوا تمکین حاصل ہوئی تو صاحب تمکین ہو گیا۔

## تمثل:

کسی چیز کا ظہور اپنی اصلی جگہ کی موجودگی کے باوجود دوسری صورتوں میں ہونا جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تمثل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں۔ مزید بر آں حضرت حق کا تمثل مقام کعبہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے، طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور صندوق سکینہ میں بنی اسرائیل کے لئے، وغیرہ۔

## تندی:

صفت قہاری مراد ہے۔

## تنزیہہ:

عیوب اور امکانی نقصانات سے ذات باری تعالیٰ کو پاک جاننا نیز ان اعتبارات اور ظہورات کے باوجود، ذات کو ہر حال میں مجرد اور منزہ جاننا اور تعینات و تشبیہات سے پاک سمجھنا مراد ہے۔

## تنزل:

ایک حال سے دوسرے حال یا ایک مقام سے دوسرے مقام میں اترنا تنزل کہلاتا ہے۔
تنزلات ستہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ پہلا مرتبہ لاتعین ہے، جس کو احدیت اور خالص وجود اور ذات بحت کہتے ہیں۔ اس کے بعد مرتبہ وحدت ہے جس کو علم مجمل، علم ذاتی، حقیقت محمدی ﷺ اور انا کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ لاتعین سے ظاہر ہوا پھر اس مرتبہ وحدت سے واحدیت ہے جو مرتبہ تفصیل صفات ہے جس سے نفس رحمانی، حقیقت آدم، مرتبہ ثبوت اعیان ثابتہ اور صور علمیہ ظاہر ہوئے۔ ان تینوں مراتب داخلی، ذاتی، قدیم کو حضرت حق کی طرح قدیم جانتے ہیں۔

مرتبہ واحدیت سے جو حقیقت آدم ہے عالم ارواح ظاہر ہوا۔ عالم ارواح ایک لطیف عالم ہے جو نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ دائیں نہ بائیں، نہ نزدیک نہ دور نہ داخل عالم نہ اس سے خارج۔ اسی عالم کو عالم بسیط والطف کہتے ہیں۔ یہ عالم شہادت سے بھی متصل ہے اسی کو روح مقیم کہتے ہیں۔ روح جاری اس کے بر خلاف ہے جو عالم مثال میں ہے۔

## توجہ:

سالک کا اپنے وجود کو معدوم کرنا اور حق کو موجود جاننا نیز اپنے قلب کی طاقت کو دوسروں کے قلب پر ڈال کر اس کو اپنے قبضہ و اختیار میں لانا مراد ہے۔

## توبہ:

اس کی تین قسمیں ہیں:

پہلی یہ کہ اپنے گذشتہ گناہوں پر خوف، شرمندہ ہونا اور شریعت محمدی ﷺ مین جن باتوں سے منع فرمایا گیا ہے ان سے بچنا۔

دوسری قسم طریقت کے گناہوں حسد، بغض، کینہ، کبر، بخل، غرور، ریا، غصہ، کھانے پینے کی لالچ، مال دینا اور دنیا کی محبت وغیرہ سے اپنے کو دور رکھنا اور انکے برعکس صبر، راضی برضا، شکر نعمت، امید پرہیز گاری، ترک دنیا، خلوص و نیک نیتی، اطاعت گذاری، اخلاق دوسروں کے ساتھ نیکی وبھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنا وغیرہ ہیں۔

تیسری قسم جو اصل الاصول ہے کہ گناہ حقیقت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا یعنی اپنی ہستی سے خلاصی و چھٹکارہ پالینا۔ اگر مکمل توحید حاصل ہو جائے تو یہ تمام برائیاں بُرے عادات خود بخود زائل ہو جائیں گے۔

## تواجد:

وجد کی استدعا و درخواست کرنا اور حالت وجد کا اظہار کرنا۔ اس کی تفصیل ووضاحت "تحفۃ الاحباء فی اثبات الوجد والتواجد والرقص والغشی والبکاء" میں موجود ہے۔

## توکل:

باوجود کوشش اور اعمال کے اللہ پر بھروسہ کرنا اور دل کو اسباب دنیوی اور ظاہری سے اٹھا کر صرف حضرت مسبب الاسباب کی طرف متوجہ کرنا اور حضرت حق کے علاوہ کسی کو نظر میں نہ لانا مراد ہے۔

## توبہ نصوح:

اپنے ارادہ سے توبہ پر مکمل عمل پیرا ہونا اور بالکل سچی توبہ کرنا مراد ہے۔

## تولی:

سالک کا باطل کو چھوڑ کر حق کی تولیت میں اپنے کو بالکل دے دینا۔

## توانگری:

کمالات حاصل ہونا مراد ہے۔

## توحید:

ذات بحت کو مع جمع اور فرق کے جاننا اور اپنے کو اس میں گم کر دینا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ توحید شہودی،　　　　۲۔ توحیدِ وجودی

توحیدِ شہودی کی بھی دو اقسام ہیں ایک صوری دوسری معنوی۔ توحید شہودی صوری کو توحید قولی اور ایمانی کہتے ہیں۔ یہ صرف صورت توحید ہے جس پر علماء ظاہر و متکلمین اور عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ صانع ایک ہے اور تمام مصنوعات اس ایک صانع سے ہیں۔ توحید شہودی معنوی یعنی تمام مخلوقات خالق کی مظاہر ہیں لیکن اس سے جدا ہیں۔

دوسری قسم توحید کی توحید وجودی ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ توحید وجودی علمی　　　　۲۔ توحید وجودی عملی کشفی۔

توحید وجودی علمی یہ ہے کہ ایک ذات کے سوا دوسرا کوئی وجود نہیں یہ وجود عین ذات ہے۔ توحید وجودی عملی کشفی کو توحید حالی بھی کہتے ہیں، یہ سب افضل اور اکمل ہے اس کے بھی تین درجے ہیں۔

پہلا جذبہ، جذبات الٰہیہ میں سے سالک پر وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ مکمل طور پر معشوق حقیق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ مخلوق کی تعریف وبرائی سب اس کے نزدیک یکساں ہے کبھی تو اس کی یہ کیفیت ذکر و شغل اور ریاضات و مجاہدات کے سبب ہوتی ہے اور کبھی محض عنایات الٰہی سے اسے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ پہلی صورت میں وہ سالک مجذوب ہے اور دوسری میں مجذوب سالک ہوتا ہے۔

توحید کی مزید تین قسمیں ہیں:

**ا۔ توحید افعالی:** توحید افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ہمہ از وست بھی کہتے ہیں۔ سالک کو پہلے پہل یہی توحید پیش آتی ہے۔ اسی سے تمام افعال کی یگانگی اور ذات کی معرفت ہوتی ہے۔ اس لئے جو کچھ خیر و شر، رنج وراحت، نفع وضرر موت وحیات، کفر وایمان، اطاعت ونافرمانی جو موجودات کے افعال سے ہیں در حقیقت حضرت حق کے یہی ہیں کیوں کہ فاعل حقیقی وہی ہے۔ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کہ بغیر حق کے ارادہ کے مخلوق کے افعال صادر ہونا محال ہیں جو کچھ ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔

**۲۔ توحید صفاتی:** اس کو اصطلاح میں ہمہ بااوست کہتے ہیں۔ یہ توحید افعالی کے محو کرنے کے بعد سالک کو حاصل ہوتی ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، خاقیت ورزاقیت وغیرہ جتنی صفات ہیں ان کا وجود بغیر ذات کے محال ہے صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی الگ نہیں ہو سکتی۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اس میں اپنے کو محو کرے۔

۳۔ توحید ذاتی: توحید ذاتی یہ جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔ سالک کو توحید صفاتی کے محو کرنے کے بعد یہ چیز میسر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال و آثار جو عالم میں ہیں بغیر ذات کے ممکن نہیں یہ کبھی ذات سے الگ نہیں ہوتے۔ ہر صفت میں ذات موجود ہے بغیر وجود ذات کے صفات کا ظہور محال ہے۔ یہ تمام صفات افعال و آثار اسی ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہیں۔ اسی واسطے صفات، افعال اور آثار کو عین ذات، حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک قسم اور ہے جس کو توحید الٰہی اور توحید حقیقی دونوں کہتے ہیں۔ اور وہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ ازل الآزال میں وحدانیت اور فردانیت سے متصف تھا۔ کاناللہ ولم یکن معہ شیئا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

توحید کی محققانہ وعارفانہ بحث کے لئے شاہ محمد وہاج الدین قلندری کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ڈپٹی کلکٹر) کی شرح الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عیون المعارف من شیون العارف ملفوظ شاہ وہاج الدین قلندر کاکوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولفہ محمد عالم قیصری کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز جد محترم مولوی عبد الولی علوی حیدری کاکوروی کا رسالہ "توحید وجودی اور توحید شہودی" ملاحظہ ہو۔

## تواری:

احاطہ اور غلبہ کو کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰہَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ ۲۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ (فصلت ۵۴)

وہ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

**تیمم:**

ظاہر و باطن کی صفائی اور تصفیہ کو کہتے ہیں۔

**تیر مژہ:**

اس سے مراد نور عزت کی نظارہ سوز شعاعیں ہیں جو عاشق کو معشوق حقیقی کے مقابل ہونے کی جسارت نہیں کرنے دیتیں اور خود اپنی نورانیت و محبوبیت سے عاشق کے جگر میں پیوست ہو جاتی ہے۔

**تیغ:**

اس سے مراد صفات جلالی ہے۔

## ث

اس سے اشارہ ثواب دارین کی طرف ہے اور حق کا تعلق ازل سے لطف و کرم اور احسان و جزاء سے ہے۔

**ثقلین:**

لغت میں دو گروہ اور عالم جن وانس کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عالم دنیا اور عالم عقبیٰ مراد ہیں۔ ثقلین دو مراتب کونیہ کو کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ خارجیہ دوسرا مرتبہ داخلیہ ۔ مرتبہ خارجیہ اجسام و امثال اور ارواح ہیں اور مرتبہ داخلیہ واحدیت، وحدت اور احدیت ہیں۔

## ج

### جابسا:

عالم برزخ مراد ہے جہاں ارواح، اجسام عنصری سے جدا ہو کر جاتی ہیں۔ یہ برزخ اس عالم مثال سے مختلف ہے جہاں روحیں اس دنیا میں آنے سے قبل ہوتی ہیں۔ وہ مشرق اجسام میں اور یہ مغرب اجسام میں واقع ہے۔ وہ تنزلات کے مراتب سے اور یہ معارج کے مراتب سے ہے۔ یہاں ارواح اعمال کی مثالی صورتوں اختیار کرتی ہیں۔ یہ عالم بھی عالم روحانی جوہر نورانی غیر مادی ہے۔

### جان:

خاص طور پر روح مراد ہے جو معانی و حقائق کا ادراک کرنے والی اور علوم ربانی کی معلم ہے۔ مجردہ ارواح بھی مراد ہیں۔ عام طور پر اس سے روح حیوانی مراد لی جاتی ہے اس لئے کہ ہر جاندار کی روح کو جان کہتے ہیں۔

### جاناں:

صفت قیومی کو کہتے ہیں جس سے تمام موجودات قائم ہیں نیز معشوق مجازی بھی مراد لیا جاتا ہے۔

### جابلقا:

اس سے وہ عالم مثال مراد ہے جہاں روحیں اس دنیا میں آنے سے پہلے ہوئی ہیں۔ مرتبہ مجمع البحرین، وجوب وامکان بھی کہتے ہیں یہاں بھی عالم کی مثال صورتیں پائی جاتی ہیں۔

**جام:**

عارف کے باطن سے مراد ہے نیز حقیقت جامعیہ، مستی پیدا کرنے والی ہر چیز بھی مراد ہے۔

**جان افزا:**

عاشق و معشوق کی نسبت مراد ہے اور اس ذکر کو بھی کہتے ہیں جو مذکور تعالیٰ تک پہنچا دے۔

**جاں افزا:**

بقائے ابدی کی وہ صفت مراد ہے جس میں فنا نہیں ہے اس سے عاشق و معشوق کی نسبت بھی مراد ہے۔

**جاہل:**

اصطلاح میں جھوٹے طالب اور مرید کو کہتے ہیں۔ نیز ایسا شخص جو اشیاء کے ذریعہ حق کو جانے۔

**جبروت:**

اسماء وصفات الٰہی کی عظمت اور مرتبہ واحدیت مراد ہے کیوں کہ یہاں بے شمار اعیان کا مشاہدہ ہوتا ہے اس سے عظمت الٰہی سالک کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

**جذب:**

وہ بلا کوشش کشائش اور کشش ہے جو بندہ کو حق کی طرف ہو۔

**جذبہ:**

اس سے وہ چیز مراد ہے جس کا سلوک کی منازل طے کرنے میں سالک محتاج ہو اور وہ چیز بلا تکلف اور بغیر کوشش و تکلیف کے اسے ملے، اسے جاذبہ بھی کہتے ہیں۔

## جرس:

اس جمالی خطاب کو کہتے ہیں جس میں تھوڑی خفگی اور قہر بھی ہو۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مراد منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

مجھے محبوب کے مقام میں کیا عیش و آرام ہے جب کہ جرس برابر اعلان کر رہی ہے کہ اپنے کجاوے کس لو اور رخت سفر باندھ لو۔

بقول حضرت جد امجد شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ:

دلیل کارواں بانگ جرس ہے — گواہِ دردِ دل اک نالہ بس ہے

## جرعہ:

اس سے وہ مستی و سرخوشی مراد ہے جو سالک کے دل میں مرشد برحق کی عنایت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے ظرف و استعداد کے مطابق ترقی ہوتی رہتی ہے۔

جرعہ بر تشنگانِ عشق زیر — یا سحاب الجود یا جر العطا

اے سخاوت کے بادل اور بخشش و عطا کے سمندر تشنگان عشق کو ایک گھونٹ ہی عطا فرما۔

## جسد:

لغت میں انسان، جن و ملائکہ وغیرہ کے جسم کو کہتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں ایک صورت ہے جو روحوں سے متمثل ہو کر ظاہر ہوتی ہے خواہ وہ نوری ہو یا ناری۔

## جسم:

جو چیز لمبائی، چوڑائی اور گہرائی رکھتی ہو لغت میں اسے جسم کہتے ہیں۔ جرم اور جسم ایک چیز ہے جسم کا استعمال کثیف ہے اور جرم کا لطیف میں ہوتا ہے۔ اصطلاح میں جسم اور ناہیۃ ہر چیز جنس اور عرض واحد سے مرکب ہے۔ جسم کل مظہر اسم حکیم ہے اور اسم حکیم اس کا فاعل اور رب۔ جسم مفعول اور مربوب ہے۔ جسم کل مرتبہ محمدی ہے۔ بعض اجسام چاروں عناصر پانی، مٹی، آگ اور ہوا سے مرکب ہیں۔ اس میں ایک جوہر ہے جس کو ہیولی کہتے ہیں۔ دوسری صورت نوعیہ ہے۔ جوہر قائم بالذات کو اور عرض قائم بالغیر کو کہتے ہیں۔

جوہر کی دو قسمیں ہیں:

جسم اور غیر جسم، جسم جس میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہو اور غیر جسم جس میں یہ نہ ہوں۔ پھر جسم کی دو قسمیں ہیں ایک نامی اور دوسرا غیر نامی۔ جسم نامی کی دو قسمیں ہیں متحرک اور غیر متحرک۔ متحرک جیسے حیوان اور غیر متحرک جیسے درخت۔ جسم متحرک کی دو قسمیں ہیں ناطق اور غیر ناطق۔ ناطق (بولنے والے) جیسے انسان اور غیر ناطق جیسے حیوان۔

عرض بھی دو قسموں پر ہے ظاہری اور باطنی۔

ظاہری کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ شم (سونگھنا) ۲۔ سمع (سننا) ۳۔ بصر (دیکھنا)
۴۔ ذوق (چکھنا) ۵۔ لمس (چھونا)

باطنی کی بھی پانچ اقسام ہیں:

۱۔ حس مشترک ۲۔ خیال ۳۔ وہم ۴۔ حافظہ ۵۔ متصرفہ

## جعد:

تجلی جلالی اور قہاری کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک تجلی جمالی بھی مراد ہے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

بوئے نافہ کاخر صبازاں طرّہ بکشاید
زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتادردلہا

اس نافہ کی مہک کی قسم جو آخر کو صبا اس طرہ سے کھولے گی، اس کے مشکیں گھنگھریالے بالوں کی شکن کی وجہ سے دلوں میں کس قدر خون ہو گیا۔

## جعل:

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جعل بسیط جو علم الٰہی میں ایجاب کے ساتھ تقرر اعیان ثابتہ کے نفس سے عبارت ہے ان اعیان ثابتہ پر آثار واحکام مرتب نہیں ہوتے۔ دوسرا جعل مرکب ہے جس پر آثار واحکام مرتب ہوتے ہیں یہی آثار واحکام کی ترتیب کا مرتبہ ہے۔

## جفا:

سالک کے دل کو مشاہدہ سے باز رکھنا اور سالک کی مرضی وفطرت کے خلاف امور پیش آنا مراد ہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جفا کم کن کہ فردا روز محشر　　　　بروئے عاشقاں شرمندہ باشی

جفائیں کم کرو ورنہ کل روز محشر عاشقوں کے سامنے شرمندہ ہو گے۔

## جلال:

لغت میں بزرگ ہونے اور بزرگواری کو کہتے ہیں، یہ جمال کی ضد ہے۔ حق کی صفات جلال و جمال میں منحصر ہیں۔ جمال میں نرمی محبت اور لطف اور جلال میں قہر اور جبر ہے صفات باطنی کو جلال اور صفات ظاہری کو جمال کہتے ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں تجلی قہاری کو بھی جلال کہتے ہیں۔ جلال سے ذات بحت کی طرف اشارہ ہے جو گنج مخفی، مرتبہ وراء الوراء اور مرتبہ تنزیہہ محض ہے جو عزت و جلال کے پردہ میں مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے کیوں کہ اس کی حقیقت اور ہویت کو اس کے سوا اور کوئی ادراک ہی نہیں کر سکتا۔ البتہ کاملین پر اسماء و صفات و اعتبار کے پرے تجلی ہوتی ہے۔ جلال سے مراد حادث کا فنا ہو جانا اور قدیم کا باقی رہ جانا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا قول ہے:

الحادث اذا قورن بالقدیم لم یبق لہ اثر۔

جب حادث قدیم کے قریب ہو جائے گا تو اس کے لئے کوئی اثر نہ باقی رہے گا۔

## جلاء:

اپنے انفس میں ذات حق کا ظہور دیکھنا مراد ہے۔ آفاق میں اسی ظہور کے جلوہ کو استجلاء کہتے ہیں۔

## جلوہ:

مشاہدہ کو کہتے ہیں۔

## جلادت:

دل میں مشاہدہ کے ذریعہ حاصل کئے گئے انوار کے ظہور کو کہتے ہیں۔

## جمال:

حق کی تجلی مراد ہے، اسے مشاہدہ کہتے ہیں۔ یہ جلال کے بر خلاف ظہور ذات ہے کہ جو جفاء ذات یعنی تجلی جمالی میں کل کا ظہور ہے، اور تجلی جلالی اور قہاری میں کل کے لئے نفاو نیستی ہے یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔ ہر جمال جلال ہے اور ہر جلال کے پرے جمال ہے کہ جو بھی ظہور اس کا ہے بطور پوشیدگی کے ہے۔ جب جلال اور صفات حلال میں پوشیدگی اور عزت کے معنی لئے جائیں تو اس میں بلندی اور قہر ہونا لازمی ہے۔ جب جمال اور صفات جلال میں قربت، مسافت طے کرنے وغیرہ کے معنی لئے جائیں تو اس کے لئے لطف ور حمت، عطوفت اور انس و محبت لازمی ہیں۔ بعض کے نزدیک جمال کی حد ارواح سے اجسام تک ہے اور جلال کی اعیان سے احدیت تک۔ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ ارواح سے مقام تک جلال اور مثال سے اجسام تک جمال ہے۔

## جمع:

حق کے شہود کو کہتے ہیں۔

## جمع الجمع:

خلق کو حق اور حق کو خلق میں دیکھنا اور حق کو حق میں، خلق کو خلق میں مشاہدہ کرنا یعنی خلق کو خلق اور حق کو حق اور خلق کو حق اور خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا مراد ہے۔

حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی قدس سرہ فرماتے ہیں:

کبھی حق کو عالم سے دیکھیں منزہ          کبھی عالم و حق بہم دیکھتے ہیں

## جمع مع الفرق:

وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت دیکھنا۔یعنی ذات میں صفات کو اور صفات میں اسماء کو ، اسماء میں افعال کو اور افعال میں آثار کو نیز ذات کو عین اسماء اور اسماء کو عین صفات، صفات کو عین افعال اور افعال کو عین آثار دیکھنا مراد ہے۔

## جمعیت:

ہمت کا حق کے ساتھ مشغولی میں متوجہ رکھنا اور غیر حق سے علیحدگی اختیار کرنا جمعیت کہلاتا ہے۔

## جنگ:

امتحانات الٰہی کو کہتے ہیں جو ظاہری و باطنی بلاؤں کے ساتھ ہوں۔اسماءوصفات کے تصادم کو بھی جنگ کہتے ہیں۔

## جنائب:

حق کی جانب سے منازل نفوس میں سیر کرنے والے اور اطاعت و تقویٰ اختیار کرنے والوں کو کہتے ہیں۔

## جنون:

عشق میں ایسا مغلوب ہونا کہ اس غلبہ سے سر پیر کا ہوش نہ رہے۔ ہر چیز سے بالکل بے خبر ہو جانا۔

## جنت:

جنت جمال کا مظہر ہے جو اسم لطیف کی تجلی سے ظاہر ہوئی۔ اس کے آٹھ طبقے میں ہر طبقہ میں بہت سی جنتیں ہیں اور ہر جنت میں بہت سے بیشمار درجہ ہیں۔

پہلا طبقہ جنت الاسلام اور جنۃ المجازاۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنت کے دروازہ کو نیک اعمال سے پیدا فرمایا اور اس کے رہنے والوں پر اسم حسیب سے متجلی ہوا۔ یہ جزاء محض ہے۔

ان لوگوں کے حق میں کلام مجید میں وارد ہوا ہے:

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (۳۹) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (۴۰) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى (النجم: ۴۱)

"انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کے حصول کے لئے وہ کوشش کرے اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔"

اس جنت میں کوئی بھی بغیر نیک اعمال کے داخل نہیں ہو پائے گا۔ اس کو دار المقام اور جنت صوری بھی کہتے ہیں۔ اسی میں قسم قسم کی کھانے پینے کی چیزیں، پانی، شہد، شراب اور دودھ وغیرہ کی نہریں ہیں۔ یہ طبقہ عام مؤمنین کے لئے ہے۔

دوسرا طبقہ اس کے اوپر ہے اور اس سے اعلیٰ ہے جس کو جنت الخلاء اور جنت المکاسب کہتے ہیں جو محض نفع ہے۔ اس طبقہ کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اسم بدیع سے متجلی ہوا اور اس کو عقائد صالحہ سے پیدا کیا۔ جس شخص کے عقائد ٹھیک نہ ہوں گے، وہ اس میں داخل نہیں ہو پائے گا۔

تیسرا طبقہ جنت المواہب ہے جس کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ اسم وہاب سے جلوہ گر ہوا۔ یہ محض بخشش الٰہی سے حاصل ہوتی ہے اس میں کسب واختیار کا دخل نہیں۔

چوتھا طبقہ جنت الاستحقاق ہے جس کو جنت النعیم و جنت الفطرۃ کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اسم حق سے جلوہ گر ہوا جو ابرار و نیک لوگوں کے لئے ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (الانفطار:۱۳)

یقیناً ابرار نعیم میں ہیں۔

پانچواں طبقہ جنت الفردوس ہے جس کو جنت المعارف کہتے ہیں جس میں نہ شجر ہے نہ حجر، نہ محل نہ حور، اس جنت کے لوگ ہمیشہ مشاہدہ میں رہتے ہیں۔ اس کو جنت وسیلہ بھی کہتے ہیں۔

چھٹا طبقہ جنت الفضیلۃ ہے جس کے رہنے والے صدیقین ہیں۔

جن کے متعلق اللہ کلام مجید میں فرماتا ہے:

عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (القمر:۵۵)

صاحب قدرت بادشاہ کے قرب میں، اس کو جنت السماء بھی کہتے ہیں۔

ساتواں طبقہ درجہ رفیعہ ہے جس کو اسم کی حیثیت سے جنت الصفات اور اسم کی حیثیت سے جنت الذات کہتے ہیں جو باطن عرش پر ہے جس کے رہنے والے حقائق الٰہیہ میں غرق ہیں، یہی حضرات صاحب خلافت الٰہیہ کے مقربین خاص ہیں۔

آٹھوں طبقہ مقام محمود ہے جو جنت ذات ہے۔

**جور:**

سالک کا سلوک سے عروج کی طرف باز رکھنا مراد ہے۔

## جوہر:

جو قائم بالذات ہو اور کسی بھی جگہ کا محتاج نہ ہو۔ اس کے پانچ افراد ہیں۔ ایک جسم، دوسرے ہیولیٰ، تیسرے صورت، چوتھے نفس ناطقہ پانچویں عقل۔

## جوئبار:

مجازی بندی کو کہتے ہیں یعنی جب بندہ صفات وافعال سے بالکل خالی و عاری ہو کر ہمہ تن حق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو حقیقی صفات اس میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جیسے پانی جہاں نشیب پاتا ہے فوراً اتر آتا ہے۔ یہی عبودیت، الوہیت کی یافت کا سبب ہے۔

## جواہر العولم والانباء والمعارف:

یہ وہ حقائق الٰہیہ ہیں جو شریعتوں، امتوں، زمانوں کے اختلافات کے سبب تبدیل اور متغیر نہیں ہوتے۔

## جہان تاریک:

وجود سالک کا حجاب مراد ہے اور بعض نے تعینات مراد لئے ہیں یہ زلف کے مترادف ہے کیوں کہ تعینات وجہ حق کی رویت کے لئے حجاب ہیں اور یہی تاریکی و ظلمت ہے۔

## جہنم یعنی آگ:

جنت مظہر جمال اور دوزخ مظہر جلال ہے۔ اس کے بھی سات طبقے ہیں۔

**پہلا طبقہ:** اس کا نام لظیٰ ہے اسے اللہ تعالیٰ نے معصیت اور گناہ سے پیدا کیا اور وہ اس میں اسم منتقم سے جلوہ گر ہوا۔ یہ طبقہ اہل معصیت اور ذنب (گناہ) کے لئے ہے۔

دوسرا طبقہ: جحیم ہے جس میں حق اسم عادل سے جلوہ گر ہوا۔ اس کی تخلیق فجور اور طغیان سے کی۔ یہ ان لوگوں کا مسکن ہے جو بے راہ اور باطن میں سر گرم ہیں۔ کلام مجید میں ہے:

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (الانفطار: ۱۴)

فاجرین یقینا دوزخ میں ہیں۔

تیسرا طبقہ: عسری ہے اس میں حق اسم شدید سے جلوہ گر ہوا۔ اس کو بخل، حسد اور شہوت سے پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جن کی یہ خصوصیات ہیں۔

چوتھا طبقہ: اس کا نام ہاویہ ہے اس میں بصفت غضب جلوہ گر ہوا۔ یہ منافقین کا ٹھکانہ ہے۔

پانچواں طبقہ: سقر ہے اس میں حضرت اسم مذل سے جلوہ گر ہوا۔ یہ متکبرین کا مسکن ہے۔

کلام مجید میں ہے:

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (المدثر: ۲۶)

اب میں اسے آگ میں ڈالوں گا۔

چھٹا طبقہ: اس کا نام سعیر ہے۔ اس میں ذو لبطش کے نام سے جلوہ گر ہوا۔ یہ شیاطین اور منکرین و ملحدین کا مسکن ہے۔

وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ (الملک ۵)

"ہم نے اس کو شیاطین کے لئے مار بنایا اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب بنایا۔"

ساتواں طبقہ: اس کا نام جہنم ہے یہ مشرکین کا ٹھکانہ ہے۔ حضرت حق اس میں ذو عقاب الیم کے نام سے جلوہ گر ہوا۔

کلامِ مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ (البينة:٦)

”جن اہل کتاب و مشرکین نے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے وہی بدترین مخلوق ہیں۔“

## چ

### چاہ ذقن وچاہ زنخ:

مشاہدہ کی لذات اور اس کے اسرار کو کہتے ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

در چاہ ذقن چو حافظ اے جاں — حسن تو دو صد غلام دارد

(معشوق کے چاہ ذقن کی ٹھوڑی کے کنویں) میں حافظ جیسے سیکڑوں غلام قید ہیں۔

### چارہ در داہ:

اس سے نفس کی طرف اشارہ ہے۔

### چشم:

صفت جمالی مراد ہے مسالک کے دل پر تجلی الہامی غیبی وارد ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ وہ مقام قرب میں پہنچتا ہے۔ بعض نے اس سے مرتبہ جمع مراد لیا ہے جو شہود کا مقام و محل ہے۔ صوفیانہ شاعری میں لفظ چشم سے کبھی بصارت ازلیہ کی جانب اشارہ ہوتا ہے کبھی شہود حق حسب استعداد سالک کی طرف اور کبھی حق تعالیٰ کی نظر اور اس کی نظر کے اثرات کی جانب۔ معشوق کی چشم شوخ کا

ایک اثر یہ ہے کہ عاشقوں کے دلوں میں بعد و فراق اور خودی کے پندار سے بیماری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ کبھی غم کے خمار سے جسم ٹوٹتا ہے کبھی محبوب کی نگاہ کو اپنی جانب ملتفت پا کر ایک مستی و سرخوشی کا عالم پیدا ہوتا ہے۔ استغفار اور بے التفاتی بھی اس کے لوازم میں سے ہے، جو ایک نظر میں ہستی سے نیستی کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس کی بے الفتی و استغنا　　　　ساز و سامان نامرادی ہے

لیکن اس کمال استغنا کے باوجود چشم مست و شوخ اور چشم بے باک ہی کی عشاق نوازیاں سوختہ دل عشقوں کو جمال کے مشاہدہ سے نوازتی اور ان کے جسم و جان میں تازہ روح ڈالتی ہیں۔

کون اس سے لڑائے آنکھ تراب　　　　جس نے باندھی کٹار آنکھوں میں

یہی چشم شوخ و بے باک عاشقوں میں قبولیت فیضان کی استعداد بھی پیدا کرتی ہے۔ چشم کی بے شمار اداؤں میں سے ایک غمزۂ چشم ہے جس سے مراد آنکھ کو ایک خاص انداز میں کھولنا و بند کرنا ہے۔ آنکھ کا بند کرن عدم التفات اور کھولنا دل سوزی ہے۔ ان دونوں سے پیدا ہونے والی کیفیت کا نام خوف و امید ہے۔ التفات و عدم التفات دلنوازی و لاپروائی کے تواتر سے ایک عالم طاری رہتا ہے جو خون میں حدت پیدا کرتا اور جوش دلاتا ہے۔ غمزہ میں اظہار و پوشیدگی دونوں ہیں۔ دل عاشق میں کبھی محبوب کے ظہور کا سرور اور کبھی اس کے خفا و مستوری کا نشہ ہوتا ہے اور پھر ایک ہی غمزہ سے عالم کو مستی کی بے ہوشی میں لا کر نیستی کی تاریکی گمنامی میں اتار دیا جاتا ہے۔ اس خاص غمزہ کو نیم نگاہی کہتے ہیں، یہ تجلی جلال کا ایک کرشمہ ہے جس سے حشر برپا ہو جاتا ہے اور تفرقہ و کثرت کی جانب سے

عالم وحدت کی طرف آجاتا ہے اور موجود حقیقی کے سوا جو کچھ ہے سب خاک میں مل کر فنا ہو جاتا ہے۔

**بیماری چشم:** دوری و غم فراق کے غم اور خودی کے پندار کو کہتے ہیں۔

**خماری چشم:** یہ سالک کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر پردے ڈالتی ہے۔

**کرشمہ چشم:** التفات، تجلی جمال اور انوار معرفت کا پرتو مراد ہے۔ یہ وہ مستی و سرخوشی ہے جو موجودات عالم میں شہود تفصیلی کی محبت کے پرتو سے پیدا ہوتی ہے۔ چشم عالم سے مرد انسان ہے۔ چشم کا ایک جزو ابرو ہے۔ ابرو سے مراد صفات ہیں جس طرح ابرو سے چشم پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح ذات کے لئے صفات پردہ بنتی ہیں۔ دو چشم سے بعض اوقات جلال و جمال مراد ہوتے ہیں۔

مست گشتم از دو چشمِ ساقی پیمانہ نوش
الفراق اے ننگ و ناموس الوداع اے عقل و ہوش

میں تو ساقی پیمانہ نوش کی دو چشم سے مست ہو گیا۔ ننگ و ناموس اور عقل و ہوش سب رخصت ہو جاؤ۔

یہاں دو چشم سے جمال و جلال، ساقی سے ذات باری، پیمانہ نوش سے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ۲۹) (وہ ہر دن ایک نئی شان میں ہے) الفراق اے ننگ و ناموس الخ سے انانیت و خودی کو سوسلام مراد ہیں۔ الوداع اے عقل و ہوش سے محویت طاری ہونا مراد ہے۔

**چشم مست:**

سالک کا اپنے آپ کو حق کے مشاہدہ میں گم کرنا مراد ہے۔

## چشم پر خمار:

سالک کا تجلیات میں بیخود ہو جانا ہے۔

## چشم ترک:

مراتب عالیہ کے پوشیدہ رکھنے کو کہتے ہیں جسے اہل کمال اس طرح پوشیدہ و مستور رکھتے ہیں کہ سوائے حضرت حق کے کوئی ان سے واقف نہیں ہوتا۔

## چلیپا:

عالم طبعی مراد ہے۔

## چمن:

معرفت اور محبت مراد ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

چمنے کہ تاقیامت گل اوبہار بادا      صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

ایسا چمن معرفت و محبت جو قیامت تک سدا بہار ہے اور ایسا صنم جس کے حسن و جمال پر دونوں عالم قربان ہوں۔

## چنگ:

اس سے حقیقی ذوق شوق مراد ہے۔

## چنبر:

محبوب کی زلف کا حلقہ جسے حلقہ دائرہ کونی بھی کہتے ہیں۔

### چوگاں:

مرتبہ کمال میں عالم اطلاق کو کہتے ہیں لیکن سلوک میں اسم آخر سے اسم اول تک منازل طے کرنا نیز سیر میں آفاق فی الخارج اور فکر و تفکر میں وسعت خیال عشق کے مشرب میں نامرادی کا وسیع میدان یعنی سالک کی مکمل فنا ہونا اور تعین وجود کی لو بھی نہ باقی رہنا مراد ہے۔

### چہرۂ گلگوں:

تجلی روحی مراد ہے جو سالک پر خواب، بیداری یا بیخودی میں طاری ہوتی ہے۔

### چہرہ:

مرتبہ واحدیت کی تجلی کی جانب اشارہ ہے۔

### چین بر افشاند:

تعینات کے دور کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

## ح

### حاکم:

جو شریعت محمدی ﷺ کے احکامات سالک راہ طریقت پر جاری کرے۔

### حال:

عنایت و بخشش الہٰی سے جو بھی کیفیات قلب میں وارد ہوں انہیں حال کہتے ہیں جیسے رنج و غم، خوف، شرح وبسط، ذوق و شوق وغیرہ لیکن عام طور پر نفس کی صفات کے ظہور کے غلبہ سے یہ کیفیات زائل بھی ہوتی رہتی ہیں کیونکہ اگر قائم رہیں اور ان پر قدرت حاصل ہو جائے تو اسے مقام کہتے ہیں۔

## حال امر:

عالم ارواح مراد ہے۔

## حُب:

علم حق، مرتبہ وحدت، حقیقت محمدی ﷺ، حب حقیقی اور حب ذاتی مراد ہے۔

## حج:

اس سے سلوک الی اللہ مراد ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

حج عام، حج خاص، حج خاص الخاص۔

عام حج یہ ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور تمام ارکان حج ادا کرے۔

خاص حج یہ ہے کہ اپنے دل کو ماسویٰ اللہ، تمام کدورتوں، غیریت اور کثرت سے پاک کرے۔

خاص الخاص حج یہ ہے کہ رب البیت (صاحب خانہ کعبہ) کا مشاہدہ کرے۔

حج رب البیت مراد نہ بود

## حجاب:

تصوف میں اس سے وہ ما اسم مراد ہیں جو عاشق و معشوق کے وصل میں رکاوٹ بنیں اور دل میں اشیاء کونیہ کے نقش ہو جانے اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو تجلیات ربانی کے قبول کرنے میں مانع ہوں۔

حجاب چہرہ جاں می شود غبار تنم
خوش آندمے کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

میرے جسم کا غبار (کثافت) ہی جان کے چہرہ کا حجاب بنتا ہے کیا اچھا لمحہ ہوتا ہے کہ میں اس چہرہ سے نقاب اٹھا دیتا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئینہ دل کو صاف رکھو تو کوئی حجاب ہی نہیں ہے کیوں کہ زنگ خوردہ محبوب کے جمال کو کب دکھا سکتا ہے۔

## حجاب العزت:

اندھے پن اور بد حواسی کو کہتے ہیں۔ اس لئے کثیف ادراکات حقیقت ذات میں موثر نہیں ہوتیں۔ کیونکہ حق کا ادراک حقیقی سے ہی ہوتا ہے جو مکمل فنا کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔

## حجاب ظلمانی:

اس سے صفات ذمیمہ مراد ہیں۔

## حجلہ:

حق کا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

## حد:

وہ فعل جو بندہ اور حق کے درمیان حائل ہو۔

## حرق:

وہ متوسط تجلیات مراد ہیں جو فنا کی طرف کھینچتی ہیں۔ ابتدائی تجلیات کو برق اور آخری کو طمس فی الذات کہتے ہیں۔ بعض نے حرق سے سوز عشق مراد لیتے ہیں۔

## حروف عالیات:

ان شیون ذاتیہ اور اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں جو غیب الغیب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جیسے درخت گٹھلی میں۔

## حریم کبریا:

اس سے ذات باری مراد ہے، عالم بھی مراد لیتے ہیں جو بے مادہ و مدت ہے۔ مرتبہ واحدیت کا آستانہ ہے جسے جبروت کہتے ہیں۔

## حریم لامکاں:

اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں صرف اور صرف ذات باری ہے۔

## حریت:

سالک کا اغیار کی قیود سے بالکل آزاد ہونا مراد ہے۔

اس کے تین درجہ ہیں:

**حریت عوام:** تمام شہوتوں سے آزاد ہونا۔

**حریت خواص:** اپنے ارادہ کو حق کے ارادہ میں فنا کرنے کے بعد تمام ارادوں سے آزاد ہونا۔

**حریت اخص الخواص:** نور الانوار کی تجلیات میں محو ہو کر تمام رسوم و آثار کی قیود و پابندیوں سے کلی طور پر آزاد ہو جانا۔

## حسن:

ہر چیز میں مکمل اعتدال کا نام ہے۔ نیز مجازی لباس میں حقیقت مطلقہ سے بھی مراد ہے۔

## حضوری:

اس سے مراد یاد ہے کیوں کہ حق ہر جگہ اور ہر گھڑی موجود ہے۔ اس سے جس قدر غفلت ہو وہی غائب ہوتا ہے۔

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظؔ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واھملھا

حافظ آگر حضوری چاہتے ہو تو اس سے کسی لمحہ غائب نہ ہو جب محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا و مافیہا کو بالکل چھوڑ کر غافل ہو جاؤ۔

## حضرات خمسہ الٰہیہ:

اس سے مراد:

(۱) حضرت غیب مطلق

(۲) حضرت علمیہ یعنی اعیان ثابتہ

(۳) حضرت غیب برزخی یعنی عالم امر

(۴) حضرت شہادت مطلقہ یعنی عالم خلق

اور (۵) حضرت جامع یعنی انسان کامل ہیں۔

## حفظ العہد:

بندہ کا اس مقام میں قیام جس میں حضرت حق اس کے لئے حد مقرر کر دے۔

## حق:

اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے جس کے معنی ثابت، سزاوار، واجب اور راست کے ہیں۔اصطلاح میں وجود مطلق کو کہتے ہیں۔ یہ تین جگہ پر آتا ہے۔ اول مقام سبب صفات میں جو منقطع الاشارہ ہے اور جسے لا تعین اور واحدیت کہتے ہیں۔ دوم مقام وحدت اور عم مجمل میں جسے حقیقت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہتے ہیں۔ سوم مرتبہ واحدیت میں جسے نفس رحمانی اور حقیقت آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔

## حقیقت:

لغت میں ہر چیز، ہستی، اور ہر ذات کی ماہیت مراد ہے۔ اصطلاحاً یہ لفظ کئی جگہوں پر مستعمل ہے۔

ا۔ حقیقت کو ہر چیز کے باطن پر اطلاق کرتے ہیں اس کا ظاہر مجاز ہوتا ہے۔

مثلاً عالم شہادت مجاز ہے عالم مثال حقیقت، مثال مجاز ہے عالم ارواح حقیقت، عالم ارواح مجاز ہے، عالم اعیان اس کی حقیقت، عالم اعیان مجاز ہے اور اس کے مقابلہ میں علم اس کی حقیقت، علم مجاز ہے اور ذات اس کی حقیقت۔ حقیقت کو اعتبار کے مقابلہ میں بولتے ہیں جیسے حق کے اسماء وصفات ہر چیز کی حقیقت ہیں۔ ہر چیز ایک امر اعتباری کہ اسماء وصفات حق سے اعتبار کی جاتی ہے۔ ذات حق حقیقۃ الحقائق ہے۔ لفظ حقیقت کو واقع اور نفس الامرین کہتے ہیں جو صور علمیہ اور اعیان ثابتہ کا مقام ہے اس کو حقیقۃ الممکنات بھی کہتے ہیں۔

## حقیقۃ الحقائق:

ذات بحت جو ذات احدیت ہے، مراد ہے۔ وہ تمام حقائق کی جامع ہے۔ اس کو حضرت الوجود بھی کہتے ہیں۔ بعض اس اعبار سے مرتبہ وحدیت کہتے ہیں کہ اس میں ان حقائق کا اجمالی علم ہے جو واحدیت کے مرتبہ میں تفصیلی طور پر اعیان کی صورت میں ظاہر ہیں۔

## حقیقت عبد:

اصطلاح میں عدم مطلق کو کہتے ہیں۔ وہ سوائے ایک مفہوم کے کچھ نہیں کیوں کہ وجود حقیقۃ حق ہی کا ہے اور عبد اسی کا ایک اعتباری نام ہے۔

## حقائق الاشیاء:

اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

## حقائق القلوب:

عالم مثال مراد ہے۔

## حقائق الٰہی:

ان اٹھائیس کلی اسماءالٰہی کو کہتے ہیں جنہوں نے مرتبہ واحدیت میں ظہور پایا ہے۔

یہ ارباب اس تفصیل سے محققین کے یہاں ہیں:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔بدیع | ۲۔باعث | ۳۔باطن | ۴۔آخر | ۵۔ظاہر |
| ۶۔حکیم | ۷۔محیط | ۸۔شکور | ۹۔غنی | ۱۰۔مقتدر |
| ۱۱۔رب | ۱۲۔حلیم | ۱۳۔قاہر | ۱۴۔نور | ۱۵۔مصور |

۱۶۔محصی ۱۷۔مبین ۱۸۔قابض ۱۹۔حی ۲۰۔محیی

۲۱۔ممیت ۲۲۔عزیز ۲۳۔رزاق ۲۴۔مذل ۲۵۔قوی

۲۶۔لطیف ۲۷۔جامع ۲۸۔رفیع

## حقائق کونی:

یہ بھی تعداد میں اٹھائیس ہیں اور ان ہی اٹھائیس اسماء الٰہی سے ظاہر ہوئے ہیں یہ سب مربوبات ہیں:

۱۔عقل کل ۲۔نفس کل ۳۔طبیعت کل ۴۔جوہبا ۵۔شکل کل

۶۔جسم کل ۷۔عرش ۸۔کرسی ۹۔فلک بروج ۱۰۔فلک المنازل

۱۱۔فلک زحل ۱۲۔فلک مشتری ۱۳۔فلک مریخ ۱۴۔فلک شمس ۱۵۔فلک زہرہ

۱۶۔فلک عطارد ۱۷۔فلک قمر ۱۸۔کرۂ نار ۱۹۔کرۂ ہوا ۲۰۔کرۂ آب

۲۱۔کرۂ خاک ۲۲۔مرتبۂ جماد ۲۳۔مرتبۂ نباتات ۲۴۔مرتبۂ حیوان ۲۵۔مرتبۂ ملک

۲۶۔مرتبۂ جن ۲۷۔مرتبۂ انسان ۲۸۔مرتبۂ جامع یعنی انسان کامل

## حق الیقین:

عین مقام احدیت میں شہود حق میں محو ہو کر اس کی بقا سے باقی رہنا مراد ہے۔

## حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اسم اعظم اور تعین اول مراد ہے۔

## حقیقت انسانی:

حضرت علم میں تفصیل صفات اور مرتبہ واحدیت کو کہتے ہیں جس کو حقیقت آدم و حضرت جمع و حضرت الوہیت و حضرت ربوبتیہ اور حضرت ارتسام کہتے ہیں۔

## حکمت:

فلسفہ کی اصطلاح اور لغت میں اس کے معنی عقلمندی اور درست کرداری کے ہیں۔ یہ ایک علم ہے جس میں خارجی موجودات سے بحث کی جاتی ہے، اس کی تین اقسام ہیں: طبعی، ریاضی، الہٰی، حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں حقائق و اوصاف اور چیزوں کے خواص اور احکام کا جاننا مراد ہے۔

## حکمت منطوق بہا:

شریعت وطریقت کے علوم کو کہتے ہیں۔

## حکمت مسکوت عنہا:

وہ اسرار حقیقت جن کو علماء ظاہر اور عوام نہیں جانتے اور انکار کرتے ہیں اور اسی انکار کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

## حکمت مجہول عندنا:

وہ اسرار مراد ہیں جن کی ایجاد کی حکمت ان میں پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

## حلاوت:

ان انوار روحانی کے ظہور کو کہتے ہیں جو مشاہدہ سے حاصل ہوں وہ مادہ سے خارج ہیں۔

## حلقہ بگوش:

وہ صاحب استعداد جو کلام الٰہی کے قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

## حلول:

ایک موجود چیز کا دوسری موجود چیز میں داخل ہونا جیسے پانی گڑھے میں۔ جو چیز حلول کرتی ہے اسے حال کہتے ہیں، اور جس میں حلول کرتی ہے اسے محل کہتے ہیں۔ حکماء فلاسفہ کی اصطلاح میں ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح مخصوص ہونا کہ پہلی چیز کی طرف عین اشارہ دوسرے کی طرف ہو، یہ دو طرح پر ہے: حلول سریانی اور حلول طریانی۔ سریانی یہ ہے کہ حال کے اجزاء یعنی عرض اجزائے محل یعنی جوہر میں در آویں اور ایک لمحہ کی تقسیم سے دوسرے کی تقسیم لازم آئے جیسے سیاہی و سفیدی کا حلول۔ طریانی یہ ہے کہ حال کے اجزا محل کے اجزا میں آویں بلکہ کل کل میں آئے۔ جیسے نقطہ کا حلول خط میں اور خط سطح میں اور سطح جمع میں۔ اس قسم کے حلول ماسوی اللہ میں تو تصور کئے جاسکتے ہیں لیکن حق اس حلول سے قطعاً منزہ و پاک ہے۔

## حواس:

یہ حاسہ کی جمع ہے۔ یہ دس ہیں پانچ ظاہری پانچ باطنی۔ ظاہری یہ ہیں:

۱۔ ذائقہ ۲۔ شامہ ۳۔ باصرہ ۴۔ سامعہ ۵۔ لامسہ

پانچ باطنی ہیں:

۱۔ حس مشترک ۲۔ خیال ۳۔ متصرفہ ۴۔ وہم ۵۔ حافظہ

## حیرت:

مرتبہ احدیت میں محو ہو جانے اور عارف کے دیدۂ دل سے اسم ہو کی تجلی کے مشاہدہ کو کہتے ہیں۔ خیال کا کسی چیز کو ادراک کے احاطہ میں لانے سے عاجز ہونا بھی مراد ہے۔

# خ

## خاررہ:

خودی کو کہتے ہیں اور ہر معصیت کو جو سلوک میں پیش آئے۔

## خال:

نقطہ سیاہ چشم کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں نقطہ وحدت اور تجلی جلالی کو من حیث الخفاء کہتے ہیں جو کثرت کا مبدا و منتہا ہے۔

## خال سیاہ:

عالم غیب اور عالم ہستی کو کہتے ہیں بعض نقطہ روح کو بھی کہتے ہیں جس کا مرکز قلب ہے سے سویداء قلب کہتے ہیں۔ اس سے مراد صفات اور لطف الٰہی بھی ہیں۔ انسان کامل کا دل بھی مراد ہے اور یہ سواد اعظم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

## خانقاہ:

اس سے مجازاً خانہ مرشد اور حقیقتاً عالم تنزیہ مراد ہے۔

## خاطر:

جو خطاب دل پر وارد ہو اور جس میں سالک کو اختیار نہ ہو۔ یہ چار قسم کا ہے:

ا۔ ربانی: جو کبھی خطا نہیں کرتا اور کبھی موت، کبھی تسلط اور عدم انقطاع سے پہچانا جاتا ہے۔

۲۔ ملکی: جس کو الہام بھی کہتے ہیں۔

۳۔ نفسانی: جس میں حظ نفس شامل ہو۔ اسے ہاجس بھی کہتے ہیں۔

۴۔ شیطانی: جو حق کی مخالفت کرتا ہے۔

## خد:

نور ایمان کے ظاہر ہونے سے مراد ہے۔

## خرابات:

عارف اور مرشد بر حق کے باطن کو کہتے ہیں جس سے عشق، شوق اور اسرار الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خرابات، عالم اسرار کو کہتے ہیں کہ وحدت در کثرت اور کثرت در وحدیت کے ملاحظہ میں مخفی ہے۔

## خراب:

سالک مستغرق مراد ہے۔

## خراباتی:

اس سے وہ سالک مراد ہے جو اپنی خودی چھوڑ کر نیستی اختیار کرے۔ اس کو صاحب تجرید بھی کہتے ہیں۔

## خرابی:

تدبیرات عقل اور تصرفات کو کہتے ہیں۔

## خرقہ:

لغت میں پھٹے پرانے کپڑے کو کہتے اور تصوف کی اصطلاح میں اس لباس کو جو کوئی شیخ اپنے مرید کو عطا کرے اور اس کو اجازت و خلافت عطا کرے۔ یہ حضور ﷺ کے وقت سے رائج ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا خرقہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا تھا۔ مشائخ کرام میں یہ طریقہ اب تک رائج ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ خرقہ تبرک، خرقہ خلافت، خرقہ سماع وغیرہ۔ خرقہ تبرک یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید، کسی طالب علم یا کسی دوسرے کے مرید کو خرقہ عطا کرے تاکہ وہ اس کی برکت سے نجات پائے اور اس کے برے افعال، نیک اخلاق میں تبدیل ہو جائیں۔

خرقہ خلافت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ خلافت کبریٰ　　　　۲۔ خلافت صغریٰ

خلافت کبریٰ یہ ہے کہ شیخ اپنے کسی کامل مرید کو بحکم الٰہی خلافت دے۔ صاحب خلافت کبری ایک ہی ہوتا ہے۔

خلافت صغریٰ یہ ہے کہ شیخ طالب میں لیاقت و قابلیت، اجازت دینے کی دیکھ کر اجازت دے۔ یہ متعدد لوگوں کو دی جاتی ہے۔ خرقہ سماع وہ ہے جو شیخ سماع میں وجد کی حالت میں اپنا کوئی لباس قوال کو دے۔ خرقہ سے جسم ناسوتی بھی مراد لیا گیا ہے۔

**خزاں:**

وہ بوئے معرفت جو مبتدی کو پہنچنے لگی ہو۔ بعض کے نزدیک خزاں سے انوار و تجلیات کا کم ہونا اور سالک کا نامرادی و نیستی کے مقام میں قدم رکھنا ہے۔

**خشوع:**

بندہ کا حق کے ساتھ ہمیشہ باخوف رہنا۔ خضوع بھی اسی کے مترادف ہے۔

**خشم:**

قہری صفات مراد ہیں۔

**خط سبز:**

عالم برزخ کو کہتے ہیں۔

**خط سیاہ:**

عالم غیب اور غیب الغیب مراد ہے۔

**خط:**

عالم ارواح کی طرف اشارہ ہے۔ جو غیب ہویت کے ساتھ سب سے قریب مرتبہ وجود ہے۔ مظاہر روحانی میں حقیقت کا ظہور جس سے تعینات ارواح مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک حقیقت محمدی ﷺ اور برزخ کبریٰ بھی مراد دہیں۔

**خطرہ:**

وہ خیال جو بندہ کو حق کی طرف بلائے اور بندہ اس کے دور کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

**خفاء الخطاء:**

مرتبہ سلب صفات، ذات بحت اور ہویت کو کہتے ہیں۔

**خفی:**

نام ایک لطیفہ کا ہے جو روح کے بعد ودیعت کیا گیا ہے۔ اسی کی وجہ سے روح پر فیض الٰہی کا فاضہ ہوتا ہے۔

**خلاء:**

عالم تنزیہہ اور ہویت مراد ہے۔

**خلیل:**

جس میں محبت کا غلبہ ہو۔ معشوق حقیقی پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ مراتب محبت میں سے یہ چھٹا مرتبہ ہے۔

**خلیفہ:**

اصطلاح میں انسان کامل کو خلیفہ حق کہتے ہیں۔ اس کو بھی کہتے ہیں جس کو اپنا قائم مقام کریں جیسے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے چار خلفاء ہیں: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت حسن بصری اور حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہم۔ انہیں چار پیر کہتے ہیں جن سے چودہ خانوادے جاری ہوئے۔

## خلق جدید:

حق کی طرف سے بندہ پر برابر فیض کا ورود ہونا مراد ہے۔

## خلوت:

مخلوق کی محبت اور ہستی سے بیگانہ ہونے کو کہتے ہیں اسی سے بغیر خطرات غیر حق کی حضوری مراد ہے۔

غیر را از خانہ بیرون کن در آباد حق نشیں
رازِ خود با حق بگو در روئے غیر حق مبیں

غیر کو گھر سے باہر نکال کر حق کے ساتھ مقیم ہو جاؤ۔ اپنے دل کی بات صرف حق سے کہو، اس کے سوا کسی کی طرف دیکھو بھی نہیں۔

## خلوت در انجمن:

بظاہر خلق کے ساتھ اور بباطن حق کے ساتھ رہنا مراد ہے۔

## خم:

مقام تمکین اور بلند مقام مراد ہے۔ مجازی طور پر عارف کا قلب مراد ہے جس پر برابر فیضان الٰہی ہوتا ہے۔

## خمخانہ:

عالم تجلیات مراد ہے۔

**خم زلف:**

عالم تعینات و عالم خلق۔

**خمّار:**

بادہ فروش یعنی مرشد کامل مراد ہے۔ خمار سے سرور مستی اور خمار سے اوڑھنی اور پردہ مراد ہے جس میں محبوب اپنے کو پوشیدہ رکھے۔ بعض کے نزدیک وصول کے مقام سے واپسی اور بعض کے نزدیک کثرت میں وحدت کا ظہور مراد ہے۔

**خنجر:**

تنزیہی جاذبہ مراد ہے جو سالک کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔

**خندہ:**

اس سے تجلی ظہوری مراد ہے جو انبساط ذات کی جانب منسوب ہے۔

**خودی:**

انانیت مراد ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک اپنی خودی دوسری حق کی جس کو اناء مطلق کہتے ہیں۔

**خواب:**

فناء اختیاری مراد ہے۔

## خوف:

اپنے آپ کو مکروہات سے بچائے اور احکام حق میں بجا آوری میں عبودیت کے ساتھ سرگرم رہے۔

## خیال:

اس سے حق کا خیال مراد ہے یعنی خواب یا بیداری میں جو تصور کرے یا دیکھے اور کل فضا جس میں یہ عالم خلق واقع ہے حضرت حق کی وسعت خیال ہے۔ یعنی اعیان ثابتہ حضرت علم سے حضرت خیال میں منعکس ہیں۔ اسی کا نام ظہور فی الخوارج ہے چوں کہ حق کا خیال بھی حق سے باہر نہیں لہٰذا باوجود فی الخارج ہونے کے بھی یہ تمام اس وقت بھی حق کے اندر ہی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عالم نے وجود کی بو نہیں سونگھی۔

# د

## داغ دل:

اس سے جذب عشقی کا سالک کے دل میں مستقل ہو جانا مراد ہے۔

## دانا:

مرید صادق سالک کو کہتے ہیں جو حق کی راہ میں مضبوط و ثابت قدم ہو۔

## دام:

عشق کی گرفتاری مراد ہے۔

## دبور:

نفس امارہ کے غلبہ کو کہتے ہیں۔ اس کو مغرب کی طرف سے آنے والی ریح دبور سے تشبیہ دی گئی ہے کیوں کہ غلبۂ نفس جسمانی طبیعت کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔

## درویش:

وہ طالب صادق ہے جو سوائے حق کے کسی اور چیز کا طالب نہ ہو اور نہ کسی سے کام رکھے۔

## دریچہ:

انوار روحانی کو کہتے ہیں جس کا مقام دل ہے۔

## درۃ بیضاء:

عقل اول کو کہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ درۃ بیضاء واول ما خلق اللہ العقل۔

یعنی سب سے اللہ تعالیٰ نے درۃ بیضاء اور عقل کو پیدا فرمایا۔

## درازی زلف:

مراتب تنزلات اور ظہورات میں تجلی جمالی کے عدم انحصار کو کہتے ہیں ۔

## درد:

اس حالت کو کہتے ہیں جو محبت میں طاری ہوتی ہے اور محب اس کو برداشت نہیں کر پاتا۔

جد محترم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

درد سب دردوں میں کامل فرد ہے　　　اس کو جس پہلو سے الٹو درد ہے

بعض کا کہنا ہے کہ درد سے تفرق اتصال کی وجہ سے دل کا ٹوٹنا مراد ہے۔ یعنی اپنے اصلی مقام و مقصود سے جدائی کی وجہ سے جو حجابات کے سبب خواہ وہ ظلمانی ہوں یا نورانی واقع ہوں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ طالب کو جنت بغیر محبوب کے دوزخ ہے اور دوزخ محبوب کے ساتھ جنت۔

درد کی عام طور پر تین قسمیں ہیں: ایک عاشق کو معشوق کی جدائی سے ہوتا ہے۔ دوسرا سالک کو اپنے مبدا سے دوری پر ہوتا ہے۔ تیسرے عارف کو کمال ذاتی کی بے نہایتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہاں حجابات نہیں ہوتے جو درمیان میں فصل و جدائی پیدا کریں لیکن عارف کی کمال ذاتی کی طلب بے انتہا ہوتی ہے اس بنا پر اسے سکون نہیں ملتا پھر وہ درد پیدا ہوتا ہے جیسے حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طلب فرمایا:

کفر کافر را و دیں دیندار را　　　　ذرۂ دردت دل عطار را

کافر کے لئے کفر، دیندار کے لئے دین مگر عطار کے لئے تیرے درد کا ایک ذرہ کافی ہے۔

یہی عین یافت و کمال ہے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی۔

میں ان لوگوں کے قریب ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہیں۔

## درباختن:

سالک کا اپنی نظر باطن سے گذشتہ آئندہ کے احوال محو کرنے کو کہتے ہیں۔

## درون:

عالم ملکوت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک عالم انفس کو کہتے ہیں۔

**دُر:**

نکات، اسرار، اور اشارات الٰہی مراد ہیں جو مادہ اور غیر مادہ میں محسوس ہوتے ہیں۔

**دُرد:**

تلچھٹ اور اس سے مراد جاذبہ حقیقی ذاتی ہے۔

**دست:**

صفت قدرت کو کہتے ہیں۔

**دستگاہ:**

تمام صفات اور کمالات کے حصول کو کہتے ہیں۔

**دلائل ثلاثہ:**

اہل منطق کی اصطلاح میں دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کو کہتے ہیں۔ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ مراد ہیں۔

**دلبر:**

تجلی صفاتی مراد ہے اور بعض صفت قابض سے تعبیر کرتے ہیں۔

**دلدار:**

حقیقت روحی اور صفت باسطی نیز سالک کے دل پر وارد ہونے والی صفات تجلیات بھی مراد ہوتی ہیں۔

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست
دل بردلدار رفت جاں برجانانہ شد

حافظ کا مقام اب بارگاہ کبریائی ہوچکا ہے، دل دلدار کے پاس اور جان، محبوب کے پاس پہنچ گئی۔

**دل:**

لطیہ ربانی وروحانی اور حقیقت انسانی کہتے ہیں جس نے دل کو پایا اس نے حق کو پایا۔ بعض لوگ منظر باری بھی کہتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لٰکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔

میرے زمین و آسمان میں میری سمائی نہیں ہے لیکن اپنے مؤمن بندہ کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

**دلائل:**

اس اضطرابی کیفیت کو کہتے ہیں جو ذوق اور عشق کی وجہ سے سالک کے باطن پر وارد ہوتی ہے۔

**دلکشائی:**

اس صفت فتاحی کو کہتے ہیں جس سے دل مانوس ہوتا ہے۔

**دلق:**

اس سے مراد تعین ہے۔

**دم:**

لغت میں سانس کو اور اصطلاح میں باطنی حرکت و دم کو کہتے ہیں۔یعنی حرکت ذات باری کو۔ انسان اور حیوان کی سانس ذی روح کی ذات ہی کی حرکت سے ہے۔

**دنیا:**

حق سے غافل ہونے اور اسے فراموش کرنے کو کہتے ہیں:

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن    نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

دنیا در اصل اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ لباس، چاندی سونے اور اہل و عیال کو اختیار کرنے کا۔

**دوزخ:**

نفس امارہ مراد ہے۔

**دور:**

سلوک کی انتہاء کو کہتے ہیں: النہایۃ ہی الرجوع الی البدایۃ۔ انتہا ہوئی ہے ابتدا کی طرف پلٹنا ہے۔

**دوستی:**

سالک کی محبت کو کہتے ہیں۔

**دوری:**

معارف کیفیات پر شعور ہو جانے کو کہتے ہیں۔ اسی کو عام تفرقہ اور دقائق بھی کہتے ہیں۔

**دوش:**

بمعنی شانہ یا پشت، اصطلاح میں صفت کبریائی حق اور عالم ازل و عالم غیب مراد ہیں۔

**دوست:**

محبت الٰہی کے شیفتہ کو کہتے ہیں اور یہی حقیقی دوستی ہے۔ حقیقی دوست انہیں کہتے ہیں جو آپس میں ایک دل ہوں یعنی ایک کے اطوار و صفات اور حالات و عادات سب دوسرے میں پائے جائیں۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ہے کہ جو اللہ کے ساتھ ہم نشینی چاہتا ہو تو وہ فقراء کے پاس بیٹھے کیوں کہ یہی حقیقی دوست ہیں۔

**دہاں:**

صفت متکلمی و حیات مراد ہے۔

**دیدار:**

دنیا میں دیدۂ دل سے حق کو دیکھنا ہر چیز میں حق کو جلوہ گر دیکھنا اور کسی لمحہ ذات حق سے غافل نہ ہونا مراد ہے۔

**دیر:**

اصطلاح میں مرشد کامل کو کہتے ہیں۔ عالم حیرت و عالم باطن کو بھی مراد لیتے ہیں کیوں کہ اس میں پہنچنے کے بعد شوق الٰہی حاصل ہوتا ہے اور سالک اسرار الٰہی سے آگاہ ہوتا ہے۔

در دیر چوں زدم من زدون ندا برآمد
کہ بیا بیا عراقی توز خاصگانِ مائی

میں نے جوں ہی دیر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی کہ آؤ بھئی عراقی آجاؤ تم تو ہمارے مخصوصین میں ہو۔

## دیدہ:

سالک کے کل احوال پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر مطلع ہونا مراد ہے۔

# ذ

## ذات:

وجود مراد ہے۔ وجود، ذات ہستی اور ہست یہ سب ایک ہی معنی میں ہے۔ شہودی حضرات ذات کو وجود سے الگ کہتے ہیں کیوں کہ عبد کی ذات عدم محض اور عدم مطلق ہے یہ ہر گز موجود نہیں ہو سکتی کیوں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے۔ لیکن وجودی حضرات ایک ہی معنی میں کہتے ہیں۔

## ذات ساذج:

اس کو ذات صرف و ذات بحت کہتے ہیں کیوں کہ اس ذات کے ساتھ کوئی اعتبار نہیں۔

## ذات ہو:

اس سے سلب صفات کے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اسی کو ہویت کہتے ہیں۔

## ذات با اعتبارات:

مرتبہ واحدیت مراد ہے جس میں تفصیل صفات ہے۔

**ذخائر اللہ:**

یہ اولیاء اللہ کی ایک قوم ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مخلوق سے بلاؤں و آفتوں کو دفع کرتا ہے۔

**ذوالعقل:**

وہ شخص مراد ہے جو مخلوق کو ظاہر اور حق کو باطن دیکھے اس وقت اس کے نزدیک حق آئینہ خلق ہو گا۔

**ذوالعین:**

وہ صاحب بصیرت کہ جو حق کو ظاہر اور حق کو باطن پائے اور حق خلق میں مستور و پوشیدہ ہو۔

**ذہاب:**

دل کا ہر محسوس کے حس سے اپنے مشاہدہ کے سبب غائب ہونا۔

## ر

**راہ فنا:**

عاشقوں کی اصطلاح میں عشق کو اور ذاکرین کی اصطلاح میں ذکر کو کہتے ہیں۔

**راز:**

اس سے حق تعالیٰ کی معرفت جو عارفین کے دلوں میں پوشیدہ ہے، مراد ہے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو
کہ کس نکشود نکشاید بحکمت ایں معما را

عشق و محبت میں دیوانگی کی ضرورت ہے۔ گویئے اور شراب کی بات کرو اور زمانہ کے راز کی بات کم کرو اس لئے کہ عقل و دانائی سے کسی نے یہ راز نہ کھولا ہے نہ کھولے گا۔

## رب الارباب:

خداوند تعالیٰ کو کہتے ہیں جو اپنے اسم کے اعتبار سے تمام اسماء و صفات کا پیدا کرنے والا اور تمام مطالب و مقاصد پر حاوی ہے۔ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے)(النجم ۴۲) یہی تعین اول کا مظہر ہے اور ربوبیت عظمٰی اسی کے لئے مخصوص ہے۔ رب الارباب کا اطلاق اسم اللہ پر جامعیت کے اعتبار سے ہے۔

## ربوبیت:

اس سے تمام جہان کی پرورش اسماء الٰہی کے ظہور کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان اسماء کا ظہور مرتبہ واحدیت میں (جس کو بشرط شے کہتے ہیں) ہوتا ہے۔

## رتق:

اس کے لغوی معنوی باندھنے کے ہیں لیکن اصطلاح میں مادۂ وحدانیہ کا جسے عنصر اعظم بھی کہتے ہیں مجمل و مختصر ہونا ہے اور جو آسمان و زمین کی پیدائش سے پیشتر مطلق مجمل تھا۔ عنصر اعظم سے مراد پہلا ہیولی ہے۔ رتق کا ذات احدیت پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

**رجاء:**

حضرت حق سے محویت کی وجہ سے ہمیشہ مقام احدیت طلب کرنا ہے۔

**رجعت:**

قہر الٰہی کی وجہ سے وصول کے مقام سے بطریق انقطاع پھر جانا مراد ہے۔

**رحمن:**

جمعیت اسماء کے اعتبار سے یہ ایک اسم حق ہے اسی سے تمام وجود اور کل کمالات تمام ممکنات پر فائز ہوتے ہیں۔

**رحیم:**

یہ کمالات معنویہ کے اعتبار سے اہل ایمان پر ایک اسم ہے جیسے معرفت و توحید وغیرہ۔

**رحمت امتنانیہ:**

بغیر کسی عمل کی جزاء اور شرط کے نعمت الٰہی کا فیضان ہونا مراد ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:۱۵۶) سے اسی طرف اشارہ ہے۔

**رحمت وجوبیہ:**

اس سے وہ رحمت مراد ہے جو متقین کے لئے رکھی گئی ہے فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ (الاعراف ۱۵۶) (میں اسے ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو متقی ہیں) اور إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (الاعراف:۵۶) (اللہ کی رحمت احسان والوں کے قریب ہے) رحمت وجوبیہ،

رحمت امتنانیہ میں بھی داخل ہے کیونکہ حق کا بندہ کے عمل رحمت وجوبیہ کے ساتھ وعدہ فرمانا منت محض ہے۔

## رُخ:

تجلیات کو کہتے ہیں۔ نیز اسماء وصفات کے ظہور کی کثرت کی وجہ سے ذات الٰہی کو بھی کہتے ہیں۔ تجلی جمالی کا ظہور مراد ہے۔ اسی وجہ سے اعیان عالم کا وجود ہے۔ رُخ تفصیل اسماء کے مرتبہ ومقام یعنی مرتبہ واحدیت نیز ذات حق کو کہتے ہیں۔

شیخ محمود شبستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب گلشن راز فرماتے ہیں:

رُخ اینجا مظہر لطف خدائیست

مراد از خط جناب کبریائی ست

یہاں رخ، لطفِ حضرت حق کا مظہر اور خط سے مراد بارگاہ کبریائی ہے۔

## رُخسار:

حقیقت جامعہ کو کہتے ہیں اور یہی فاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض نے وحدانیت بھی مراد لی ہے۔

مگر رخسار او سبع المثانیست        کہ ہر حرفے ازو بحر معانیست

اس کے رخسار سبع مثانی ہیں، جس کا ہر حرف معانی وبیان کا سمندر ہے۔

## رداء:

بندہ پر حق کی صفات کا ظہور ہونا حدیث قدسی الکبریاء ردائی (کبرائی میری چادر ہے) کی رو سے اسے مقام کبریائی بھی کہتے ہیں۔

## ردی:

حق کی صفات کو باطل کے ساتھ ظاہر کرنا یعنی جو صفات حق کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں سے کسی صفت کو بندہ کا اپنے ساتھ برتنا۔ اسی کو اصطلاح میں ردی یعنی ہلاکت کہتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

الکبریاء ردائی و العظمۃ ازاری فمن نازعنی واحد منہما قصمتہ۔

کبرائی میری ریری رداء اور عظمت میری ازار ہے ان دونوں کے بارہ میں جو کوئی مجھ سے جھگڑا کرے گا تو اس کی پیٹھ توڑ دوں گا۔

## رسم:

ہر وہ عبادت جو بلانیتِ تقرب حق ادا کی جائے اور رسماً و عادۃً عمل میں آئے بے سود ہے۔ اس سے کبھی خلق اور صفات خلق بھی مراد ہوتی ہیں۔

## رشحات:

لغوی معنوی قطرات کے ہیں۔ اصطلاح میں وہ علوم و فیوض و معارف اور دقائق و حقائق ہیں جو عالم قدس سے سالک کے قلب پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔

## رضا:

بندہ کا ہر اس چیز پر خوش و خرم رہنا جو قضاء الٰہی سے اسے پہنچے۔ اس کا سب سے کم درجہ صبر، اور سب سے اعلیٰ تسلیم ہے۔ یہ پانچ مقامات میں سے ہے: توکل، شکر، رضا، تفویض، تسلیم۔

## رعونت:

حظوظ نفسانی اور طبعیت کے مقتضیات میں قائم و کھڑے رہنے کو کہتے ہیں۔

## رغبت:

کسی طرف میلان اور شوق۔ یہ نفس، قلب اور سر سے اس طرح ہوتی ہے کہ نفس کی ثواب کی طرف قلب کی مطلوب کی جانب اور سر کی حق کی سمت۔

## رقیقہ:

نورانی لطیفہ مارد ہے۔ کبھی رقیقہ سے وہ لطیفہ مراد ہوتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان میں ربط پیدا کرے جیسے حق سے بندہ کی جانب مدد واصل ہے اس کو وسیلہ اور رقیقۃ المنزل بھی کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بندہ حق سے قریب ہوتا ہے۔ یہ وسیلہ اخلاق حسنہ، علوم نافعہ، ماقامات رفیعہ اور اعمال وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کو رقیقۃ العروج اور رقیقۃ الارتقاء کہتے ہیں۔ کبھی طریقت کے علوم اور سلوک پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

## رقیب:

نفس امارہ اور ظاہری وباطنی پانچوں حواس مراد ہیں:

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زرقیب دیو سیرت بخدا ہمی پناہم
مگر آں شہاب ثاقب مددے کند خدارا

میں دیو سیرت رقیب سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ شاید وہ روشن وتابناک چہرہ والا محبوب ہماری مدد کرے اور اس رقیب سے چھٹکارہ دلائے۔

## رنج:

اس انقباضی کیفیت کا نام ہے جو کسی خلاف طبیعت واقعہ یا بات کے واقع ہونے سے دل پر طاری ہو۔

## رنگ:

ذات و صفات اور افعال و آثار کے ظہور سے مراد ہے جو ہر لمحہ ہر لحظہ نئ صورت و نیا رنگ دکھاتا ہے۔

## رند:

جو حقائق و معارف ہر ایک سے بے پردہ و بے محابا بیان کرے اور اسے بھی کہتے ہیں جو ہر قسم کی قیود اور پابندیوں و رسم و عادات سے باہر نکل چکا ہو۔ حق کی راہ میں ایسا بے باک ہو کہ کوئی اسے مقصد حاصل کرنے سے باز نہ رکھ سکے۔

## رویت حق:

حق کو خلق میں دیکھنا۔ یہ مشہور مسئلہ ہے کہ خلق حق کا مظہر ہے۔ یہ وجود حق سے موجود ہوئی نہ کہ خود سے۔ کیوں کہ یہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ غیر وجود حق عدم محض کا موجود ہونا محال ہے۔ در حقیقت وجود حقیقی حق ہے جو تشبیہات اور تعینات کے لباس کے ساتھ موجود ہے۔ اسی بنا پر جو کچھ عالم میں نظر آتا ہے وہ وجود حق ہے کہ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ نظر آتا ہے نہ غیر۔ اس لئے کہ مخلوق ایک موہوم اور معقول امر ہے۔ الحق محسوس والخلق معقول (حق محسوس اور خلق معقول ہے) شیخ اکبر رحمہ اللہ فصوص الحکم میں کہتے ہیں کہ حق کی رویت کے لئے تقید اور اطلاق کے اعتبار سے کئ مراتب ہں جیسے انسان کے لئے تقید اور اطلاق کے اعبار سے بہت مراتب ہیں۔ یعنی جسم روح اور

قلب وغیرہ یہ تمام مراتب ایک سے ایک لطیف اور مطلق ہیں۔ ہر مرتبہ میں رویت کی کیفیت بھی تقید اور اطلاق کے اعتبار الگ الگ ہے۔ مثلاً رویت چشم سر باعتبار تقید ہے قلب کی رویت بہ نسبت جسم کے لطیف و مطلق ہے۔ روح کی رویت، قلب کی بہ نسبت لطیف و مطلق ہے۔ اسی طرح سالک پر جس قدر لطافت اور اطلاق بڑھتا جائے گا رویت بھی بڑھتی جائے گی اور وہ حسب مراتب مقید کو مقید اور مطلق کو مطلق دیکھے گا۔ مقید مطلق کو نہ دیکھ سکے گا لیکن مطلق مقید کو دیکھے گا خواہ وہ جہاں ہو دنیا میں یا عقبیٰ میں۔ دنیا میں جو حق کی رویت ناممکن ہے وہ اسی لئے کہ مقید مطلق کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ البتہ جس کسی نے بھی مجاہدہ اور جاذبہ حق کی مدد سے اپنے کو مطلق کیا وہ بے شک دنیا میں بھی اطلاق کے اعتبار سے حق کو بطریق اطلاق مشاہدہ کرے گا۔

## روح:

وجہ خاص حق ہے تمام ارواح اسی کی فروع ہیں۔ جمادی، نباتی، حیوانی اور انسانی کے ہر ہر مرتبہ میں اس کا الگ الگ نام رکھا گیا۔ یہ نہ قریب میں ہے نہ دور نہ دائیں نہ بائیں نہ نیچے نہ اوپر میں ہے بلکہ تمام عالم میں وہ ظاہر ہے۔ آیت:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (البقرۃ:۱۱۵)

"تم جس طرف رُخ کرو اس طرف وجہ اللہ ہے۔"

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص:۷۲)

"میں نے اس میں اپنی روح پھونکی"۔

اس سے اسی طرف اشارہ ہے۔ اسی کو روح قدسی بھی کہتے ہیں۔

یہی وہ روح ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے متمثل ہوئی اور ارشاد فرمایا:

انی انا اللہ لا الہ الا انا۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں کوئی میرے علاوہ معبود نہیں۔

## روح اعظم:

روح کلی مراد ہے جو ربوبیت کی حیثیت سے مظہر ذات الٰہی ہے۔ اس کی حقیقت سوا حق کے کوئی نہیں جانتا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وھو العقل الاول و الحقیقۃ المحمدیۃ و النفس الواحدۃ و الحقیقۃ الاسمائیۃ۔

"اور وہی عقل اول، حقیقت محمدیہ ﷺ، نفس واحدہ اور حقیقت اسمائیہ ہے۔"

یہی سب سے پہلی تخلیق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یہی خلیفہ اکبر اور وہ نورانی جوہر ہے جس کی جوہریت ذات کا مظہر اور نورانیت علم ذات کا مظہر ہے۔ یہ جوہریت کے اعتبار سے نفس واحد کا مسمیٰ اور نورانیت کے اعتبار سے عقل اول سے موسوم ہے۔ جس طرح روح اعظم کے عالم کبیر میں تمام اسماء مظہر ہیں یعنی عقل اول، قلم اعلیٰ، نور نفس کائنہ اور لوح محفوظ اسی طرح اسی طرح عالم صغیر انسانی میں بھی مظاہر اور اسماء مراتب و ظہورات کے مطابق ہیں۔ اولیاء اللہ کی اصطلاح میں یہی مظاہر، سر، خفا، روح، قلب، کلمہ، روع، فواد، صدر، عقل اور نفس ہیں۔

## روح حیوانی:

وہ لطیف ہوا ہے جو عناصر کے لطیف بخارات سے متعدد مضمون کے بعد پیدا ہوتی ہے اور جسم میں زندگی کی قبولیت کی صلاحیت پیدا کر کے اس میں حس و حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ ہڈیوں اور

گوشت میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح آگ کوئلہ میں۔ اسی وجہ سے روح اصلی کو بدن سے تعلق ہے اور اسی کی جدائی سے بدن مر جاتا ہے اس لئے کہ روح حیوانی ہی کے قلب سے بے تعلق ہو جانے کا نام موت ہے۔ اس بے تعلقی سے انسان کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جو درخت کی جڑیں کاٹ دینے سے درخت کی ہو جاتی ہے کہ اس کا کھانا پانی بند ہو جاتا ہے اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس لطیف بخار کا اصلی معدن قلب و دماغ و جگر ہے۔ اسی میں ڈاکٹری کی تدبیر کا تصرف رہتا ہے ان کے علاوہ جو دو مزید اجزاء ہیں ان میں نہ کسی طبیب کی مرضی چلتی ہے نہ طبابت اور سائنس کی۔ اسے روح طبعی اور بدن ہوائی کہتے ہیں۔

## روح انسانی:

یہ روح حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے، نور الٰہی ہے جس کا پرتو روح حیوانی پر ڈالا جاتا ہے۔ یہ دراصل حضرت علیم کی شعاع علم ہے جو نطفۂ انسانی پر چمکتی ہے۔ اور رحم مادر میں تخلیق انسانی کی تکمیل کا باعث ہوتی ہے۔ اسے روح ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

## روح القدس:

یہ وجود حق تعالیٰ سے ایک خاص وجہ ہے جو کن کے احاطہ سے خارج ہے اور مخلوقات میں شامل نہیں، اسی سے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی۔ یہ تمام کونی نقائص سے پاک اور وجہ الٰہی کے ساتھ ہر چیز میں تعبیر کی جاتی ہے۔

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (بقرہ:۱۴۸)

وہ ہر چیز کو پھیرنے والا ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي (ص:۷۲)

میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ (بقرہ:۱۱۵)

تم جدھر بھی رخ کرو اسی طرف اللہ ہے۔

اس سے اسی وجہ اور اسی روح کی سمت اشارہ ہے۔

یہی وجہ ہر چیز میں اللہ کی روح ہے۔ اسی وجہ سے روح القدس کہلاتی ہے اسی کو روح الارواح سرِ الٰہی اور وجود ساری بھی کہا جاتا ہے۔

ہر چیز کے لئے محسوسات میں ایک روح مخلوق ہے جس کی وجہ سے وہ قائم ہے اس صورت کے لئے یہ روح ایسی ہے جیسے لفظ کے لئے معنی۔ یہ روح اپنے قیام کے لئے روح القدس کی محتاج ہے۔ یہ عام محسوسات کے متعلق ہے مگر انسان کا مرتبہ جملہ محسوسات سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اسے تین طریقوں سے روح سے تعلق ہے۔

روح مخلوق اور روح القدس کے علاوہ اسے ایک تیسری چیز سے بھی سابقہ ہے جو ان لوگوں کے درمیان برزخ کے بطور ہے۔ اور جس کے ذریعہ ان دونوں میں زیادہ قوی رابطہ رہتا ہے اور جسے روح انسانی یا روح ملکوتی یا روح الروح بھی کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعہ عبد و معبود کے درمیان راز و نیاز کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ چوں کہ روح انسانی اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے روح اعظم ہے اور روح اعظم ذات الٰہی کی ربوبیت کا مظہر ہے اس لئے ناممکن ہے کہ حضرت حق کے علاوہ کوئی اس کی حقیقت تک پہنچ سکے۔

جس طرح عالم کبیر یعنی کائنات میں بہت سے اسماء و مظاہر ہیں، مثلاً عقل اول، قلم اعلیٰ، نور، نفس کلی اور لوح محفوظ وغیرہ، اسی طرح عالم صغیر یعنی انسان میں بہت مظاہر و اسماء ہیں اور ظہور مراتب کے اعتبار سے ان اسماء کے اصطلاحی نام یہ ہیں:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔سِر | ۲۔خفی | ۳۔روح | ۴۔قلب | ۵۔کلمہ |
| ۶۔فواد | ۷۔صدر | ۸۔روع | ۹۔عقل | ۱۰۔نفس |

کلام مجید واحادیث شریفہ میں یہ تمام اسماء مختلف مقامات پر آئے ہیں:

سِر: اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا نور صرف صاحبان دل اور راسخین فی العلم ہی کو معلوم ہوتا ہے۔

خفی: یہ اس لئے ہے کہ عارف اور غیر عارف سب پر مخفی وپوشیدہ ہے۔

روح: یہ لطیفہ، بند کارب، حیات حسی کا مصدر اور قوائے نفسانی پر فیضانِ حیات کا سرچشمہ ہے۔

قلب: یہ حق اور نفس کی جہتوں میں پلٹتا رہتا ہے کہ جب حق کی جہت میں ہو حق سے انوار کا استفاضہ کرے اور دوسری جہت میں آکر اس نور کا اضافہ کرے۔ قلب کو اپنی جامعیت کے لحاظ سے لطیفۂ انسانیہ بھی کہتے ہیں۔

کلمہ: جب نورِ حق مذکورہ بالا طریقوں سے قلب کی وساطت سے نفس میں ظہور کرتا ہے تو اسے کلمہ کہتے ہیں۔

فواد: فأد کے معنی زخم اور تاثیر کے ہیں۔ متذکرہ بالا نور کے مبدع کے اثر سے متاثر ہونے کے بعد اس کا نام فواد ہو جاتا ہے۔

صدر: ان انوار کے بدن سے متصل ہونے کی حیثیت سے لطیفہ کا نام صدر ہو جاتا ہے۔ یہ انوار مبدأ فیاض کی جانب سے نازل ہوتے ہیں اور تمام انوار کا صدور، صدر ہی ہوتا ہے۔

روع: مبدع قہار کے خوف و قہر سے نفس اثر لیتا ہے جو لطیفہ اس سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام روع ہے۔

عقل: نفس جب اپنی ذات اور اپنے خاص تعین میں تمام شرائط کے اور صحیح حدود کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے تو اسے عقل کہتے ہیں۔

نفس: بدن سے تعلق اور اس کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ جب نفس سے افعال نباتی کا ظہور ہو تو اسے نفس نباتی اور افعال حیوانی کا ظہور ہو تو نفس حیوانی کہتے ہیں۔ جب نفس حیوانی کا قوت روحانی پر غلبہ ہو تو نفس امارہ ہے۔ جب نفس پر قلب کی وساطت سے انوار چمکتے ہیں اور ان کی روشنی میں اس کی نظر انجام پر پڑتی ہے اور وہ عقل کے ساتھ اتفاق شروع کر دیتا ہے اور اپنی خرابیوں و خامیوں کا اسے ادراک ہونے لگتا ہے اور اپنی ترقی اور تکمیل کی تمنا اس میں پیدا ہو جاتی ہے تو اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ اس کا نفس برے افعال پر ملامت کرتا ہے۔ جب انوار نفس میں قوت حیوانی پر غلبہ پا جاتے ہیں تو اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ وہ ترقی کرتے کرتے تجلی الٰہی کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا نام قلب ہو جاتا ہے۔ یہی وہ قلب ہے جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ اور دو عالموں کا ملتقا ہے جو حق کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔

نفس کو روح حیوانی سے اور عقل کو روح ملکوتی سے مناسبت ہے۔ قلب ان دونوں کے درمیان ہے، اس میں جامعیت ہے۔ جس کی وجہ سے اسے لطیفۂ انسانیہ کہتے ہیں۔ روح کی ترجمان گویا عقل ہے۔

جب سالک روح حیوانی کے غلبہ و تسلط سے کسی قدر آزاد ہو جاتا ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور عقل سِر ہو جاتی ہے۔ روح قلب سے لطیف تر اور سِر عقل سے روشن تر ہے۔ قلب کا کام وجد، روح کا الفت، عقل کا یقین اور سر کا کام مشاہدہ ہے۔

## روح الالقاء:

اس سے وہ فرشتہ مراد ہے جو بندوں کے قلوب پر امر الٰہی القا کرتا ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (الغافر: ۱۵)

”وہ بندوں میں سے جس میں چاہتا ہے اپنے حکم سے روح کا القاء کرتا ہے۔“

## روح عالم:

حضرت آدم علیہ السلام سے عبارت ہے کیوں کہ وہ خلیفہ حق ہیں۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرہ: ۳۰)

میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

## روز:

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں کہ دن کو دن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ نوریت و جمعیت والا ہے۔ اس کو وحدت اور وجہ حق بھی کہتے ہیں نیز شب کو شب اس واسطے کہتے ہیں کہ اس میں ظلمت اور تفرقہ ہے۔ یہ دن کے مقابل ہے اسے شب کثرت بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وجہ حق تعین کے حجابات لے لیتا ہے اور یہی ظلمت و تاریکی ہے۔

## روزہ:

حالت تجرید اور خطرات کو رفع کرنا مراد ہے۔

یہ تین قسم کا ہے:

روزہ عام: صبح سے شام تک کھانے پینے اور شریعت میں جو امور منع کئے گئے ہیں ان سے رکنا ہے۔

روزہ خاص: اپنی زبان کو بولنے، کان کو سننے اور آنکھ کو ماسویٰ اللہ سے روگرداں کرنا ہے۔

روزہ خاص الخاص: یہ ہے کہ سالک اپنے دل میں ماسویٰ اللہ اور کسی قسم کی آسائش کو جگہ نہ دے اور ایک گھڑی بغیر یاد حق کے نہ رہے۔

## روسیاہی:

اس سے سواد الوجہ فی الدارین کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ بلند مقام جہاں سالک دونوں جہان سے تجاوز کر جاتا ہے اور دنیا و آخرت، ظاہر و باطن سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں عالم اس کے لئے تاریک ہو جاتے ہیں۔ عدم اصلی کی طرف اس رجوع کو ہی حقیقی فقر کہتے ہیں۔

الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔

## روئے:

تجلیات کے انوار مراد ہیں۔ بعض نے انوار ایمان کے کشف، عرفان کے دروازوں کو کھولنے اور حقیقت کے جمال کے پردوں کو اٹھانے سے بھی مراد لیا ہے۔

## رہبت:

یہ دو قسم کی ہے ظاہری و باطنی۔ ظاہری یعنی وعید سے ڈرنا اور باطنی یعنی سلب کیفیت سے خوف زدہ رہنا۔

**ریاضت:**

شریعت محمدی ﷺ کے مطابق عبادت اور صفائی قلب کے حاصل کرنے کو ریاضت کہتے ہیں۔

**ریحان:**

اس سے وہ نور مراد ہے جو تصفیہ قلب اور ریاضت وعبادت کے بعد حاصل ہو۔

**ریا:**

ظاہری وباطنی عبادت اور اعمال میں حق سے محجوب ہو کر خلق پر نظر رکھنا ریا کہلاتا ہے۔

## ز

**زاجر:**

اس ناصح وواعظ کو کہتے ہیں جو مؤمن کے قلب میں حق کی جانب سے ہو۔ یہ ایک نور ہے جو بندہ مؤمن کے دل میں حضرتِ حق کی عنایت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو حق کی جانب کھینچتا اور متنبہ کرتا ہے۔

**زاہد:**

وہ شخص مراد ہے جو عبادت و ریاضت اور تقویٰ اختیار کرے ، اور ہمیشہ اس پر عامل رہے۔ ماسویٰ اللہ کو دل سے اٹھا کر دوئی اور غیریت کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

زاہدِ خلوت نشیں دوش بہ میخانہ شد

از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد

کل شب خلوت نشیں زاہد سارے عہد وپیماں توڑ کر میخانہ میں جا کر پیمانہ کا ساتھی بن بیٹھا۔

یہاں پر پیمان سے تقید اور پیمانہ سے آزادی مراد ہے۔

زاہد خشک اس ریاکار اور جاہل شخص کو کہتے ہیں جو ظاہری شرعی احکام کی بجا آوری صرف اپنی شہرت اور فخر کی خاطر کرتا ہے۔ اپنے علاوہ ہر شخص کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کا قلب سخت ہوتا ہے اور زبان اس کی غیبت اور مخلوق کی برائی کے لئے دراز ہوتی ہے۔

## زبان:

اسرار الٰہی کو کہتے ہیں۔

## زبان شیریں:

اس امر کو کہتے ہیں جو تقدیر کے موافق ہو۔

## زجاجہ:

عبد مؤمن کے قلب کو کہتے ہیں۔ مصباح روح کو اور شجرہ نفس قدسی کو اور شکوہ جسم کو۔ زیتونہ سے وہ نفس مراد ہے جو نور قدسی کے استعمال کے لئے مستعد ہے۔

## زخم دل وزخم جگر:

دردِ عشق کی ہمیشگی مراد ہے۔

## زر:

ریاضت و مجاہدہ کو کہتے ہیں۔

## زردی:

سالک کی وہ صفت عشق مراد ہے جو سلوک میں پیش آتی ہے۔

## زکوٰۃ:

ترک، ایثار اور تصفیہ باطن کو کہتے ہیں۔اس کی بھی تین اقسام ہیں:

زکوٰۃ عام: اپنے مال سے ایک سال گزر جانے کے بعد چالیسواں حصہ مساکین و فقرا کو دے۔

زکوٰۃ خاص: سالک اپنے کو راہ خدا میں دے ڈالے اور اپنی خودی کو گم کر دے یہی حقیقی زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ حسن: اس سے مجازاً بوسہ اور حقیقۃً فیض روحانی مرشد اور جاذبہ حقیقی مراد ہے۔

## زلف:

عشق الٰہی کے جذبہ کو کہتے ہیں نیز موجودات و تعینات بھی مراد ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ مراتب تنزلات و ظہورات میں تجلی جلالی کی طرف اشارہ ہے۔زلف جذبۂ الٰہی اور ظلمت کافری کو کہتے ہیں۔ غیب ہویت بھی مراد ہے جہاں کسی کا گزر نہیں نیز حقائق طریقت کی مشکلات بھی مراد لی جاتی ہیں۔ بعض نے زلف کو کسوت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیوں کہ زلف رو و حدث کی جانب ہے۔ نیز عرش سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے وہ زلف جناب باری ہے۔ بعض نے سلسلہ امکان کو زلف لکھا ہے جس کا اول مرتبہ عقل کل اور آخری مرتبہ انسان ہے۔

## زمستان:

مقام کشف کو کہتے ہیں۔

## زنار:

یک رنگ کو کہتے ہیں کہ عالم وحدت و حقیقت محمدی ﷺ میں یکجہت و یک رنگ اور صاحب یقین ہو کر کثرت کو اٹھادے۔ اس کی تین اقسام ہیں:

زنار محمود: عبادت و عبودیت کے ساتھ متعلق ہے۔

زنار مذموم: دنیا اور نفس کے ساتھ متعلق ہے۔

زنار بستن: یعنی خدمت کے لئے ہمہ تن مستعد ہو جانا۔

## زنخ:

لطف و محبت کا مقام مراد ہے۔

## زہد:

دنیا اور اس کی فانی لذتوں کو چھوڑ دینا مراد ہے۔

# س

## سابقہ:

عنایت ازلی مراد ہے۔

## سارباں:

رہنما، سالک، مرشد اور قضاو قدر کو بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ بھی سار بانی کرتی ہے۔

## ساز:

اس سے یافت ذات اور بقا بحق مراد ہے۔

## ساعد:

صفت قدر و قوت مراد ہے۔

## ساغر:

لغت میں شراب کا پیالہ اور اصطلاح میں اس سالک کو کہتے ہیں جو انوار غیبی کا مشاہدہ اور مقامات کا ادراک کرے۔ بعض نے ساغر سے گردش چشم مرشدی مراد لی ہے جو سالک کو حقیقی مستی بخشتی ہے۔

در غریبی و فراق و غمِ دل پیر شدم

ساغرے زکف تازہ جوانے بمن آر

میں مسافرت، جدائی اور غم دل میں بوڑھا ہو چکا ہوں، شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے مجھے دے۔

## ساقی:

معنوی فیض پہنچانے والے اور ترغیب دینے والے کو کہتے ہیں جو اپنے کشف و مشاہدہ سے حقائق و معارف بیان کرتا ہے۔ صور مثالیہ و جمالیہ بھی مراد ہیں جن کے دیکھنے سے سالک پر مستی طاری ہوتی ہے۔ نیز مرشد بر حق اور محبوب حقیقی، عارف کامل کو بھی کہتے ہیں۔ ساقی کو مطرب بھی کہتے ہیں کیوں کہ ترانہ محبت اور نغمہ توحید سنا کر مست کرنے میں ساقی، مطرب کا کام بھی انجام دیتا ہے۔

## ساقی شب:

پیر و مرشد مراد ہے۔

## سرخی، سبزی، سفیدی:

سرخی قوت سلوک ہے جو سرخ روئی کا باعث ہوتی ہے، سبزی کمال لطف کو کہتے ہیں جو شادابی کا باعث ہے اور سپیدی یک رنگی کو کہتے ہیں۔

## سپند:

کالے دانہ کو کہتے ہیں۔ اس سے تجلی ذات مراد ہے جس کا رنگ سیاہ ہے اسے ماہتیہ الحقائق بھی کہتے ہیں۔

## ستر:

پردہ کو کہتے ہیں جس کے اٹھنے سے سالک حق سے ملتا ہے۔ یہ پردہ عوام کے لئے غفلت کی سزا اور خواص کے لئے رحمت ہے کہ اگر ذات باری اپنے چہرہ سے پردہ اٹھادے تو اس کے انوار سب کچھ جلا کر خاک کر دیں۔ جب انوار حقیقت قلب عارف پر اپنی شعائیں ڈالتے ہیں اس وقت وہ اپنے قلب پر ایسا پردہ طلب کرتے ہیں جو انہیں تجلی کا متحمل بنادے۔ استتار سے ان کی یہی مراد ہے۔

## سجادہ:

اس کی اصل سہ جادہ ہے یعنی شریعت، طریقت اور حقیقت میں کمال حاصل کرنا۔

## سجود القلب:

سالک کا حق کے مشاہدہ میں اس طرح فانی و غرق ہونا کہ ہوش و حواس نہ باقی رہیں۔

## سحق:

اس سے مراد حقیقت کی تجلی، عظمت میں بندہ کا درمیان سے اٹھ جانا ہے جیسا کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ حادث جب قدیم سے قریب تر ہوتا ہے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

## سخن:

اس سے عالم غیب کی طرف اشارہ ہے، کلام الٰہی بھی مراد ہے:

اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سخن بالعبارت: الفاظ، معانی، مطالب اور حقائق پر مشتمل ہے جیسا کہ:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (النساء: ۱۶۴)

(اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا) کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہوئی یا قرآن مجید ہے جو حقائق و معانی اور مطالب پر مشتمل ہے۔

(۲) سخن بالاشارات: ارواح صور، اعیان شیون پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد ہی:-

لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا (الکهف: ۱۰۹)

اگر سمندر سیاہی ہو جائیں۔

یا

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ (النساء: ۱۷۱)

اپنا کلمہ مریم علیہا السلام پر ڈالا اور اسی میں روح ڈالی۔

یہاں کلمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ناسوتی وجود مراد ہے۔ اس کو زبان حال کہتے ہیں۔ اس معنی میں تمام عالم کلام الٰہی ہے کہ صورتیں الفاظ اور ارواح معانی اعیان مضمون یا مطلب اور شیون

حقائق و معارف ہیں۔ یہ سب ایک ہی ذات سے صادر ہوئیں جو متکلم ہے۔ اس کا تخاطب حقیقت محمدی ﷺ سے ہے جو محبوب حق ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک (اگر آپ ﷺ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)۔

**سدرۃ المنتہیٰ:**

عقل کلی کو کہتے ہیں جہاں پر سب کی سیر اور اعمال اور علوم عقلی تمام ہوتے ہیں۔ یہی اسماء خلقیہ کے مراتب کی انتہاء ہے۔

**سِر:**

اس لطیفہ کو کہتے ہیں جو قلب انسانی میں امانۃً رکھا گیا ہے جیسے روح بدن میں، یہی مشاہدہ کا مقام ہے یہی ایک چیز ہے جو حق سے توجہ ایجادی کے وقت مخصوص کی گئی جس طرح موج کے وقت دریا سے موجیں متعین ہوتی ہیں۔ وہ عین ثابت ہے۔ ہر شخص انا انا اسی سر سے کہتا ہے۔ اسی بنا پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ حق کو حق کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: عرفت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو اسی کے ذریعہ پہچانا۔)

ارشاد ربانی ہے:

**الانسانی سری وانا سرہ۔**

انسان میرا راز اور میں اس کا راز ہوں۔

یہاں انسان کی تخصیص اس کی جامعیت کی وجہ سے ہے۔

**سرائر:**

سالک کا ذات حق میں وصال کے وقت محو ہو جانا۔ حدیث شریف میں اسی طرف اشارہ ہے:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔
اللہ تعالیٰ کے ہمراہ میرا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

یا حدیث قدسی اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی (میرے اولیاء میرے دامن کے نیچے ہیں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں پہچانتا)۔

### سرائر الآثار:

اسماء الٰہی کو کہتے ہیں جو ایوان خارجیہ کے باطن ہیں۔

### سر الحال:

وہ چیز مراد ہے جس کی وجہ سے اسی حال میں حق تعالیٰ کی مراد پہچانی جائے یعنی جو کچھ وارد ہوا ہے اس کی حق یقت وماہیت اور منشا کیا ہے۔

### سر الحقیقۃ:

اس چیز کو کہتے ہیں جو ظاہر نہ ہو پوشیدہ رہے اور ہر شے میں موجود ہو۔یہی باری تعالیٰ کی حقیقت ہے۔

### سر السر:

حقائق واعمال کے تفصیلی علم اور احدیت الجمع کو کہتے ہیں نیز بعض نے ہویت ذات مرادلی ہے۔

### سر العلم:

علمِ باری تعالیٰ کا سِر مراد ہے جو باری تعالیٰ کی حقیقت ہے۔

## سر القدر:

حضرت حق تعالیٰ ہر ہر عین ثابت سے ازل میں جانا گیا یعنی مع ان تمام حالات و کوائف کے جو اس عین ثابت کے خارجی وجود سے ظاہر ہوں گے۔ لہٰذا وہ کسی ایسی چیز کا حکم نہیں کرتا جو اس عین ثابت کے حالات سے ظاہر نہ ہو۔

## سر خوش:

اس سے مراد وہ مستی ہے جو جوش کے ساتھ ہو اور اس کا افاضہ دوسروں پر بھی ہو سکے۔ بقول حضرت لسان الغیب شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

ماہر خوشان مست دل از دست دادہ ایم
ہمراز عشق و ہم نفسِ جام و بادہ ایم

ہم مست سرخوشوں نے ہاتھوں سے دل دے دیا۔ ہم تو عشق کے ہمراز و ہمدم اور جام و شراب کے ساتھی ہیں۔

## سردی:

نفس انسانی کی فراغت اور ٹھنڈک مراد ہے اس سے راحت طلبی کی طرف بھی اشارہ ہے۔

## سر زلف:

انسان کامل کے ناسوتی تعین کی طرف اشارہ ہے۔

## سریان:

چلنے کو کہتے ہیں۔ یہ دو طرح پر ہے ایک حلول سریانی جیسے ایک موجود دوسرے موجود میں کرے۔ مثلاً مواد جسم موادِ عرض میں کرے اور دوسری قسم سریان ظہور مطلق، صدر مقیدات کے ساتھ۔ مثلاً انسان مطلق کا سریان زید عمر، بکر اور خالد ہیں۔

## سرو:

اس سے مراد عالم کون ہے۔ سروخراماں سے مراد نور محمدی ﷺ ہے جس نے قد بالا کے مشاہدہ کے لئے باغ عالم کی سیر اختیار کی۔

## سرور:

اس سے ذات میں صفات شامل ہونے سے ذات کا لذت پانا مراد ہے۔

دلا سراپا سرور ہو جا نکل کے ظلمت سے نور ہو جا
خدا کے نشہ میں چور ہو جا رہے گا مست شراب کب تک

## سعادت:

ازلی طلب کو کہتے ہیں یعنی جس میں ابتدا سے ہی حق کی طلب رکھی گئی ہو۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اپنی قوت بازو سے یہ سعادت اور خوش بختی حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک اللہ تعالیٰ عطا نہ فرمائے۔

## سعۃ القلب:

انسان کامل کا حقیقت برزخیہ کے ساتھ متحقق ہونا مراد ہے کیوں کہ وہ وجوب اور امکان دونوں کا جامع ہے اس لئے کہ قلب کامل ہی برزخ ہے۔

## سفر:

بندہ کا حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ سفر اول، سیر الی اللہ: بندہ کا منازل نفس سے افق مبین تک جو قلب کی انتہا اور تجلیات اسمائیہ کا مبدا ہے سفر کرنا۔

۲۔ سیر فی اللہ: اس میں سالک صفات باری سے متصف اور اسماء حق سے متحقق ہوتا ہے اس کی انتہا افق اعلیٰ یعنی حضرت واحدیت تک ہے۔ اسے مقام روح بھی کہتے ہیں۔

۳۔ سیر باللہ: اس میں سالک عین جمع اور حضرات احدیت تک ترقی و سیر کرتا ہے۔ ولایت کا مقام بھی یہی ہے۔ یہاں دوئی نہیں ہے۔

۴۔ سیر من الحق الی الحق: یہ تکمیل کے واسطے ہے یہی مقام بقا بعد فنا اور فرق بعد الجمع ہے۔

## سفر در وطن:

سالک طبیعت بشری سے سفر کرے یعنی صفات بشری سے صفات ملکی پر فائز ہو کر اخلاق ذمیمہ سے اخلاق حمیدہ کی طرف منتقل ہو جائے۔

## سُکر:

اس حیرت، وحشت، ولہ، اور ہیمان کو کہتے ہیں جو جمال محبوب کے مشاہدہ میں ہوتا ہے۔ یعنی جب سالک جمال محبوب کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی عقل عشق سے مغلوب ہو جاتی ہے، ادراک اور ہوش باقی نہیں رہتے۔ سکر، محویت اور فنا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

## سکینہ:

اس قلبی طمانیت کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر غیب کے اسرار نازل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ نور سالک کے دل میں جاگزیں ہو کر اسے مطمئن کرتا اور عین الیقین کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

## سلاب:

یعنی سالک کا تمام ظاہری و باطنی احوال سے اختیار چھن جانا۔

## سلوک:

قرب حضرت حق کی طلب مراد ہے اصطلاحاً فناء بشریت اور بقاء الوہیت بھی۔ لیکن لغوی اعتبار سے راستہ چلنا ہے۔

## سلام:

درود محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کہتے ہیں لکن اصطلاحاً راضی بر ضا رہنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے تسلیم ہے۔

صبر و تسلیم و رضا چاہیئے تم کو بھی تراب
ہجر کا غم نہ کرو آٹھوں پہر جانے دو

## سلامتی:

کونین ودارین کی تفرید و تجرید مراد ہے۔

## سلسلہ:

اعتصام خلائق کو کہتے ہیں۔ اس سے بالواسطہ فیض مراد ہے۔خواہ آفاق میں ہو کہ تمام اشیاء کو سلسلہ بہ سلسلہ حضرت واحدیت سے فیض رحمانی پہنچتا ہے۔ وہ روحانی جماعت جو آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ومنسلک ہو۔ اس سے مراد زنجیر بھی ہے سالک کو سلسلہ سے متعلق ووابستہ ہونے کے بعد اولیاء وانبیاء حضرت الوہیت سے فیوض وبرکات کی ارزانی ہوتی ہے۔

## سلطان:

اس کے لغوی معنی نشانی، بادشاہی وبادشاہ کے ہیں۔ اس کا مطلب عمل کا قائم ہونا ہے جس کا قیام ہمیشہ اعمال پر ہو۔ اصطلاح میں مبتدی کے لئے استقامت بالعمل ہے اور متوسط کے لئے حضرت جبروت کا مشاہدہ اور منتہی کے لئے بقابعد الفنا ہے۔

## سلطانی:

عشاق پر اعمال واحوال اور واردات الٰہی کا جاری ہونا ہے۔

## سماع:

اس سے نغمہ الست کا خوش آوازی اور مختلف آوازوں سے سننا ہے۔ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے ہر سلیم الطبع انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت فرمائی ہے کہ وہ شیریں نغمہ، دلکش، دلپذیر آواز سن کر مسرور وخوش ہو اور اس پر مستی کی کیفیت طاری ہو۔ اچھی آواز تو انسان یا جانور تک کے لئے

مقناطیسی کشش رکھتی ہے بچے تک اسے سن کر بے خود ہو جاتے ہیں۔ انسان کو آوازوں سے بہت کچھ تعلق ہے۔ آپسی رشتوں اور تعلقات کی استواری ان کا قیام، باہمی خیالات کا تبادلہ اور اس قسم کے جملہ امور کے واسطہ اللہ تعالیٰ نے آواز کو پیدا فرمایا تاکہ انسان اس سے مدد لے اور فائدہ اٹھائے۔ انسان نے فطری طور پر آواز سے محبت کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آواز میں خوش ترکیبی اور دلکشی بڑھی، مدہوشی اور سرخوشی پیدا کرنے والے نت نئے آتال ایجاد ہوئے تو وہ طبعی محبت جوش میں آتی گئی۔ سب سے پہلی مستی اور اس سے وہ فطری محبت جو اس میں ودیعت کی گئی الست بربکم کے دل کش نغمہ کو سن کر طاری اور افزوں ہوئی اور آخری مستی جو اس پر طاری ہوگی وہ آخری صور پھونکنے کے وقت طاری ہوگی جس کی حیات بخش آواز تمام مردوں میں جان ڈال دے گی۔ آواز میں اللہ تعالیٰ نے دونوں طاقتیں رکھی ہیں زندہ کرنے کی بھی اور مار ڈالنے کی بھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز نے نہ جانے کتنے زندہ لوگوں کو موت سے ہمکنار کیا اور کتنے مردہ تنوں میں زندگی دوڑا دی۔

حضرات صوفیہ کے متعدد واقعات ملتے ہیں جنھوں نے خوش آوازی، خوش کلامی میں اپنی جان حضرت حق کے سپرد کر دی۔ اہل صفا و ارباب باطن نے حظوظ نفسانی سے الگ ہو کر اور ضروری شرائط و مناسب آداب کے ساتھ صاحبان حال کا توحید و عشق و محبت کا کلام حسن صوت اور دلکش لحن سے حضوری قلب کے ساتھ سنا۔

سماع کے عدم جواز اور حرمت میں جتنی تحریریں وجود میں آئیں اس سے کہیں زیادہ اس کے جواز حلت اور اثبات کے سلسلہ میں ہیں۔ اکابر متدین صوفیہ کرام نے اس کو آلات موسیقی کے ساتھ بھی سنا ہے۔

اس کے سلسلہ میں تین چیزوں کی صحت سب سے زیادہ ضروری ہے۔ زمان، مکان، اخوان۔

**سنتہ:**

ترک دنیا اصطلاح میں مراد ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: الفریضۃ حب المولی والسنۃ ترک الدنیا۔ (خدا کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔)

**سنبل:**

زلف سے مراد ہے۔

**سوار:**

بطون حق کو کہتے ہیں۔

**سوئے:**

وہ غیرت مراد ہے جو من حیث الیقین ہوتی ہے۔

**سوختہ جلال:**

عاشق کو کہتے ہیں مکمل فانی شخص بھی مراد ہے۔

**سوز:**

اس سے مراد سوزش عشق اور گدازی قلب ہے جو یاد الٰہی میں ہو۔

بقول حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من　　　سوخ ایں افسردگانِ را

**سیاہی:**

مرتبہ احدیت، گنج مخفی اور تجلی مراد ہے۔

## سیر:

سالک کا ایک حال سے دوسرے حال، ایک عقل سے دوسری عقل، ایک تجلی سے دوسری تجلی اور ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا اور اصطلاحاً جذبہ ٔ الٰہی مراد ہے۔

## سیم:

ظاہر و باطن کی صفائی اور تصفیہ کو کہتے ہیں۔

## سیب زن:

مشاہدہ کی فرحت مراد ہے۔

## سیل:

دلی احوال کے غلبہ کو کہتے ہیں۔

## سیمرغ:

اس سے مراد فنا کے بعد مقام بقا ہے۔

# ش

## شاہد:

اس چیز کو کہتے ہیں جو دل میں موجود ہو اور اس کا ذکر اس پر غالب ہو۔ اگر علم اس پر غالب ہو تو اس کو شاہد علم کہتے ہیں اور اگر وجد غالب ہو تو شاہد وجد کہتے ہیں۔ اگر حق ہو تو شاہد حق کہیں گے۔ بعضوں کے نزدیک نور تجلی کے فروغ کو جو ارواح کے ساتھ مخصوص ہو شاہد کہتے ہیں۔ اسی کو تجلی نوری بھی کہتے ہیں۔

شاہد آں نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد
زلف و کمر رکھنے والا ہی معشوق نہیں ہے بلکہ اس کے چہرہ کا غلام بنو جو آن والا ہو۔

**شاہد الوجود:**

نور محمدی ﷺ کو کہتے ہیں جو اصلِ کائنات ہے۔

**شام:**

شام سے مراد کثرت اور صبح سے مراد وحدت ہے۔ بعض کا قول ہے کہ مظاہر تعینات میں خفائے حق شام کہلاتا ہے اور صبح صور مظاہر میں حق کے ظہور کو کہتے ہیں۔

**شب رو:**

شب بیدار کو کہتے ہیں۔

**شب:**

عالمِ غیب، عالم ربوبیت اور عالم حروف مراد ہیں۔ شب کو تفرقہ اور کثرت نیز ظلمت کی وجہ سے شب کہتے ہیں۔

**شب قدر:**

عین استہلاک میں وجود حق کے ساتھ سالک کی بقا کو کہتے ہیں

**شب یلدا:**

سواد اعظم کو کہتے ہیں۔

### شب وروز:

کفر و دین سے کنایہ ہے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے اسی سے فص نوحی میں بطون اور ظہور انسانی مراد لیا ہے۔ یعنی رات سے عقول وروحانیت اور دن سے صورو اجسام۔

### شباب:

مقامات پر سیر کی تیزی و سرعت اور تصفیہ باطن مراد ہے۔

### شبنم:

فیضان حق مراد ہے جس سے ظاہری و باطنی تصفیہ حاصل ہو کر قلب کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے۔

### شجر:

جسم ظاہر یعنی وجود ظاہری جو چاروں عناصر کا مجموعہ ہے مراد ہے۔

### شرک:

حق تبارک و تعالیٰ کے سوا دوسرے کو موجود جاننا اور اس کی ضد ثابت کرنا۔ اس کی تین اقسام ہیں: جلی، خفی، اخفی۔ شرک جلی ذات و صفات حق میں دوسری شے شریک کرنا اور صفات کو ذات حق سے الگ و جدا جاننا۔ شرک خفی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیز کو فی نفسہ موجود گمان کرنا۔ شرک اخفی یعنی سالک اپنے کو سوائے حق موجود جانے۔ سالک اپنے آپ کو، تمام عالم کو فنا اور نابود جانے اور حق کو موجود و باقی جانے یہی اصلی توحید ہے۔

## شراب:

وہ ذوق وشوق مراد ہے جو سالک کے دل پر عالم باطن سے وارد ہوتا ہے اور اسے مدہوش کر دیتا ہے۔بعض کے نزدیک عشق،معرفت اور محبت بھی مراد ہے۔

## شراب بیخودی:

محویت وفنا مراد ہے۔

## شراب بے ساغر وجام:

وہ شراب طہور جس سے سرور حقیقی مراد ہے۔

## شراب بادہ خوار وشراب ساقی آشام:

تجلی ذاتی اور حصول کمال ذاتی مراد ہے۔

## شراب خانہ:

عالم معنی،باطن،پیر کامل،عارف اور بعض نے عالم ملکوت مراد لیا ہے۔

## شراب صاف:

وہ فیض ہے جو مبدأ فیاض سے ارواح مقدسہ پر فائض ہوتا ہے۔

## شرط:

نفس رحمانی کو کہتے ہیں۔

## شست و شو:

عاشق و معشوق کی صفائی قلب و حضوری جو نفس و نفسانیت سے عاری ہوں۔ اس سے دل کا ماسویٰ اللہ سے پاک ہونا بھی مراد ہے۔

## شطحیات:

یہ شطح کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ کلمات ہیں جو مستی عشق اور ذوق محبت میں کسی وقت کسی واصل باللہ سے بظاہر خلاف شرع ظاہر ہوں۔ یہ کلمات خواہش نفس سے مطلق نہیں کہے گئے بلکہ محویت و فنا سے صادر ہوئے۔ یہ حضرات ان کلمات کے کہنے میں معذور سمجھے گئے کیوں کہ یہ سکر و مستی میں زبان حال سے نکلے۔ مثلاً: انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، لیس فی جبتی سوی اللہ، وغیرہ۔

## شعور:

ذات وصفات حق سے آگاہ ہونے کو کہتے ہیں یہ شعور قابل تعریف ہے اس کے برعکس غیریت کا شعور مذموم اور قابل ترک ہے۔

## شعب الصدع:

فرق کا ترقی کے ساتھ جمع کرنا یعنی حضرت وحدت سے حضرت احدیت کی طرف عروج کرنا۔

## شغل:

ذات وصفات کا تصور اور غیریت محو کرنا مراد ہے۔

## شفع:

لغت میں وتر کے مقابلہ جفت کے معنی میں آیا ہے، اصطلاح میں خلق سے عبارت ہے کیوں کہ اسماء الٰہیہ خلق ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ کلام مجید میں حضرت حق نے شفع اور وتر کی قسم کھائی اس لئے جب تک شفعیہ واحدیت، وتر حضرت احدیت سے ضم نہ ہو گی تب تک اسماء الٰہیہ نہ ظاہر ہوں گے۔

## شکر:

سالک اپنے کو نابود اور حق تعالیٰ کو موجود جانے اور تمام صفات و افعال و کمالات حق ہی کی طرف منسوب کرے۔

## شکل:

عین ثابت کی کمیت کو کہتے ہیں جو جوہر میں آکر صورت پکڑتی ہے۔

## شگوفہ:

علومِ مراتب مراد ہیں۔

## شمع:

نور عرفان اور نور الٰہی کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس سے انوار معرفت کا پر تو مراد ہے جو سالک میں ظاہر ہوتا ہے۔ شمع انجمن سے ذات معشوق بھی مراد لی جاتی ہے۔

## شمائل:

تجلی جمالی کے ظہور کو کہتے ہیں۔

## شنگی:

تیز روشنیاں مراد ہیں جن کے دیکھنے سے نگاہوں میں خیر گی آتی ہے۔

## شواہد الاسماء:

احوال واوصاف اور افعال کے ساتھ اکوان کا مختلف ہونا مثلاً مرزوق رازق پر دلالت کرتا ہے، حی محی پر اور میت ممیت پر وغیرہ۔

## شاہد التوحید:

اس سے کونی حقائق کی یکجائی مراد ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ذات حق کا مشاہدہ کرنا ہے کیوں کہ ہر فرد عالم کے لئے ایک خاص تعین کے ساتھ احدیت ہے۔

## شوق:

طلب حق مراد ہے۔

## شوخ:

معشوق مراد ہے۔

## شوخی:

التفات کی کثرت کو کہتے ہیں جو معشوق کی طرف سے ہو۔

## شہود:

رویتِ حق مراد ہے اس طرح پر کہ سالک تعینات کے مراتب اور صوری موہومات سے عبور کرے اور توحید عیانی کے مقام میں پہنچ کر تمام موجودات میں حق کا مشاہدہ کرے۔ غیریت فنا کردے اور حق کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔

## شے لطیف:

وہ شے مراد ہے جو موجود ہونے کے باوجود دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے میں نہ آسکے، جس طرح انفس میں عقل کہ موجود ہے مگر دیکھی سنی نہیں جاسکی اور آفاق میں جوہر۔

## شیون:

شان کی جمع ہے ان کو صور علمیہ (علمی صورتیں) اور حقائق عالم کے اصول کہتے ہیں جو مرتبۂ وحدت میں بطور اجمال اور مرتبہ واحدیت میں بطور تفصیل کے ثابت ہیں۔

## شیوہ:

جذبہ الٰہی مراد ہے اور بعض نے فطرت وعادات الٰہی بھی مراد لیتے ہیں۔

## شیدا:

اہل جذب وشوق اور مست و دنیا کو چھوڑ دینے والے بے خبر عاشق کو بھی کہتے ہیں۔

## شیخ:

اس انسان کو کہتے ہیں جو شریعت وطریقت اور حقیقت کا جامع مکمل انسان ہو اور دوسروں کو بھی ایسا بنا سکے۔

ترا ب اس کی قدمبوسی کی خواہش کیوں نہ ہو سب کو
خدا جس کے تئیں دنیا میں شیخ مقتدا کردے

تنبیہ المنکرین (صفحہ ۲۰) میں لکھا ہے:

''شیخ ''فعل'' کے وزن پر صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔، لغت میں شیخ کا معنی ''پیر'' اور ''خواجہ''، یا جس میں بڑھاپے کے آثار نمودار ہوں۔ یا جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو کر اسّی سال ہو گئی ہو۔ یا عمر رسیدہ ہو۔ اسے شیخ کہا جاتا ہے۔ شیخ کی جمع مشائخ، مشخیہ و مشخ و شیوخ آتا ہے''۔

لفظِ شیخ کے کئی اصطلاحی معانی ہیں۔

(۱) مصنفین و محققین کے نزدیک جس نے ہر علم میں ہر موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہو۔

(۲) فقہاء کرام کے نزدیک جو شخص عمر کے اس حصے کو پہنچا ہو کہ اس کی نمازوں اور روزوں کے بدلے فدیہ دینا ازروئے شریعتِ مطہرہ درست و جائز ہو۔

(۳) اہلِ حساب کے نزدیک شیخ اسے کہتے ہیں جس کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر جائے۔

(۴) اصفیاء کے نزدیک شیخ اسے کہتے ہیں جو سنتِ مصطفی ﷺ کو زندہ کرے اور بدعات کو مٹائے اور مجرمین کو معاف کرنے والا ہو۔ بھلائی کا حکم کرنے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہو۔ جاہلوں کی مجلس سے اعراض کرنے والا ہو۔ جس طرح اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے **خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ** (ان سے درگذر فرمائیں اور نیکی کا حکم دیں، اور جاہلوں سے اعراض فرمائیں) (الاعراف ۱۹۹)

(۵) اصفیاء میں جو خواص ہیں وہ فرماتے ہیں شیخ وہ ہے جو مریدوں کے دلوں کو شریعت کے نور سے منور کرے۔

(٦) محققین اصفیاء فرماتے ہیں شیخ وہ ہے جو گلی ہوئی ہڈیوں کو (باذن اللہ) زندہ کرے، اور بعض اصفیاء نے فرمایا ہے شیخِ طریقت وہ ہے جو بد بخت کو نیک بخت بنا دے یہی قول سیدنا محبوب سبحانی شہباز لامکانی غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے شرح مخزن میں مروی ہے۔"

## شیراز:

شیراز لطیف ترین ناسوت سے مراد ہے۔ یہ ناسوت الطف ایک عالم ہے جو کثرت فی الوحدت اور وحدت فی الکثرت کے مشاہدہ میں پوشیدہ ہے۔ اسے عالم اسرار بھی کہتے ہیں اس مقام پر کاملین کی رسائی ہوتی ہے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض اشعار میں شیراز سے اسی ناسوت الطف کو مراد لیا ہے کیونکہ شیراز ان کا وطن مجازی تھا اور وطن محبت ناسوت الطف کا پرتو ہے۔

## شیرینی:

ذوق وشوق اور جذب کو کہتے ہیں۔ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم بااوست
چشم میگوں لبِ خنداں دلِ خرم بااوست

وہ ملاحت وصباحت کی کان ایسا ہے جس میں تمام عالم کی شیرینی یکجا ہے اس کی مست نگاہیں مسکراتے ہونٹ خوش وخرم دل سب کچھ ہے۔

## شیفتہ جمال:

حسن حقیقی کے عاشق کو کہتے ہیں جو مجازی حسن کو بھی اسی کے ساتھ دیکھے۔

## شیشہ:

اس سے مراد پیمانہ، جام اور دل ہے۔

## ص

### صبا:

وہ ٹھنڈی لطیف و خوشگوار ہوا ہے جو عرش کے نیچے سے صبح کو چلتی ہے۔ اس سے مراد و نفحات رحمانیہ ہیں جو مشرق روحانیت سے آکر مغرب ذات میں لے جاتی ہیں اور ان دواعی کو بھی کہتے ہیں جو نیک کاموں کے باعث ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اے صبا نکہتے از خاکِ درِ یار بیار

ببر اندہ دل و مژدۂ دلدار بیار

اے صبا کہتے از کوئے فلانے بمن را

زار و بیمار غم راحت جانے بمن را

اے صبا! درِ محبوب کی خاک کی ذرا سی خوشبو ہی لا کر محبوب کی خوشخبری دے اور دل سے غم و اندوہ دور کر دے تو فلاں کے کوچہ کی تھوڑی سی خوشبو لا دے، میں اس کے ہجر میں زار و نزار ہوں۔ جان کے لئے تھوڑی سی ہی راحت مہیا کر دے۔

### صاحب الزماں، صاحب الوقت والحال:

وہ شخص جو برزخ اولیٰ کی جمعیت کے ساتھ متحقق، حقائق اشیاء پر واقف اور حضرت حق کے تصرف کے ساتھ ماضی، حال اور مستقبل میں متصرف ہو۔

## صبح:

شمس حقیقت کا طلوع، سالک کے تمام احوال و اعمال کا ظہور اور برزخ کبریٰ مراد ہے جس کے ایک سمت ہوئیت کی غیبت اور دوسری سمت واحدیت کا ظہور ہے۔

## صبوحی:

سالک کی حق کے ہمراہ گفتگو مراد ہے جس سے سالک کو مسرت و سرور اور عیش نصیب ہو۔

## صبیح الوجہ:

وہ جو اسم جواد کے ساتھ متحقق اور اس کا مظہر ہو لیکن چوں کہ انسان کامل ﷺ کی ذات سب سے کامل و مکمل ہے اس لئے یہ اصطلاح صرف آپ ﷺ کے لئے ہے۔

## صبر:

معشوق حقیقی کی طلب اور محبت میں ثابت قدم رہنا اس کی یافت میں محنت و مشقت جھیلنا اور اس سے رتی بھر دل برداشتہ نہ ہونا مراد ہے۔

## صحو:

ذات احدیت میں غیریت کے ساتھ محو ہو جانا مراد ہے۔ اصطلاحاً محویت کے بعد بیداری و ہوشمندی مراد ہے۔

## صدق النور:

یہ وہ کشف ہے جس کے بعد کوئی پردہ نہیں کیوں کہ سالک جس وقت مقام جمع میں پہنچتا ہے اس کو صدق النور کہتے ہیں۔

## صداء:

اس سے ملکی حجاب مراد ہے جو آفاقی تعینات اور نفس کی ظلمت و تاریکی کے اثر سے قلب پر طاری ہو کر تجلیات و حقائق قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہ شروع کی حالت ہے، جب یہ حجاب بڑھ جاتا ہے اور دل پورے طور پر حقائق و تجلیات سے محروم ہو جاتا ہے تو اسے رین کہتے ہیں۔

## صراحی:

مستی و سرخوشی کا مقام ہے جس میں سالک متحیر ہوتا ہے اور اس پر غیبی فتوحات وارد ہوتی ہیں۔ بعض کے نزدیک باطنی حسن ترتیب مراد ہے۔

## صعق:

وہ مکمل فنا مراد ہے جس میں حق کے سوا کسی چیز کا کوئی وجود باقی نہ رہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ (الزمر:٦٨)

جس دن صور پھونکا جائے گا اس روز آسمان و زمین کا سب کچھ فنا ہو جائے گا۔

## صفات ذاتیہ:

وہ صفات جن سے حق تعالیٰ متصف ہے اور ان کی ضد نہیں۔ مثلاً عظمت، کبریائی، قدرت و عزت وغیرہ۔

## صفات فعلیہ:

وہ صفات جن کی ضد جائز ہو جیسے رضا، رحمت غیظ و غضب وغیرہ۔

## صنم:

وہ تجلیات صفاتی اور حقیقت روحی مراد ہیں جو سالک کے دل میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

## صوت سرمدی:

ذات حق کی آواز کو کہتے ہیں جو مخلوق کی پیدائش سے پیشتر تھی اور مخلوق کی فنا کے بعد بھی رہے گی۔ اس لئے حق، الان کما کان (جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے) موجود ہے اس کی آواز کی کوئی حاجت و سمت نہیں۔ اس کو پانا بہت مشکل ہے کیوں کہ یہ تین قسم کی ہے۔ ایک جو دو جسموں کے باہمی صدمہ سے پیدا ہوتی ہے اسے آواز محدث و مرکب کہتے ہیں۔ دوسری بغیر دو جسم کثیف اور ترکیب الفاظ آگ، ہوا کے عنصر اور اس کے اندر سے ظاہر ہوتی ہے اسے آواز بسیط و لطیف کہتے ہیں۔ تیسری بے حد و بے جہت و بے سمت ہے جسے سر حق اور صوت سرمدی کہتے ہیں۔ یہ آواز درخت، پتھر اور انبوہ خلائق میں ظاہر ہوتی ہے بلکہ دف، دہل اور نقارہ کی آواز پر بھی غالب آتی ہے۔ اسے کسی وقت، کسی حالت، کسی حال میں فنا و ٹھہراؤ نہیں۔ یہ تمام آوازوں کی اصل ہے۔ ذکر و اشغال کرنے والے حضرات اس کی دریافت میں حیران و سرگرداں رہتے ہیں، کاملین و واصلین اس آواز سے باخبر ہیں۔ چوں کہ یہ آواز خالص ذات حق کی ہے اس لئے اس میں صفت کا کوئی دخل نہیں۔ جب تک صفات سے نہ گزرے گا اس آواز سے آگاہ نہ ہو سکے گا۔

حضرت شاہ بو علی قلندر پانی پتی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

چشم بند و گوش بند و لب ببند　　　　گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

تم اپنی آنکھ کان ہونٹ مکمل طور پر سی لو اگر اس کے بعد بھی سر حق سے آگاہ نہ ہو تو کہو۔

## صور الحق:

صورت حق مراد ہے جو در حقیقت ذات نبوی ﷺ ہے کیوں کہ آپ ﷺ حقیقت احدیت واحدتیہ کا سرچشمہ ہیں تمام مخلوق آپ ﷺ کی صورت پر ہے اور آپ ﷺ کے توسط و وسیلہ سے سب حق کی صورت پر ہیں۔ آپ ﷺ تمام صورتوں کی اصل ہیں کیوں کہ حق کا تعین اول آپ ﷺ ہی ہیں۔

## صوفی:

مختصراً یوں سمجھ لیا جائے جو اپنے دل کو غیر حق سے بچائے اور شیطانی و نفسانی خطرہ کو دخل نہ ہو۔

## صومعہ:

لغت میں نصرانیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں لیکن اس سے مراد مقام تنزیہہ ہے۔

# ض

## ضلال:

گمراہ ہونے کو کہتے ہیں۔ حضرات صوفیہ عشق و محبت کے مرتبہ کو مراد لیتے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ آپ کی محبت و ذوق و شوق اور عشق کے لئے کہا:

إِنَّکَ لَفِي ضَلَالِکَ الْقَدِيمِ (یوسف: ۹۵)

یقیناً تم قدیمی گمراہی و ضلال میں گرفتار ہو۔

### ضنائن:

لغت میں بخل و کنجوسی اور خاصہ کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں خاصہ ہی مراد ہے یعنی اہل اللہ کا وہ گروہ جس کو حضرت حق نے ان کی نفاست کی وجہ سے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

حدیث شریف ہے:

ان اللہ ضنائن من خلقه البسم النور الساطع یحییهم فی عافیة و یمیتهم فی عافیة۔

یعنی "اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوقات میں ایک ایسا خاص گروہ ہے جس کو اس نے ایک روشن نور سے آراستہ و پیراستہ فرمایا ہے۔ وہ انہیں عافیت میں زندہ رکھتا اور عافیت میں مارتا ہے۔"

### ضمیر:

اندیشہ، دل، اندرون دل اور جو کچھ اس میں پوشیدہ اور گزرتا ہے۔

### ضیاء:

اغیار کو چشم حقیقت سے دیکھنا اور غیر کو حق جاننا یہ نور الٰہی ہے جس کو فراست بھی کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔

## ط

### طامات:

لاف گزاف، خود نمائی اور خود فروشی، جعل فریب اور عوام الناس کی تسخیر کے لئے کشف و کرامات دکھانے کو کہتے ہیں جو بالکل بے اصل ہے۔

## طائر:

اس سے مراد اولیاء مقربین و فرشتے اور بعض کے نزدیک صور علمیہ، اعیان ثابتہ، تقدیر الٰہی و علم کا مقام مراد ہیں۔

## طاہر الظاہر:

وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے گناہوں و خطاؤں سے معصوم رکھا ہے۔

## طاہر الباطن:

وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی وسوسوں، ہوا حس اور تعلق غیر سے محفوظ رکھا جیسے صدیقین اور اولیاءاللہ وغیرہ۔

## طاہر السر والعلانیہ:

وہ شخص جو خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پورا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہے اور ظاہر و باطن میں اس کی نظر حق پر رہے۔

## طالب:

حق کے طلب گار کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ ہے جو طبعی شہوت اور نفسانی لذات سے آگے نکل چکا ہو۔ خودی کو چھوڑ کر تقئید سے اطلاق اور کثرت سے وحدت میں جا ٹھہرے۔ یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے۔ جس قدر ترقی ہوتی ہے اسی قدر طلب بڑھتی جاتی ہے۔

## طبیب روحانی:

شیخ کامل، عالم اور وہ عارف مراد ہے جو کمالات آفات، امراض، دواؤں اور کیفیت و صحت روحانی سے واقف اور ان کی بیماریوں کے علاج جانتا ہو۔

## طرب:

وہ دلی سرور جو حق کے مشاہدہ سے پیدا ہو۔

## طراوت:

انوار الٰہی کے ظہور کو کہتے ہیں۔

## طریقت:

سیر اور سلوک الی اللہ، قطع منازل، ترقی مقامات، تزکیۂ باطن، وصال اور قرب کے ساتھ ہونے کو کہتے ہیں۔ شریعت کے باطن کو بھی باطن کو بھی طریقت کہا جاتا ہے۔

## طمانیت:

سالک کے قلب اور نفس کے حق کے ساتھ سکون پانے کو کہتے ہیں۔

## طمس:

سالک کے عادات و رسوم کو ترک کر کے صفت حق میں بالکل محو اور بے خود ہو جانے کو کہتے ہیں۔

## طوالع:

وہ انوار معارف مراد ہیں جو سالک کے دل پر تجلیات حضرت حق سے پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں سالک کا اپنے اخلاق و اوصاف کو نور باطن سے آراستہ کرنا ہے۔

## طور:

حال و شان کو کہتے ہیں۔

# ظ

## ظالم:

یہ ظلم کا اسم اعل ہے اگر کلام کے جزم کے ساتھ مصدر سمجھ جائے تو جبر و زیادتی کرنے والے کے معنی ہوں گے۔ اگر لام پر پیش ہو تو تاریک کر دینے والے کے معنی ہوں گے اسی بنا پر اہل محبت کی زبان میں معشوق کو کہتے ہیں۔

## ظاہر الممکنات و ظاہر الوجود:

اس تجلی حق کو کہتے ہیں جو صورت اور صفات اعیان کے ساتھ ہو۔ اس تجلی کو وجود اضافی بھی کہتے ہیں۔

## ظل:

تمام ظہورات اور تعینات کو ظل کہتے ہیں۔ ظل اول مرتبہ وحدت کو کہتے ہیں اور ظل ممدود اور تعین ثانی مرتبہ واحدیت کو۔ یعنی ظل ایک اضافی وجود ہے جو اعیان ممکنات کے تعینات اور احکام

ممکنات میں جو معدومات ہیں نور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور وہ خارجی وجود سے عبارت ہے جو معدومات کی طرف منسوب ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان:۴۵)

کیا تم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کیسے پھیلایا۔

یعنی وجود اضافی کو ممکنات پر پھیلا دیا۔ ظلمت اسی نور عدم کے مقابلہ میں ہے۔

## ظل اول:

اس کو ظہور اول بھی کہتے ہیں۔ باطنی اعتبار سے اس کو وحدت اور ظاہری اعتبار سے عقل کہتے ہیں اس لئے کہ یہ پہلا عین اور ظل ہے جو حق تعالیٰ کے نور کے ساتھ ظاہر ہوا اور کثرت کو جو شیون حق ہے قبول کیا۔

## ظل اللہ، ظل الہ:

اس کامل انسان سے مراد ہے جو حضرت واحدیت کے ساتھ متحقق ہو۔

## ظلمت:

عدم سے مراد ہے جو ادراک میں نہیں آسکتی۔

## ظلوم وجہول:

اس سے مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور غیر حق سے جاہل۔ کلام مجید میں ظلوم و جہول سے انسان کی تعریف مقصود ہے۔

## ع

### عارف:

اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حال سے ذات وصفات و اسماء کا مشاہدہ کیا ہو یعنی وہ صاحب نظر عارف جس کو حضرت حق تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور اسماء و افعال کا بینا کر دیا ہو۔ ایسے شخص کو دیدہ دل کے مشاہدہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک عارف وہ شخص ہے جو عالم عرفان میں گم ہو اور نزول و عروج کے مراتب سے گزر کر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے مقام میں محو ہو گیا اور مرتبہ واحدیت و وحدت سے گزر کر اپنی کو دی کو ذات باری میں مٹا چکا ہو۔ اس کے باوجود اس کا حال یہ رہے کہ مخلوق سے بھی وابستہ رہے اور ان کو نفع پہنچاتا رہے اور عروج و نزول میں محو رہے۔

### عارف الوجود:

اعیان ثابتہ کو کہتے جن کو ہمیشہ وجود مطلق حقانی پیش نظر ہے۔

### عاشق:

اصطلاح میں عاشق وہ ہے جو عقل سے دور اور اپنے سروپا سے بے خبر ہو سونے کھانے پینے کو اپنے اوپر حرام جانے۔ زبان اس کے ذکر میں، دل فکر میں اور جان مشاہدہ حقیقی میں مشغول رہے۔

عاشقی را شش نشاں ست اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر کسے پرسد کہ سہ دیگر کدام
کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

اے بیٹے، عشق کی چھ نشانیاں ہیں: ٹھنڈی آہیں، زرد رنگ، نم آنکھیں، اگر کوئی باقی پوچھے تو وہ ہیں:
کم کھانا، کم بولنا، اور نیند کا حرام ہونا۔

عاشق اسے بھی کہتے ہیں جو ظل ممدود اور نفس رحمانی کے مرتبہ سے گذر کر ام الکتاب، عشق صرف اور حب خالص میں پہنچا ہو اس میں ایسا محو ہو کہ خودی کا خیال بھی نہ آوے اور مرتبہ انا میں انا ہو گیا اور اس حالت سے واپس نہ ہو۔ عاشق کا مرتبہ عارف سے افضل ہے مگر عاشق سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا بر خلاف عارف کے کہ اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ویسے تو عارف حقیقی بھی بغیر عاشق حقیقی ہونے کے نہیں ہو سکتا۔

حضرت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی پاتا نہیں بے عشق بازی حقیقی ہوئے عاشق یا مجازی

## عارض:

انوار ایمان کا کشف اور تجلی جمالی مراد ہیں۔

## عالم امر:

اعیان ثابتہ اور ارواح مراد ہیں جس سے کن عالم اعیان اور فیکون عالم ارواح ہے۔

## عالم ثانی:

مرتبہ واحدیت اور عالم صفت ہے۔

## عالم خارج:

عالم ارواح جو اعیان ثابتہ کا سایہ ہے اس سے تمام عالم خلق مراد ہیں۔

## عالم خلق:

عالم اجسام سے مراد ہے اس کو عالم شہادت اور عالم ملک بھی کہتے ہیں۔

## عالم صغیر و کبیر:

انسان اور اس کے جسم کو کہتے ہیں کیوں کہ جو کچھ عالم کبیر میں موجود ہے اس کی نظیر جسم انسانی میں موجود ہے۔ عالم صغیر خاص عالم انسان کو کہتے ہیں۔ عالم صغیر عالم ارواح سے عالم اجسام تک کو کہتے ہیں۔ عالم کبیر عالم ارواح سے عالم اجسام تک ہے۔ اس سے مراد عالم باطن ہے جو وحدت، واحدیت اور احدیت سے مرکب ہے۔

## عالم معنیٰ:

عارف کامل کا باطن اور عالم ارواح مراد ہے۔

## عالم مثال:

عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان کا عالم یعنی جو کچھ عالم اجسام میں ہے اس کی نظیر عالم مثال میں ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ عالم اجسام کثیف ہے اور عالم مثال لطیف۔

## عالم مطلق:

مرتبہ احدیت اور عالم باطن مراد لیتے ہیں۔

## عامہ:

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف ظاہری شریعت پر اکتفا کی، ان کو باطن سے مطلق حس نہیں۔ یہ لوگ علمائے رسوم اور علمائے ظاہر کہلاتے ہیں۔

**عبد:**

اصطلاحاً جو کچھ بھی ظہور کے لائق ہو اسے عبد کہتے ہیں۔ تعین اول سے عبد حقیقی مراد ہے جو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے کہ تعین اول انا سے عبارت ہے۔ یعنی وجود مطلق نے اپنی ذات کو سب سے پہلے انا سے تعبیر فرمایا۔ یہی انا حقیقت محمدی ﷺ ہے۔ چوں کہ خارج میں سب سے پہلے حقیقت محمدی ﷺ ظاہر ہوئی اسی لئے آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کو تعین اول کہتے ہیں۔ یہ ایک وجہ سے مقید اور دوسرے سے مطلق ہے۔ اگر اس اعتبار کو تقید اور اطلاق سے صرف نظر کریں تو نہ عبد ہے نہ رب بلکہ ایک ہی حقیقت ہے۔

التوحید حقیقة لا رب ولا عبد۔

توحید ایک ایسی حقیقت ہے جہاں نہ رب رب ہے نہ عبد عبد۔

اس ایک وجدانی حقیقت کو حقیقت محمدی ﷺ اور برزخ کبریٰ کہتے ہیں جو عبد و رب کے درمیان ہے تاکہ دو ایک نہ ہو جائیں اور ایک دو نہ ہو جائے۔ یعنی یہ حقیقت فصل اور وصل کے واسطے برزخ ہے۔ آیۃ کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (١٩) بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ (رحمن:٢٠) سے اسی برزخ کی طرف اشارہ ہے۔

**عبودیت:**

صدق نیت اور تصحیح نسبت کو کہتے ہیں کہ سالک اپنے سلوک میں بغیر جنت کی لالچ اور دوزخ کے خوف سے اس پر کاربند ہو۔ اس کی چند اقسام ہیں:

ا۔ جن باتوں کا حکم ہے ان پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے رک جانا۔

۲۔ ہر لحہ راضی برضاء الٰہی رہنا۔

۳۔ اپنی خواہش واختیار کو بالکل چھوڑ دینا اور حق کی خواہش واختیار میں رہنا۔

معبود کے مشاہدہ میں عبد کی ہستی مٹ جانا بھی عبودیت ہے۔ یہ اعلیٰ مقام اور مقام محمدی ﷺ ہے۔

**عبودۃ:**

سالک کا اپنے نفس کو رب کی عبادت کے لئے حاضر کرنا اور حق کے مقام فرق وجمع میں عبادت کرنا۔ یہ مقام اخص الخواص کا ہے۔

**عبادلہ:**

صاحبانِ تجلیات مراد ہیں جو حقیقت کے کسی ایک اسم سے متصف ہوتے ہیں اور وہ عبودیت کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔

**عدم:**

نیست ونابود ہو جانا اس کی دو قسمیں ہیں، ایک عدم محض جو وجود کا نقیض ہے جیسے شریک باری۔ دوسرا عدم اضافی جس سے مراد بطون اشیاء ہے۔

**عدم العدم:**

مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں اس لئے کہ عدم کا عدم اثبات ہے، یعنی وجود حقائق کے علاوہ کوئی موجود نہیں۔ اس مرتبہ کو عین الکافور بھی کہتے ہیں اس لئے کہ جس طرح اس کے چشمہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اسی طرح مرتبہ تک کسی کی رسائی نہیں۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ارشاد ہے:

**لاتفکروا فی ذات اللہ وتفکروا فی صفاتہ وآلائہ۔**

اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کیا کرو بلکہ اس کی صفات اور نشانیوں میں غور کیا کرو۔

## عروج:

عالم اجسام سے احدیت تک پہنچنے کو کہتے ہیں جو اصل ہے۔

ارشاد مبارک ہے:

کل شیءیرجع الی اصلہ۔

ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

یعنی سالک اپنے جسم کو محو کرنے سے عالم مثال میں اور عالم مثال کو محو کرنے سے عالم ارواح میں، عالم ارواح کو محو کرنے سے عالم اعیان میں اور عالم اعیان گم کرنے سے وحدت میں اور وحدت گم کرنے سے احدیت میں پہنچتا ہے اسی طرح نزول بھی ہوتا ہے۔

## عرش:

ایک ایسا جسم ہے جو تمام اجسام کو محیط ہے اور عرش بلندی کی وجہ سے موسوم ہے۔ یہ سریر ملک سے تشبیہ دیا گیا ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ قضا و قدر کے احکام کا نزول حکمرانی فرمانے کے وقت اسی مقام سے ہوتا ہے۔ یہ اسماء مقیدہ کے استوار کا مقام ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

یارو تم کہتے ہو جس کو عرش پر　　　میں تو اپنے دل میں اس کو پا گیا

## عرض:

اسے کہتے ہیں جو قائم بالذات نہ ہو بلکہ جوہر کے ذریعے جیسے رنگ و کپڑا۔ کپڑا جوہر اور رنگ عرض ہے۔

اس کے نو افراد ہیں:

۱۔کیف ۲۔کم ۳۔این ۴۔متی ۵۔اضافت
۶۔وضع ۷۔فعل ۸۔انفعال ۹۔ملک

### عزلت:

خلق سے گوشہ نشینی کی وجہ سے میل جول سے علیحدہ ہونا ہے۔

### عشرت:

جذبات عشق کی لذت کو کہتے ہیں۔

### عشوہ:

تجلی جمالی کو کہتے ہیں۔

### عشق:

شدت محبت، کشش معشوق، حب معشوق اور مرتبۂ وحدت کو کہتے ہیں۔یعنی حق تعالیٰ نے اپنی حب ذاتی سے سب سے پہلے عشق کو پیدا کیا جس کو حقیقت محمدی ﷺ کہتے ہیں۔حدیث قدسی کی رو سے حق نے اپنے تعین کو دوست رکھا۔میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے تو مخلوق پیدا کی کہ اس کے ذریعہ پہچانا جاؤں۔اگر پہچاننے وجاننے کی محبت دامن گیر نہ ہوتی تو ذات باری کا ظہور نہ ہوتا۔اسی وجہ سے عشق کا مرتبہ سب سے افضل ہے۔عشق ہی ذات ہے اس مرتبہ کو علم مجمل کہتے ہیں۔عشق عشقہ سے نکلا ہے۔عشقہ وہ گھانس ہے جو درخت پر لپٹتی ہے تو اسے زرد و خشک کر دیتی ہے۔اسی طرح عشق بھی ہے جو عاشق کے وجود کو جمال معشوق کی تجلی میں محو کر دیتا ہے تاکہ

عاشق و معشوق کا تفرقہ باقی نہ رہے۔ عشق محبت کا انتہائی درجہ ہے کیونکہ کوئی چیز مرتبہ میں عشق سے بلند و بالا پیدا نہیں ہوئی۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرة ١٦٥) سے قرآن میں عشق ہی مراد ہے۔ یہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ گویا توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں اس پر قابو و اختیار بھی نہیں ہوتا۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

لیکن یہ ہر ایک کے بس کی چیز بھی نہیں۔ بقول جد محترم حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے۔

عاشقی کانِ نامرادی ہے
عشق دکانِ نامرادی ہے
کون اس راہ میں قدم رکھے
یہ تو میدانِ نامرادی ہے
اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد
ہم سے فرمانِ نامرادی ہے
نامرادی کی بھی طلب نہ رہے
یہی پایانِ نامرادی ہے

اس کے پانچ درجے ہیں:

۱۔ فقدانِ دل: یعنی دل کا گم کر دینا۔ جو شخص گم کردہ دل نہ ہو عاشق نہ ہوگا کیوں کہ جو دل سے باخبر رہے گا وہ عاشق نہ ہوگا۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دل بدستِ دگرے دادن و حیران بودن

عاشقی ہے کیا کہو معشوق کا غلام اس طرح ہو جانا کہ اس کے حوالہ اپنا دل کر کے حیران و بے خبر ہو جانا۔

۲۔ تاسف: ہر وقت بے دل عاشق بغیر معشوق کے اپنی زندگی سے افسوس کرتا رہے۔

ہر لحظہ کہ بے تو مرا میرود زعمر
واللہ ازاں حیات مرا مرگ خوشتر ست

تیرے بغیر زندگی کا ہر پل ایسا ہے کہ خدا کی قسم موت اس زندگی سے میرے لئے اچھی ہے۔

۳۔ وجد: یہ عجیب و غریب قسم کا حال ہے جو نہ لکھا جا سکتا ہے نہ بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ سے عاشق کو کسی جگہ اور کسی وقت چین و آرام اور قرار نصیب نہیں ہوتا۔

۴۔ بے صبری: اس درجہ میں عاشق طاقت سے طاق اور اس کی جان شوق و اشتیاق میں جل بھن جاتی ہے۔ شوق و ذوق کی ایسی آگ بھڑکتی ہے جس سے وہ رات دن بے قرار رہتا ہے۔

۵۔ ضیانت: عاشق اس درجہ میں پہنچ کر دیوانہ ہو جاتا ہے اور سوا معشوق کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

عشق کی دو قسمیں ہیں: مجازی اور حقیقی۔

حقیقی عشق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے عشق کو کہتے ہیں۔

عشقِ مجازی کی بھی دو قسمیں ہیں: نفسانی اور حیوانی۔ نفسانی لطافت و صفائی نفس کے لئے ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے عاشق صاحبِ وجد، رقیق القلب، غمزدہ غور و فکر کرنے والا بنتا ہے۔ دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یہ مجاز ہے جو نعمت و بخشش خداوندی ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسے سوائے معشوق کے دوسری طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتی اس میں عاشق کی توجہ دراصل معشوق حقیقی کی جانب ہتی ہے جو صورت میں آکر جلوہ نمائی کرتا ہے۔

راہ سلوک میں اس چیز کے علاوہ کوئی دوسری چیز مطلوب پر فائز کرنے والی ہے ہی نہیں اس لئے کہ عاشق اس عشق سے کائنات سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور خودی سے نجات پالیتا ہے جو اصل ہے۔

عشق حیوانی: امارگی کا باعث ہے۔ امارگی نفس پرستی وہوس رانی ہے جو فسق اور مذموم ہے ورنہ سچ پوچھئے تو حقیقی و مجازی کا فرق اعتباری ہے۔ مجازی سے حقیقی بھی حاصل ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق و عاشقی بیان و تشریح سمجھنے سمجھانے میں مشکل سے آتے ہیں۔ (برادر معظم جناب مولوی شاہ شبیہ انور علوی مدظلہ نے اس سلسلہ میں ایک باقاعدہ رسالہ مرتب کیا ہے جس میں مالہ وماعلیہ کا بیان ہے)۔

## عقل کل:

نورِ محمدی ﷺ مراد ہے جو خارج میں پہلا مظہر ہے۔ تمام مخلوقات سے قبل اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا۔ اور اس کو معظم و مکرم و مشرف فرمایا۔ وہ جوہر کیا تھا؟ وہ عقل تھی۔ جیسے حدیث مرفوع میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اول ما خلق اللہ العقل (تمام مخلوقات سے قبل رب تعالیٰ نے جوہر عقل کو پیدا فرمایا)۔ اور یہ عقل جوہر قائم بنفسہ ہے۔

کیونکہ: لانہ محال وجود شئ من الاعراض قبل وجود جوھر یحملہ۔

یعنی "کیونکہ اعراض میں سے کسی شے کا وجود اس وقت تک نہیں پایا جاسکتا جب تک جوہر نہ ہو۔ تاکہ اس جوہر کے ساتھ استعانت پکڑے اور اس کے ساتھ قائم ہو جائے۔"

اس لئے رب تعالیٰ نے سب کائنات سے قبل ایک شریف و عظیم جوہرِ نورانی یعنی عقل کو پیدا فرمایا تاکہ تمام کائنات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جائے اور استقرار پکڑے۔

اس جوہر یعنی عقل کے شرف و عظمت پر بہت سی آیات واحادیث دال ہیں۔

وقد سماہ اللہ تعالیٰ نوراً فی قولہ :اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور ۳۵) ای منورھما والنور ھو العقل۔

یعنی رب تعالیٰ نے اس جوہر شریف و عظیم کو اپنے کلام میں نور فرمایا۔ اور نور سے اس آیت مبارک میں عقل مراد ہے۔

تو آیت مبارک کا سری معنی یہ ہوگا:

اللہ منور السموت والارض بنور العقل۔

یعنی اللہ جل شانہ نے زمین و آسمانوں کو منور فرمایا نور عقل سے۔ یعنی سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا پھر عقل کے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ اس لئے تمام کائنات جو ہر عقل میں ودیعت تھی۔ رفتہ رفتہ تفصیل ہو گئی۔

ابو نعیم نے حیلہ میں حضور علیہ السلام کی عقل مبارک کی شان میں روایت کیا ہے کہ جب حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں اور تمام کتابوں میں میں نے یہ دیکھا:

ان اللہ لم یعط جمیع الناس من بدع الدنیا الی انقضائھا من العقل فی جنب عقل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا کحبۃ رمل من جمیع رمال الدنیا وان محمدا ارجع الناس عقلا وافضلھم رأیاً۔

یعنی تمام مخلوق کی عقل ابتدائے آفرینش سے انتہاء تک حضور ﷺ کی عقل مبارک کے مقابلہ میں ایسا سمجھ لیں جیسے ایک ذرہ ریت کا تمام دنیا کے بحار، جنگلات، بیابان وغیرہ ریتوں کے پہاڑوں کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی تمام دنیا کی ریت جمع کی جاوے اور بڑے بڑے پہاڑ تیار ہو جائیں اور ان پہاڑوں میں سے ایک ذرہ ریت اٹھا کر الگ رکھی جاوے تو اس ذرے کی پہاڑوں کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کی عقل حضور ﷺ کی عقل مبارک کے سامنے ایک ذرہ

جیسی ہے۔ اور آپ ﷺ عقل ورائے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے ارجح وافضل ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ حالانکہ قرآن پاک آپ ﷺ کے متعلق اعلان فرمارہاہے:

**قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ۔ فاالنور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔**

تحقیق آیا ہماری طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔ نور سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔

حضور شافع یوم النشور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا:

**یا رب ھل خلقت شیئا اعظم من العرش قال نعم العقل۔**

کہ اے رب تعالیٰ عرش معلیٰ سے بھی کوئی بڑی عظیم شے تونے پیدا فرمائی ہے؟ رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔

میں نے عرش معلی سے ایک بہت بڑی عظیم شے پیدا فرمائی ہے جو کہ عرش معلی پر محیط ہے اور وہ عقل ہے۔[2]

**سوال:** عقل کس کو کہتے ہیں؟

**جواب: فالعقل وھو نور ای قوۃ شبیھۃ بالنور فی انہ یحصل بھا الادراک فی بدن الادمی ای فی رأسہ او فی القلب علی اختلاف القولین۔**[3]

**قولہ واما العقل فی للغۃ القید یقال عقلت البعیرۃ ای قیدتہ ثم نقل الی معان و المراد ھھنا ادراک یمتاز بہ الانسان عن البھائم و ذالک لانہ کالقید ارتکاب القبائح۔**[4]

**سوال:** انسان کی شرافت کس چیز کی وجہ سے ہے؟

---

[2] (بحوالہ الدولۃ المدنیۃ ص ۲۰۴)
[3] (نور الانوار ص ۱۸۱)
[4] (نبراس ص ۹۱)

جواب: عقل کی وجہ سے۔

کمافی تفسیر احمدی: و بالعقل شرف الانسان۔[5]

و فی تفسیر کبیر: احدھا عن عقل الانسان اشرف صفاتہ۔[6]

سوال: عقل کو عقل کیوں کہتے ہیں؟

جواب: وتقریرہ ان العقل انما ثمی عقلاً لانہ یجری مجری عقال ناقۃ فان الانسان اذا دعاہ طبعہ الی فعل قبیح کان عقلہ مانعاًلہ من الاقدام علیہ۔[7]

## عقاب:

قلم یعنی عقل اول مراد ہے۔

## عقدہ کشائی:

اس سے معشوق کی خاص صفت دلکشائی مراد ہے اسی کو بسط کہتے ہیں۔

## عکس:

اعیان ثابتہ کو عکس کہتے ہیں جو وجود کا بر عکس ہے۔ وجود عالم ہے اور عالم آئینہ اور معلوم یعنی عکس کے اعیان (حق) نے اپنے وجود کے علم کے ساتھ جان لیا تھا کہ میں اس بات کی صلاحیت رکھتا ہوں کہ ظاہر ہوں۔ یہ علم اجمال کے اعتبار سے وحدت اور تفصیل کے اعتبار سے واحدیت ہے جس میں صور علمیہ تفصیل وار ثابت ہیں۔

---

[5](ص ۷۹، ج ۱)
[6](ص ۲۲۰، ج۲)
[7](تفسیر کبیر، ج ۲ ص ۲۲۰)(بحوالہ خسران الایمان فی استعمال التتن و الدخان، ص ۲۳)

## علم لدنی:

علم حقائق اور عرفان کو کہتے ہیں جو ذات حق سے براہ راست حاصل ہو۔

## علم الیقین:

یقین کے تین مرتبے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

علم الیقین یعنی ایک چیز کا مکمل طور پر اس کیفیت و ماہیت کے ساتھ جاننا مثلاً یہ کہ آگ جلاتی ہے اور اس میں جلانے کی طاقت ہے۔ دوسرا مرتبہ عین الیقین ہے یعنی اپنی آنکھ سے آگ کو جلاتے ہوئے دیکھنا، تیسرا مرتبہ حق الیقین ہے یعنی کسی شخص کا آگ میں داخل ہونا یا ہاتھ ڈال دینا اور جل جانا یا اس شخص کا اس چیز میں گم اور محو ہو جانا۔ بعض کا قول ہے کہ اعیان ثابتہ کو علم الیقین، وحدت کو عین الیقین اور احدیت کو حق الیقین کہتے ہیں۔ نیز یہ بھی قول ہے کہ سالک کا یہ علم کہ حضرت حق اپنی وحدانیت کے ساتھ موجود ہے اور اس میں شک و شبہ نہ ہونا علم الیقین ہے۔ پھر اس کا صفات و اسما اور افعال و آثار کے حجاب کے ساتھ مشاہدہ عین الیقین ہے اور بعد ازاں حق میں فنا ہو جانا حق الیقین ہے۔

مجذوب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی
ہوا علم الیقین عین الیقین حق الیقین ساقی

## علف:

نفسانی شہوات مراد ہیں۔

## عماء:

اس سے حقیقت الحقائق مراد ہے۔ یہ مرتبہ ذاتی ہے۔

حدیث شریف ہے:

ان العماء مافوقہ ھواء و ماتحتہ ھواء۔

یعنی عما کے اوپر اور نیچے ہوا ہے۔

یعنی نہ حق ہے نہ خلق، عما، احدیت کے مقابل ہوا جس طرح احدیت میں اسما و صفات مضمحل ہوتے ہیں اور کسی چیز کا ظہور اس میں نہیں ہے اسی طرح عماء میں بھی کسی چیز کا ظہور نہیں۔ عماء اور احدیت میں یہ فرق ہے کہ عماء حکم ذات کو بمقتضائے اطلاق کہتے ہیں اور احدیت حکم ذات کو ذات میں ہونا کہتے ہیں۔

عما کے لغوی معنی رقیق ابر کے ہیں۔ جس طرح ابر کا ایک رخ آسمان کی طرف اور دوسرا زمین کی طرف ہوتا ہے اسی طرح عما کا ایک درجہ سماء احدیت کی جانب اور دوسرا ارض واحدیت کی طرف۔

## عمد معنویہ:

جس سے آسمانوں کا قیام ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اللہُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد:۲)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو تم دیکھتے ہو کہ بغیر ستون کے بلند کیا۔

یہ ایسے عمد کی جانب اشارہ ہے جو دکھائی نہیں دیتا وہ روح، قلب اور نفس عالم کا ہے۔ ایمان کامل کی بھی یہی حقیقت ہے جس کو حق کے سوا کوئی اور نہیں پہچان سکتا۔

**عنصر:**

آگ، پانی، مٹی، ہوا کو کہتے ہیں۔ ان کو امہات سلفی بھی کہتے ہیں۔ آگ کا ظہور اسم قابض سے، پانی کا اسم محی سے، مٹی کا اسم ممیت سے اور ہوا کا اسم حی سے ہے۔

**عین:**

حق کے ساتھ ایک ہونا اور اپنی ذات کو اس میں گم کر دینا۔

**عین ثابت:**

وہ چیز جو حضرت حق کے علم میں موجود ہے مگر وجود خارجی کی بو بھی اب تک نہ سونگھی۔

**عندلیب:**

اس سے عارف مراد ہوتا ہے جو ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔

**عید:**

تجلیات جمالی کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر وارد ہو کر فرحت و انبساط بخشتے ہیں۔

**عین الحیوۃ:**

پر تو اور حیات کا سایہ مراد ہے جو روح ہے۔

## غ

**غارت:**

جذبہ الٰہی کو کہتے ہیں جو بے واسطہ سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے۔ بعض تجلی جلالی اور فناء کامل مراد لیتے ہیں۔

## غبغب:

قہر آمیز لطف کو کہتے ہیں جو سالک کو چاہ صفات نورانی سے نکال کر چاہ ظلمانی ذات میں ڈالتا ہے۔

## غڑت غڑوت:

سالک کا سر سے پاؤں تک انوار و تجلیات میں ڈوب جانا، اور اس کی وجہ سے بے انتہا خوشی کی کیفیت کا طاری ہونا۔

## غراب:

غین کے زیر کے ساتھ۔ اس کے معنی پہاڑ کے ہیں۔ حضرت احدیت سے جسم کلی کا بہت دور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یا جسم کلی کے ادراک نورانیت سے خالی ہونے کے سبب نام ہے۔

## غربت:

طلب مقصود کو کہتے ہیں۔ نیز:

فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ (الملک:١٦)

اس کے کندھوں پر چلو اور اپنا راز کھاؤ۔

بعض اس سے مجبوری و گرفتاری تعین اور مبدا سے دوری مراد لیتے ہیں۔

## غشاوہ:

وہ پردہ ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے آئینہ دل اور چشمِ بصیرت پر پڑ جاتا ہے۔

**غمزہ:**

عالم باطن کا جذبہ مراد ہے تاکہ طالب باصفا کا دل متغیر نہ ہو اور طلب میں استوار ہو۔ یہ بشریت کو فنا کرتا ہے۔

**غمگسار:**

صفت رحمانی کے اثر کو کہتے ہیں۔

**غم خوار:**

حضرت حق کی صفت رحمانی کا اثر مراد ہے۔

**غمکدہ:**

مقام غم کو کہتے ہیں جس سے عاشق کا قلب مراد ہے۔

**غنچہ:**

تخلیق سے قبل حقیقت عالم کو کہتے ہیں۔

**غنی:**

بے نیاز ہے اور تمام کائنات اس کی محتاج ہے۔ ہر چیز اسی کے لئے ہے۔ غنی وہ بندہ ہے جو ماسوی حق ہر چیز سے بے نیاز و مستغنی ہو کیوں کہ جب اس نے وجود پایا اور اس کو پہچانا تو ہر شے کو پایا بلکہ وہ کسی چیز کے واسطے وجود اور تاثیر نہیں دیکھتا اور شہود کی بنا پر محبوب کی ہر شے سے بے خبر ہوتا ہے۔

## غوث:

اصطلاح میں قطب الاقطاب کو مخلوق کی فریادرسی اور حاجت روائی کے اعتبار سے غوث کہتے ہیں۔ یہ دنیا میں ایک ہوتا ہے۔ اپنے زمانہ میں سب سے افضل اور جناب باری کا منظور نظر ہوتا ہے۔ جس طرح روح جسم میں تصرف کرتی ہے اسی طرح یہ بھی اعیان ظاہری و باطنی میں کرتا ہے۔ یہ قدم بہ قدم خاتم الانبیاء ﷺ کے چلتا ہے اور قائم اللیل، نفع رسانی خلائق میں ثابت اور اولیاء اللہ پر حاکم ہوتا ہے۔

## غین:

وہ باریک پردہ مراد ہے جو تصفیہ قلب کی وجہ سے کھل جاتا ہے اور تجلی کے نور سے زائل ہو جاتا ہے۔ ایمان اس حجاب کے ساتھ باقی رہتا ہے بر خلاف اس کے کہ وہ محض کثیف ہوتا ہے اور قلب اور ایمان بالحق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

## غیر و غیریت:

عالم کو کہتے ہیں۔ یہ دو طرح پر ہے ایک عالم لطیف جیسے کہ ارواح اور عقول و نفوس دوسرے عالم کثیف جیسے عرش، کرسی، فلک، ملک، خاک، آب، آتش، نبات، حیوان، اور جمادوغیرہ۔ اس مرتبہ کو ماسویٰ اللہ اور کائنات بھی کہتے ہیں۔ جس میں حق اعیان و اکوان کی صورت پوشیدہ ہے۔ دراصل غیریت، توحید سے غافل ہونے کا نام ہے کیونکہ جب سالک توحید سے الگ ہو جاتا ہے تو خود ہر چیز کا غیر بن جاتا ہے اور ہر چیز کو اپنا غیر سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں سب ایک وجود کے مراتب اور ایک ہی ہستی کے مظاہر ہیں۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے:

تراب از راہِ معنی گر بہ بینی جملہ عالم را
ہمہ باہم یگانہ اند یک کس نیست بیگانہ

تراب! حقیقت کی راہ سے دیکھو تو تمام عالم آپس میں ایک ہے کوئی بیگانہ ہے ہی نہیں۔

## غیب:

باطن کو کہتے ہیں۔

## غیب الغیوب:

ذات وسماج، ذات بحت، مرتبہ احدیت اور غیب المصوئن مراد ہیں۔

## غیب المکنون:

مرتبہ وراء الوراء، ہستی صرف، احدیت مطلقہ اور گنج مخفی مراد ہیں۔ یہ ایک راز اور کنہ ذاتی ہے جسے حق کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اسی واسطے یہ اغیار سے محفوظ اور نگاہوں و عقلوں سے پوشیدہ ہے۔

## غیب ہوئیت:

ذات غائب، غیب مطلق اور مرتبہ احدیت کو کہتے ہیں جس میں سوا حق کے کسی کو یافت ادراک اور شعور نہ ہو۔ اس کو لا بشرط شے بھی کہتے ہیں۔

## غیب اول:

مرتبہ وحدت مراد ہے۔

### غیبت:

دل کا مخلوق کے مجازی احوال بلکہ نفس کے احوال سے بھی گم ہو جانا مراد ہے۔

## ف

### فانی:

اس سے وہ سالک مراد ہے جو حق میں بالکل محو ہو جائے اور ہستی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

### فترت:

سالک کی طلب کی اس حرارت کا سرد ہو جانا مراد ہے جو شروع میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جب واصل ہو جاتا ہے تو طلب کی تپش بھی ختم ہو جاتی ہے۔

### فتوت:

دنیا و آخرت میں خلق کے ایثار کو کہتے ہیں جو اس آیت سے ظاہر ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (الحشر: ۹)

اللہ کی طرف سے مدد ہے اور فتح قریب ہے۔

### فتح مبین:

وہ چیز ہے جو سالک پر مقام ولایت میں مفتوح ہوتی ہے۔

حضرت حق کا ارشاد ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِينًا (۱) لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ (فتح ۲)

تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

ذنب سے مراد صفات نفسیہ ہیں۔ بعض کے نزدیک فتح مبین سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ کے مشاہدہ میں سر وحدت کھل جائے اور غربت دور ہو جائے اسی میں اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیوں کہ گناہ کی بنیاد غیریت ہے جب غیریت نہ رہی تو گناہ بھی نہ رہا۔

## فتح مطلق:

یہ سب سے بلند اور مکمل فتح ہے جو تجلی ذاتی کے وقت بندہ پر مفتوح ہوتی ہے۔ بندہ کو تمام رسومات خلقیہ میں فنا ہونے کی وجہ سے فتح میں عین استغراق حاصل ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (نصر: ۱)

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آگئی۔

## فتق:

کشادگی کو کہتے ہیں۔ یہ رتق کے مقابل ہے۔ فتق سے مادہ مطلقہ کی تفصیل مراد ہے۔ یہ تفصیل ذات احدیت میں شیونات ذاتیہ سے موسوم ہے۔ حضرت واحدیت میں اس کو اعیان یا نسب اسمائیہ کہتے ہیں اور ظہور فی الخارج میں اسی کا نام حقائق کونیہ ہے۔

## فتوح حلاوۃ:

باطن میں ایمان کی حلاوت حاصل ہونا مراد ہے۔

سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

وجد بهن حلاوۃ الایمان۔

اس کی وجہ سے ایمان کی حلاوت و مٹھاس پالی۔

## فتوح عبادت:

مرتبہ ایمان کے حصول کو کہتے ہیں جس کی طرف اشارہ ہے:

أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہُ لِلْإِسْلَامِ (الزمر: ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیا۔

## فتوح مکاشفہ:

مرتبہ احسان کے حصول کو کہتے ہیں جو حضور ارواحنا فداہ ﷺ کے ارشاد: اعبداللہ کانک تراہ (اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا تم اسے دیکھتے ہو) سے عبارت ہے۔ اسی کو مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

## فرق مع الجمع:

یعنی بندہ کو بندہ اور رب کو رب اور کثرت کو وجود کی رو سے وحدت جاننا اور تمام مشکلات و شانوں میں حضرت حق کو دیکھنا مراد ہے۔

## فرق الوصف:

یعنی ذات احدیت کا ظہور جو اپنے اوصاف کے ساتھ حضرت واحدیت میں ہے۔

## فرق بین المتخلق والمحقق:

اس طرح پر ہے کہ متخلق وہ ہے جو فضائل اخلاق اور اوصاف حمیدہ کو بطریق تکلف و تحمل حاصل کرکے صفات ذمیمہ سے اجتناب کرے پھر اسماء الٰہیہ کے آثار اس پر ظاہر ہوں۔ اور متحقق وہ ہے جس کو حق نے اپنی صفات و اسماء کا مظہر کیا اور اس پر من جمیع الوجوہ تجلی فرماتا ہے جس کی وجہ سے اس کے رسوم، اوصاف اور اخلاق محو ہو جاتے ہیں۔

## فرد:

جزئیات کی خصوصیت سے نفس کلی طبعی مراد ہے کیوں کہ موجود مطلق کلی کے لئے افراد اور جزئیات کا ہونا ضروری ہے بر خلاف موجود مطلق کے کہ وہ حقیقی واحد خارجی وجود ہے اور واجب یعنی حق جو خارج میں موجود اور تعین حقیقی سے متعین ہے۔ اس کے فرد اور حصے ہونا ناممکن ہے۔ یہ اولیاء اللہ کا ایک مرتبہ ہے۔ اس سے وہ ولی مراد ہے جو قطب الاقطاب کے واسطے کے بغیر بارگاہِ احدیت سے فیضیاب ہو۔ فرد المحبوب اسے کہتے ہیں جو مرتبہ محبوبیت پر فائز ہو اور فرد الافراد وہ ہے جس میں تجرید و تفرید غالب ہو۔

## فریاد:

اس سے مراد ذکر جہر ہے۔ بقول حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

در نمازم خم ابروے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

نماز کے دوران جب تیری ابرو کا خیال آگیا تو ایسی حالت طاری ہو گئی کہ محراب بھی فریاد کرنے لگی۔

## فروختن و گرو کردن:

بیچ دینا اور گروی رکھنا یعنی وجود کو بلا کسی وجہ اور علت، کوشش اور تدبیر کے تسلیم کرنا۔

## فریب:

استدراج مراد ہے یعنی وہ امر جو خلاف عادت غیر ولی و غیر نبی سے صادر ہو۔

## فرق اول:

حق سے طلب کی کثرت اور رسوم خلقیہ کی وجہ سے محجوب ہونا مراد ہے۔

## فرق ثانی:

خلق کا حق کے ساتھ مشہود ہونا، وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت میں دیکھنا مراد ہے۔

## فراق:

مقام وحدت سے غیبت کو کہتے ہیں یعنی سالک کا وطن اصلی سے جو عالم بطون ہے عالم ظہور کی طرف بھی فراق اور منزل ہے پھر عالم ظہور سے عالم بطون میں جانا وصل ہے۔ بقول:

فراق روے تو بسیار شد چہ چارہ کنم
مگر لباس حیائے کہ ہست پارہ کنم

تیری جدائی حد سے بڑھ گئی کیا کروں سوائے اس کے کہ جامہ ہستی کو پارہ پارہ کروں۔

## فصل:

وہ تفرقہ و تمیز ہے جو اتحاد کے بعد ہو۔

## فغاں:

یہ فریاد کے ہم معنی ہے۔ باطنی احوال بیان کرنا مراد ہے۔ بقول حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

حسن آہ و فغان و گریہ و سوز
ز عشقت ایں ہمہ انعام کردند
حسن عشق میں آہ و فغاں، گریہ و سوز جیسے انعامات کی ارزانی ہوئی۔

## فقر:

فنا فی اللہ کے مرتبہ اور عدم اختیار کو کہتے ہیں جس میں علم و عمل سب سلب ہو چکا ہو۔ فقر، فقہ، علم، حلم سے حاصل ہوتا ہے۔ "حلیم" اللہ تعالیٰ کا نام ہے فقیر کو چاہیئے کہ ان سب کو جمع کر کے گولی بنائے اور خود شریعت میں دھو کر طریقت، حقیقت، معرفت، عشق اور محبت کے پیالے میں ڈال کر نوش کرے۔ پھر اس کے بعد فقر میں قدم رکھے ورنہ بغیر اس کے راہ حق نہیں پا سکتا۔ اس میدان میں ہزاروں بھٹک گئے اور پریشانی، حسرلے کر اپنی جان دے گئے۔[8]

فقر کے تین حروف ہیں۔ ہر ایک حرف بخشش ہے یہ حروف صرف ذکر معرفت، فکر حق کی رضا کے ساتھ ہیں اگر تو اللہ سے فضل کا طلب گار ہے تو اس سے فقر طلب کر کیونکر فقر خاص نبیوں کا فخر ہے۔ فقر خدا کے راز وحدت کا نور ہے۔ جس نے بھی فقر پایا، اس کا نفس فنا ہو گیا۔ فقر کو باخبر فقیر ہی جانتے ہیں۔ فقر کو احمق اور نابینا کیا جانے۔ فقر دنیا میں خیر سلامتی کی نعمت ہے۔ فقر والے ہمیشہ بے فکر کے سبب امن میں رہتے ہیں۔

---

[8](بحوالہ گلدستہ فیض روحانی، صفحہ ۱۰۶)

الفقر شین عند الناس و خزینۃ من اللہ۔

یعنی فقر عام لوگوں کے نزدیک ملامت ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی فقر خزانہ ہے۔

الفقر بیاض الوجہ فی الدارین۔

یعنی فقر دونوں جہانوں کا نور اور سرخوئی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ فقیری و درویشی کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: فقیری درویشی یہ ہے کہ اگر تمام عالم کا سونا اور مال ہیرے وغیرہ فقیر کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو ایک پیسہ بھی اپنے لئے اپنے پاس نہ رکھے سب اللہ کی راہ میں خیرات اور خرچ کر ڈالے، یہی فقیر ہے۔ اور یہ بات یاد رکھو کہ جب فقیر کا فقر پورا ہو جاتا ہے تو پھر فقیر مقام فنا میں حصول الی اللہ ہو تا ہے۔

اصطلاحاتِ صوفیاء صفحہ ۱۲۹ میں ہے:

"سالک کا تمام مراتب نزول و عروج کو طے کر کے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ میں فانی ہو جانا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہو جانا فقر ہے۔

اسی وجی سے بزرگوں نے فرمایا ہے:

الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔

دونوں عالم میں سواد الوجہ ہو جانا فقر ہے۔

سواد الوجہ سے سواد اعظم یعنی ذات صرف مراد ہے یعنی دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محو ہو جانا گویا قطرہ کا عین دریا ہو جانا اور عبد کا عین رب ہو جانا۔

اذا اتم الفقر فھو اللہ۔

جب فقر تمام ہوا وہ اللہ کی ذات ہے۔

**فقر کے مقامات:** فقر کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ جب تک ان مقامات کو طے نہیں کرے گا اس وقت تک فقیر اپنا تماشانہ خود دیکھ سکے گا نہ اور کسی کو دیکھا سکے گا۔ جب تک ان مقامات کو فقیر نے حاصل نہ کیا اس وقت تک اس کو فقیر کہنا غلط ہے۔ اور نہ ہی وہ فقیر ہے بلکہ یہ صرف اپنے نفس کے لئے فقیر ہے نا کہ خدا کے لئے کیونکہ کل جہان خزانہ ہے اس خزانے پر بلائیں اور ساپن اژدہے بیٹھے ہوئے ہیں اور جہان گل ہے جہاں گل ہوتے ہیں وہاں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ پھر جب فقیر ان مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچتا ہے تو پھر ہر ایک آدمی کو جانتا بھی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے مرتبہ کو پہچانتا بھی ہے۔ سلوک میں فقیر اسی کو کہتے ہیں۔ اور جب فقیر عرش کرسی سے اوپر چلا گیا تو وہ مقام کسی کے بھی فہم گمان میں ہی نہیں آئے گا بلکہ یہ ستر ہزار پردوں میں ہوتا ہے جہاں عابد۔ معبود کے درمیان کشف کرنا بشر کی طاقت سے ناممکن ہے مگر خدا تعالیٰ جو عالم علی الاطلاق ہے جس پر چاہے اس پر یہ راز کھولے اور ظاہر کر سکتا ہے۔

چناں غرق گشتیم بدریائے عشق
کہ ہر دم سراز عرش بالا کشم

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے عشق کے دریا میں ایسا غرق ہوا کہ میرا سر عرش سے اوپر ہوتا ہے۔

**فقیر:**

وہ شخص ہے جس کی خودی اور انا بالکل فنا ہو چکی ہو اور مرتبہ فنا اور فناء الفنا حاصل ہو چکا ہو۔ مخلوق کی طرف التفات ختم ہو چکا ہو۔ قناعت، فقر اور عزلت و گوشہ نشینی ذات کا حصہ بن چکی ہو اور وہ کسی چیز کا محتاج نہ ہو۔

اصطلاحات صوفیاء صفحہ ۱۲۹ پر ہے:

"فقیر وہ ہے جس کو یہ فقر حاصل ہو، چونکہ فقیر اپنے وجود اضافی کو فنا کر چکا ہے اور ذات حق کا عین ہو جاتا ہے اس لئے تمام خواہشات و حاجات سے مبرّا ہو جاتا ہے کیونکہ ارادے اور حاجات سب اسی وجود اضافی کے ساتھ ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے قول "**الفقیر اللاتقیقر الای نسفہ ولا الی غیرہ**" یعنی فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا نہ اپنا نہ غیر کا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ فقر کا بہت بالا مرتبہ ہے۔"

فقیر وہ ہے جس کی زبان سے ہر وقت اسم اللہ نکلتا ہے۔ اس مقام پر فقیر کو فخر حاصل ہوتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**الفقر فخری فافتخر علی سائر الانبیاء و المرسلین۔**

یعنی فقر میرا فخر ہے اور میں اپنے فخر کے ساتھ انبیاء اور مرسلین کے اعمال پر فخر کرتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف میں ہے:

**حب الفقراء من اخلاق الانبیاء و البغض الفقراء من اخلاق الفرعون۔**

یعنی فقراء سے دوستی انبیاء کے اخلاق سے ہے اور فقراء سے بغض رکھنا فرعون کے اخلاق سے ہے۔

اسی طرح سے ہے:

**من نظر الیٰ فقیر یسمع کلامہ یحشر اللہ تعالیٰ مع الانبیاء و المرسلین۔**

جو شخص فقیر کو دیکھے اور اسکی باتیں سنے تو اللہ پاک اس آدمی کو نبیوں اور رسولوں کے ساتھ جمع فرمائے گا۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے:

من اراد ان یجلس مع الانبیاء فلیجلس مع العلماء و من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع الفقراء۔

جو یہ چاہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں بیٹھے پس اس کو چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس بیٹھے اور جو خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا وہ فقراء کے ساتھ بیٹھے۔

فقراء سے مراد مشائخ ہیں کہ یہی حضرات ضلالت کے صحرا میں ادھر ادھر پھرنے والوں کو سیدھے راستہ پر ڈال دیتے ہیں اور وادی جہل میں سرگرداں لوگوں کی ہدایت کرنے اور سیدھا رستہ دکھانے والے ہیں۔[9]

اگر کوئی شخص ان ظاہری آنکھوں سے کرامتوں کا مشاہدہ کرنا چاہے تو فقیروں کے چہرے کو دیکھے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ یعنی ان کی زیارت کرے اگر تو فقیروں کی رضامندی چاہتا ہے تو انکا ادب کر۔ جنھوں نے دونوں جہانوں کی برکت، نیک بختی، ادب، کرامت کا مرتبہ فقر سے حاصل کیا۔ ان کے سامنے ادب اور اعتقاد کے ساتھ بات کرنا چاہیئے۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فقراء حضرات اللہ تعالیٰ کی عطاؤں میں سے عطاء ہیں۔ اور فرمایا فقراء کی محبت جنت کی کنجی ہے، اور مزید فرمایا کہ علماء کو اللہ تعالیٰ نے میرے سینے سے پیدا فرمایا اور سید میری پشت مبارک سے پیدا ہوئے ہیں اور فقیر اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

**علماء اور فقراء میں فرق:** علما علم کے طالب ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ کے طالب ہیں۔ اگر روئے زمین کے تمام صاحب علم ظاہر مل کر ایک مردہ دل کو زندہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی زبان زندہ ہے باقی ان کا دل مردہ ہے۔ لیکن صاحب دل فقیر مردہ دلوں پر ایک نظر ڈالے تو کوئی مردہ

---

[9] (بحوالہ لطائف اشرفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ج ۱ ص ۴۸۸)

دلوں کو وہ زندہ کر سکتا ہے۔ اور ان کے نفس کو مردہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی نفس کو نہیں مار تا وہ دلوں کو زندہ نہیں کر سکتا۔ دل کی زندگی نفس کی موت ہے۔ اور طالب مولیٰ کے وجود میں ولی حرص اور دنیاوی خواہشات بالکل نہیں ہوتیں اور بے فیض عالم جو صرف ظاہری علم جاننے والا ہے وہ صرف باتیں جانتا ہے اس کے پاس خالی علم ہے عمل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکے قلب میں خوف الٰہی اور معرفت مولیٰ ہے یہ عالم بے خبر ہے۔[10]

## فقدان:

اس کے لغوی معنی سحو اور بھول کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد اپنی مکمل محویت ہے کہ اپنے وجود کی بھی خبر نہیں۔

## فکر:

صفات ذات، نعمائے الٰہیہ، عینیت اور حق کی نسبت میں فکر نہ کرنا نہ کہ ذات میں۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

**لا تفکروا فی ذات اللہ و فکروا فی صفات اللہ و نعماء اللہ۔**

اللہ تعالی کی ذات میں غور و فکر نہ کرو اس کی صفات اور نعمتوں میں غور کرو۔

فکر کرنا بھی عبادت ہے۔

**تفکر کا لغوی معنی:** تفکر فکر سے باب تفعل ہے۔ **ألفِکْرُ** اور **ألفَکْرُ** کا معنی ہے: "**اعمال الخاطر فی الشیء**" یعنی کسی چیز کے اندر کھٹکا یا تردد پیدا ہونا۔"[11]

---

[10] (بحوالہ گلدستہ فیض روحانی، ص ۱۹۰)

[11] (ابن منظور افریقی، لسان العرب، باب الفاء ص ۲۹۳، دار الاخیار، ریاض)

فکر دراصل ''فرک'' سے مقلوب ہے جس کا معنی ملنا، رگڑنا اور کھرچنا ہے۔ کیونکہ جس معنی میں یہ مستعمل ہے وہ ''فرک الامور و البحث'' ہے۔ یعنی طلب حقیقت و تلاشِ معرفت۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الفکر'' دراصل ''الفرک'' تھا۔ جو کثرت استعمال سے الفکر بن گیا۔ اور الفرک کے معنی ہیں: دلک الشيء حتی ینقطع قشره عن لبه کالجوز۔ ''کسی شیء کو اتنا رگڑنا کہ اس کا چھلکا اس کے گودے سے الگ ہو جائے جیسے اخروٹ۔''

تفکر کا اصطلاحی مفہوم: شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''تصرف القلب في معاني الأشياء لدرک المطلوب''۔

یعنی ''مطلوب کو پانے کے لئے دل کو اشیاء کی حقیقت و معنی کی تلاش میں استعمال کرنا۔''

فکر کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

سراج القلب یریٰ به خیره و شره و منافعه و مضاره و کل قلب لا تفکر فیه فهو في ظلمات یتخبط۔

''فکر دل کا چراغ ہے جس سے اس کے لئے بھلائی و شر اور منافع و نقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہر وہ دل جس فکر عادت نہ ہو وہ اندھیروں میں ہے جو اس کو دیوانہ کر دیں گے۔''

اور کہا گیا ہے:

الفکر مصباح الاعتبار و مفتاح الاختیار۔

یعنی فکر عقل کا چراغ اور حقائق کی چابی ہے۔

فکر کو طائر حکمت کا جال بھی قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

الفکر شبکة طائر الحکمة۔[12]

تدبر کا لغوی مفہوم: التدبر التفکر فیه۔ یعنی کسی شیء میں کچھ جاننے یا پانے کی کوشش کرنا۔[13]

جیسا کہ کہا جاتا ہے:

فلان مایدری قبال الامر من دبارہ۔

یعنی "وہ شخص اس کام کے آگے اور پیچھے سے واقف (یعنی آداب و اصول اور نتائج سے آگاہ نہیں)۔"

تدبر کا اصطلاحی مفہوم:

التدبر عبارة عن النظر فی عواقب الامور۔

یعنی تدبر دراصل زندگی میں پیش آنے والے معاملات کے اثرات اور نتائج و ثمرات سے آگاہی حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔[14]

تفکر وہ قوت ہے جو کسی کام کو انجام دینے سے پہلے کوئی دلیل تلاش کرنے میں عقل اور دل کی راہنمائی کرے، جبکہ تدبر وہ صلاحیت ہے جو اپنی قوت قاہرہ سے اس کام کی انجام دہی کے بعد پیدا ہونے والے اثرات اور مرتب ہونے والے نتائج سے دل و دماغ کو خبر دے۔

چنانچہ شیخ شریف جرجانی لکھتے ہیں:

أن التفکر تصرف القلب بالنظر فی الدلیل و لتدبر تعرفه بالنظر فی العواقب۔

---

[12] (السید الشریف ابو الحسن علی بن محمد بن علی، باب التاء، ص ٦٧، دار الکتب العلمیه، الحسنی الجرجانی الحنفی متوفی ٨١٦ھ، بیروت طبع اولی ١٤٢١ھ ٢٠٠٠م)

[13] (لسان العرب باب الدال ص ٢٧٧)

[14] (التعریفات باب التاء، ص ٥٨)

یعنی تفکر دل کو دلیل کی تلاش میں راہنمائی فراہم کرتا ہے اور تدبر اس کے قائم ہونے سے اس کے نتائج و اثرات کے جاننے میں مدد کرتا ہے۔[15]

استاد گرامی علامہ اللہ بخش اویسی فرماتے ہیں:

تفکر کا لغوی معنی غور کرنا ہے اور اصطلاحی منطق میں دو علوم شدہ تصورات کو ملا کر ایک مجہول شیٔ کا حاصل کرنا تفکر کہلاتا ہے۔ جیسے حیوان اور ناطق دو معلوم شدہ تصورات کو ملایا تو ہمیں ایک مجہول شیٔ انسان کا علم ہوا۔ دوسرے لفظوں میں امورِ معلوم کو ترتیب دے کر امورِ مجہولہ کے حاسل کرنے کو تفکر کہتے ہیں۔

جبکہ امورِ مجہولہ کے حصول کے بعد اس پر عمل کرنے سے خطرناک نتائج کا ڈر ہو، دل متردد ہو تو یہ درد، شک اور شبہہ اور کی قوت متحرکہ جو علم کی جستجو اور نتائج و عواقب اور اثرات و ثمرات کی طلب و تڑپ میں کود کر معلوم شیٔ تک آنا چاہتی ہے یہ تدبر ہے۔ جو فکر پہ سوار ہوتا ہے۔ اور فکر کی قوت حسبِ عقل و نظر اسے آگے بڑھاتی ہے تاکہ وہ آئندہ مرتب ہونے والے اثرات سے آگاہ ہوسکے۔ لہٰذا فکر کے لئے مطلوبہ شیٔ کا تصور و تصویر کا دل میں ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کی بجائے صفات میں تامل و نظر کرو۔ مختصر یہ کہ تفکر سواری ہے اور تدبر سوار ہے۔[16]

**تفکر ساعة خیر من عبادة الثقلین۔**

ایک گھڑی کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

**تفکر ساعة خیر من عبادة ستین سنة۔**

ایک لمحہ کا غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

---

[15] (تعریفات باب التاء ص ۵۸)

[16] (علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراھیم البغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اولی ۱۴۲۵ھ)

اس سے ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی ہے، جب کہ امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعة" میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

أن تفكر ساعة خير من عمل دهر من الدهر۔ [17]

بلاشبہ ایک لمحہ غور و فکر زمانہ بھر کے عمل خیر سے بہتر ہے۔

امام دیلمی کی ایک روایت میں "ثمانين سنة" (اسی سال) اور دوسری روایت کے مطابق "الف سنة" (ہزار سال) ہے۔ ملا علی قاری نے "الاسرار المرفوعة" میں کہا ہے کہ اسے امام الفاکہانی نے "فكر ساعة" کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت سری سقطی کے کلام سے ماخوذ ہے، جب کہ امام ابن جوزی نے "الموضوعات الكبير" میں حضرت عثمان بن عبد اللہ القرشی سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ عثمان اور اس کا شیخ دونوں جھوٹے ہیں۔ اور امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعة" میں ان کی گرفت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: عراقی نے "تخريج الاحياء" میں اس کو ضعیف قرار دینے پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اس کی شاہد روایت موجود ہے، پھر امام دیلمی کی روایت کو سعید بن میسرہ کی طرف اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ سنے ہیں:

"تفكر ساعة فی اختلاف الليل و النهار خير من عبادة الف سنة"۔

"رات دن کے اختلاف میں ایک لمحہ کا غور و فکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

---

[17] (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، ج ۲، ص ۲۷٦)

حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیں:[18]

فکر کی کئی قسمیں ہیں کہ سالک یہ غور و فکر کرے کہ کس معاملہ میں شریعت کی مخالفت ہے اور کس امر میں نہیں۔ دوسرے یہ غور کرے کہ حق کے حقوق کی ادائیگی سے سالک عاجز ہے اس لئے کہ اس کے احسانات بندوں پر بے شمار ہوں، تیسرے یہ کہ **جف القلم بما ھو کائن اما السعادۃ والشقاوۃ۔** (قلم اس چیز کے لکھنے سے خشک ہو گیا جو لکھی جاچکی ہے خواہ وہ سعادت ہو یا شقاوت) پر غور کرے کہ لکھنے والا ان میں ہی جلوہ گر ہو گا۔ چوتھے یہ کہ مَلِکی اور مَلَکی کاریگریوں وغیرہ پر غور کرے۔ اس تفکر سے عظمت و کبریائی کا غلبہ اس کے دل پر ہوتا ہے۔

**فنا:**

قدم اور حدوث کے درمیان تفرقہ و تمیز کا اٹھ جانا مراد ہے۔ کیونکہ روح کی بصیرت ذات باری تعالیٰ کے مشاہدہ میں ڈوبی ہوتی ہے اور عقل کا نور اس میں تفریق کرتا ہے اور ذات الٰہی کے نور کے غلبہ کی وجہ سے اس میں پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس حالت میں سالک پر جو کچھ قولاً فعلاً عملاً صادر ہوتا ہے وہ حق سے ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد **سبحانی ما اعظم شانی** اور حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **انا الحق** اسی مقام سے ہے۔ فقر سے دونوں جہان سے فنا ہو جانا مراد ہے۔ **الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔** میں اسی طرف اشارہ ہے۔

---

[18] (الفوائد المجموعة للشوکانی (ص ۲۴۲)، تنزیه الشریعة، ج ۲، ص ۳۰۵، کشف الخفاء للعجلونی، ج ۱، ص ۳۷۰، تذکرة الموضوعات لابن الجوزی، ص ۱۸۸، الأسرار المرفوعة لعلی القاری، حدیث نمبر: ۳۷۲، اللآلی المصنوعة للسیوطی، ج ۲، ص ۲۲۷، سلسلة الاحادیث الضعیفة للألبانی، ج ۱، ص ۲۰۹)

## فنافی الشیخ:

سالک اپنے آپ کو مرشد و شیخ کے وجود میں اس طرح گم کرے کہ ہر قول و فعل اور عمل میں اس کی پیروی کرے، اسی کو ہر جگہ و موجود جانے۔

حاضر و ناظر مرید اس طرح جانے پیر کو جس طرح احوالِ بندہ سے خدا آگاہ ہو

## فنافی الرسول:

سالک اپنے آپ کو رسول ﷺ کے وجود میں گم کردے اور قولاً فعلاً و عملاً آپ ﷺ کی متابعت و پیروی میں سر مو فرق نہ کرے۔

## فنافی اللہ:

سالک اپنی خودی کو نیست و نابود کر کے عشق و محبت حق کی راہ میں فنا کر دے۔ بعض کا قول ہے کہ فرق و تمیز کا حدوث و قدم کے درمیان سے زائل ہو جانا فنافی اللہ کہلاتا ہے۔

بقول مولانا نظام گنجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

بیند ہمہ جا عارف آگاہ ھواللّٰہ

درویش ھواللّٰہ شہنشاہ ھواللّٰہ

چوں جملہ فنا گشت ز تو ہیچ نماند

خواہی تو انا اللّٰہ بگو خواہ ھواللّٰہ

اللّٰہ طلبی رو برہ عشق نظامی

العشق ھواللّٰہ ھواللّٰہ ھواللّٰہ

عارف حق ہر جگہ اللہ ہی اللہ دیکھتا ہے۔ جب سب کچھ تمہاری ذات میں فنا ہو گیا اور کچھ نہ بچا تو چاہے انا اللہ کہو یا ھو اللہ کہو برابر ہے۔ نظامی خدا طلبی کرتے ہو تو عشق کی راہ اختیار کرو کیونکہ وہی اللہ ہے۔

## فوائد:

حضرت حق کا اپنے راز کو کسی کے ساتھ مخصوص کرنا جیسے انسان ہے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

الانسان سری وانا سرہٗ۔

انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

## فہم زلف:

راز دریافت کرنا مراد ہے۔

## فیض اقدس:

تجلی ذاتی کو کہتے ہیں جس سے وجود خارجی سے قبل حضرت علم میں اعیان کا تقرر ہوا۔

## فیض مقدس:

اسمائے الٰہی کی تجلیات کو کہتے ہیں جو اعیان ثابتہ کو خارج میں صور علمیہ کے مطابق وجود بخشتی ہے۔

# ق

## قامت:

ظہور ذات اور اسماء و صفات، آثار و افعال کہتے ہیں۔ عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام تک کو قامت کہتے ہیں۔ بعض اس سے عارف کا وجود مراد لیتے ہیں۔ قامت سے بسم اللہ کا الف یعنی احد بھی مراد ہے جسے قامت بالا اور قد بالا بھی کہتے ہیں۔

## قاب قوسین او ادنیٰ:

دائرۃ الوجود یعنی امر الٰہی میں اسماء کا تقابل مراد ہے۔ حضرات صوفیہ کے نزدیک قاب قوسین سے بلند و اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں۔ مقام او ادنیٰ احدیت میں جمع ذاتیہ ہے جس میں تمیز اور اعتباری دوی فناء محض کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

قاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوسین کے معنی کمان کے ہیں۔ اس کی اصلی حقیقت تو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ ملا معین الدین صاحب چوتھے لطیفہ میں رقمطراز ہیں کہ عرب میں دستور تھا جب دو سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے تو دونوں اپنی کمانوں کے زہ بدل کر ایک تیر پھینکا کرتے تھے۔ جو اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ دونوں کا آپس میں اس حد تک اتفاق ہے۔ کہ جو تیر ایک کمان سے نکلا ہے وہی دوسرے کی کمان سے قرار پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب! تیری کمان شفاعت کی ہو اور میری کمان شفاعت کی ہو۔ تو رحمت کی زہ شفاعت کی کمان سے باندھ اور میں شفاعت کی زہ رحمت کی کمان سے باندھ لوں۔ تاکہ تیری اور میری محبت اس درجہ ظاہر ہو جائے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یاد

رہے کہ جس طرح تفسیر دل میں اس کی ضمیروں کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں اسی طرح ان ضمائر کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کرنا بھی درست ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے:

**و دنا الجبار رب العزت فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنیٰ۔**[19]

اور حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور بہت قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمان کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔

اور امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

**و قد نقل القرطبی عن ابن عباس انہ قال دنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔**[20]

اور امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ہوا بعض نے اس آیت کا معنی یوں بیان فرمایا کہ دنیٰ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئے فتدلیٰ بہ پاس ادب وہاں سجدہ کیا فکان قاب قوسین پھر آپ اتنا قریب ہو گئے جتنا کہ دو بھوؤں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے او ادنیٰ بلکہ اس سے بھی قریب۔ جتنا کہ آنکھ کی سفیدی کو سیاہی سے قریب حاصل ہے، اتنا قرب حاصل ہو گیا۔ (تفسیر حسینی ص ۳۵۸) پر لکھا ہے کہ محققین نے نزدیک دنی سے نفس مقدس کی طرف اشارہ ہے، اور تدلی سے دل مطہر کی طرف اور **فکان قاب قوسین** سے روح طیب کی طرف اور او ادنی سے سِر مبارک کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا نفس مقدس خدمت کے مقام میں تھا اور دل مطہر محبت کے مقام میں اور روح شریف قربت کے مقام میں اور سِر مبارک مشاہدہ کے مقام میں۔ قاضی

---

[19] (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۱۲۰ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۲)

[20] (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۱۴)

عیاض نے لکھاہے کہ اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیاہے جزیں نیست کہ یہ مضمون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مابین تقسیم ہوتاہے۔ پس دنیٰ حضور ﷺ قریب ہوئے فتدلی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ قریب ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان میں جہت کا ہونا محال ہے اور قرب جہت پر دلالت کرتاہے اس لئے اس میں یوں تاویل کرنی لازمی ہے۔ پھر حضور ﷺ کے قریب ہونے سے آپ ﷺ کی عظمت وقدر ومنزلت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ وہاں پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچ سکا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی قدر و منزلت کو ظاہر فرمایا۔ اور قاب قوسین نہایت قریب ہے۔ اور حقیقت پر مطلع ہونے سے کنایہ ہے۔

اور یہاں وہ تاویل کرنی چاہیئے جو اس حدیث قدسی میں ہے:

من تقرب الی شبرا تقرب منہ ذراعاً و من اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتاہے جو میرے نزدیک ایک بالشت آتاہے میں ایک گز اس سے قریب ہوجاتاہوں، اور جو میرے پاس چل کر آتاہے میں دوڑ کر اس کے پاس آتاہوں۔[21]

## قاف:

حقیقتِ انسانی مراد ہے۔ کوہ قاف کے متعلق عام طور پر یہ خیال ہے کہ وہ اپنی بزرگی اور برکتوں کی بناپر تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے وہ سیمرغ کا مقام ہے۔ حقیقت انسانی بھی تمام حقائق عالم کی جامع ہے۔ اس کی شناخت سے ذاتِ مطلق تک رسائی ہوتی ہے۔ سیمرغ سے ذات مطلق کی طرف کنایہ کیاجاتاہے کیوں کہ مومن کا قلب جو حقیقتِ انسانی کا کوہ قاف ہے ذات مطلق کا سیمرغ ہے۔

---

[21](بحوالہ درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج صفحہ ۱۸۹)

## قبض:

اس سے وہ واردات مراد ہیں جن کی وجہ سے سالک کو وحشت، تنہائی، عبادت کی طرف سے بے رغبتی، انقباض وغیرہ لاحق ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی بسط کے بعد قبض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض وقت بسط سے پہلے اور اکثر اوقات سالک کی ترقی کے لئے قبض واقع ہوتا ہے یہ قبض محمود ہے۔

## قدح:

مراد ساغر ہے۔

## قدم:

اس نعمت کو کہتے ہیں جس کا حق تعالیٰ نے بندے کے لئے ازل میں حکم کر دیا۔ حق کی اس آخری عنایت اور عطیہ کو بھی کہتے ہیں جس سے بندہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

## قدم صدق:

اس سے وہ عظیم نعمتیں مراد ہیں جن کی خوشخبری حضرت حق اپنے صالح و مخلص بندہ کو دیتا ہے۔ صدق ہر چیز سے بہتر ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس: ۲)

جو لوگ ایمان لائے ان کو بشارت دے دیجئے کہ یہ ان لوگوں کے لئے پروردگار کے نزدیک نعمتیں ہیں۔

## قرب:

قاب قوسین کی حقیقت مراد ہے۔ بندہ کا شریعت کے ساتھ طریقت پر نگاہ رکھنا۔ طریقت کے ساتھ حقیقت کی محافظت کرنا ہے۔ قرب اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ قیام کو بھی کہتے ہیں۔

حضرت حق تعالیٰ کا قرب قرآن پاک کی ان آیات سے بھی ثابت ہے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (الذاریات: ۲۱)

وہ تمہارے نفوس میں ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱۶)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (البقرۃ: ۱۸۶)

"جب میرے بندے مجھے پکارتے ہیں تو میں قریب ہوتا ہوں۔"

## قربِ فرائض:

مقام جمع سے خلق کی طرف (مقام فرق) بندہ کا نزول مراد ہے۔ اس وقت حق بندہ کا ظاہر ہوتا ہے۔ اور بندہ باطن حق۔ اس مقام میں حضرت حق فاعل ہے اور بندہ آلہ۔ فنائیت کے بعد یہ حالت ہوتی ہے۔

## قربِ نوافل:

بندہ کا حق کی طرف سیر اور عروج کرنا یعنی مقام جمع کی جانب۔ اس وقت بندہ ظاہر حق اور حق باطن عبد، عبد فاعل اور حق آلہ۔ یہ صفات کی فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ منتہی پر لازم ہے کہ مقام جمع میں قیام کم کرے اور مقام فرق مین زیادہ تا کہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچائے۔

نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسامی باش

میں تم سے یہی نہیں کہتا کہ سال بھر شراب نوشی کرو۔ تین ماہ شراب پیو اور ۹ ماہ پارسا رہو۔

۳ماہ شراب پینے سے مراد عروج کر کے مقام جمع میں رہنا ہے اور ۹ ماہ پارسائی سے مطلب نزول کر کے مقام فرق یعنی مخلوق کے درمیان رہنا ہے۔

## قشر:

علم ظاہر مراد ہے جس سے علم باطن کی حفاظت کی جاتی ہے تا کہ وہ فاسد نہ ہو علم ظاہر قشر (چھلکا) علم باطن لُب (گودا) اور مغز جیسے علم شریعت علم طریقت کا قشر اور علم طریقت علم حقیقت کا قشر ہے۔

شریعت پوست مغز آمد حقیقت
میان این آں باشد طریقت

شریعت مثل کھال اور حقیقت مثل مغز ہے ان دونوں کے درمیان طریقت ہے۔

## قضاو قدر:

قضا، حضرت حق کے اجمالی حکم کو اور قدر اس کے تفصیلی حکم کلی کو کہتے ہیں جو تمام اشیاء کے لئے اعیان ثابتہ کے اقتضا کے مطابق ہوتا ہے اور قدر اس حکم کلی کے اندازہ اور جزو معین مخصوص کرنے کو مخصوص زمانہ میں کہتے ہیں یہ ایسا ہے کہ اس سے ایک ذرہ کم و بیش نہیں ہوتا۔

## قطب:

عالم میں ایک شخص ہوتا ہے جو حق کی نظر کا مرکز ہوتا ہے۔ ہر زمانہ میں دنیا کا کاروبار اس پر رہتا ہے اور یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے اسی کو غوث بھی کہتے ہیں۔

## قطبیۃ کبریٰ:

یہ مرتبہ قطب الاقطاب کا ہے اور یہی باطن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے مخصوص ہے۔

## قطاع الطریق:

وہ شخص مراد ہے جو نہ کسی کا مرید ہو اور نہ خلیفہ اور دوسروں کو مرید کرے اوران کے طریقہ اور سلوک کو خراب کرے یہ سخت منع ہے اسی لئے ایسے شخص کو قطاع الطریق کہتے ہیں یعنی ٹھگ اور رہزن کہتے ہیں۔

## قلندر:

تجرید و تفرید اختیار کرنے والے کو کہتے ہیں کہ حق کے سوا کسی کی طرف مائل نہ ہو۔ اگر مائل ہو تو وہ دھوکہ والوں میں سے ہے اور قلندریت سے دور ہے۔

عالم ہمہ زطائفہ صوفیاں پرست
بسیار باشد ارب جہاں یک قلندر ست
تمام دنیا صوفیا کے گروہ سے بھری ہے لیکن ان میں قلندر ایک ہی ہے۔

## قلاش:

اہل فنا و صفا مراد ہیں جو نفسانی و شہوانی لذتوں سے دور ہوں۔ قلاش اسے بھی کہتے ہیں جو کسی وقت تجلی سے سیر نہ ہو اور ہمیشہ وحدت کے سمندر میں غرق رہے اور ہل من مزید کا نعرہ مارے۔

## قلب:

اس نورانی جوہر کو کہتے ہیں جو مادہ سے الگ اور روح و نفس کے درمیان ہے۔ انسان کی انسانیت اسی قلب سے ثابت ہے جس کا نام حکماء نے نفس ناطقہ رکھا ہے۔ اس کی روح باطن اور اس کا مرکب نفس حیوانی ہے، نفس حیوانی قلب یعنی نفس ناطقہ اور جسد کے درمیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے جسد کی مشکوٰۃ سے، قلب کی زجاجہ سے مصباح کی روح اور شجرہ کی نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ (النور: ۳۵)

"اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی جیسا چمکتا روشن ہو یا برکت والے زیتون کے پیڑ سے جو نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا۔"

قلب آدمی کے جسم میں ہے۔

حدیث قدسی ہے:

ان فی جسد آدم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب روح وفی الروح نور وفی النور سر وفی السر انا۔

آدمی کے جسم میں ایک پارہ گوشت ہے اس میں قلب، قلب میں روح، روح میں نور، نور میں سر اور سر میں میں ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ جسد میں قلب جزا عظم ہے وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو نیلوفر کی شکل کا سینہ کے بائیں جانب اوندھا لٹکا ہے۔ اس میں تین دل ہیں قلب منیب، قلب سلیم، قلب شہید۔ قلب منیب سے نیک خطرات ظاہر ہوتے ہیں جو خطرات روحی کہلاتے ہیں جیسے تقویٰ، ریاضت، عبادت، خشیت الٰہی وغیرہ۔

ارشاد باری ہے:

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (ق: ۳۳)

جو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ طور پر ڈرے اور مناجات والا دل لائے۔

قلب سلیم سے محبت، بندہ و خالق کا ادراک، علم عرفان، طلب راہ سلوک وغیرہ صادر ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (شعرا: ۸۹)

اس روز نہ مال نفع دے گا نہ اولاد مگر وہ جو اللہ کے پاس قلب سلیم لائے گا۔

قلب شہید سے ہر چیز میں ذات باری تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔

کلام مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق: ۳۷)

یقیناً اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے دل ہے یا دل لگا کر کان لگائے۔

قلب مضغہ ایک پارہ گوشت ہے جس کو قلب مجازی کہتے ہیں۔ قلب حقیق، قلب منیب، قلب سلیم، قلب شہید میں یہ نہ دائیں ہے نہ بائیں نہ اوپر نہ نیچے نہ دور نہ پاس۔ بلکہ جبروت ملکوت اور ناسوت کے درمیان قلب منیب ہے اسی کو عرش بھی کہتے ہیں۔ قلوب المؤمنین عرش اللہ۔ مؤمن بندوں کے قلوب اللہ کا عرش ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

زیارۃ اھل القلب خیر من زیارۃ الکعبۃ سبعین مرۃ۔

یعنی ایک بار اہل دل کی زیارت ستر مرتبہ کعبہ کی زیارت سے بہتر ہے۔

## قلم:

یہ روح اعظم کی وجہ خاص ہے نور محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سے تعبیر ہے، نیز اسم بدیع کا یہ مظہر ہے اسی سے تمام کائنات ظہور میں آئی اور یہی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تعین بشری کی روح ہے۔ یوں سمجھ لیا جائے کہ قلم اعلیٰ اور عقل اول دراصل ایک ہی نور کے دو مختلف نام ہیں جب حضرت حق کی طرف

سے نسبت دی جاتی ہے تو قلم اعلی اور جب اس کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو عقل اول کہا جاتا ہے۔ عقل اول جو اصل میں نور محمدی ﷺ ہے اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ ان کا نام روح الامین اس لئے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے خزانہ کے امانت دار ہیں جب اس نور کی نسبت و اضافت انسان کامل کی جانب دی جائے تو وہ روح محمدی ﷺ سے ملقب و سرفراز ہوتا ہے۔ قلم اعلی، عقل اول روح محمدی ﷺ تینوں کی جوہر فرد سے تعبیر ہوتی ہے۔ مظاہر خلقیہ میں نمایاں و ممتاز ہونے کے طور پر ابتدائی تعینات کو قلم اعلی کہتے ہیں۔ حضرت حق کے علم میں مخلوق کے لئے پہلے سے ایک ابہامی تعین موجود ہے۔ اس کا ایک حکمی اور مجمل وجود سب سے پہلے عرش میں ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا تفصیلی ظہور کرسی میں ہوتا ہے بعد ازاں ممتاز ہونے کی وجہ سے اس کا ظہور قلم اعلیٰ میں۔ قلم اعلیٰ میں آکر یہ علم وجود حق سے متمیز ہوتا ہے۔ یہی قلم اعلی پھر اپنے نمونے لوح محفوظ میں اسی طرح اتارتا ہے جس طرح عقل اول جس چیز کو چاہتی ہے نفس میں منقوش کر دیتی ہے۔ چنانچہ عقل کے مقام کی جگہ قلم اور نفس کی روح ہے۔

قلم کے ذریعے مجمل علم تفصیل میں آتا ہے اس کو یوں سمجھئے کہ حروف مجمل صورت میں روشنائی میں چھپے ہوتے ہیں ان کی آپس میں تمیز ناممکن ہوتی ہے۔ جب وہ قلم کے ذریعے منتقل ہو کر لوحِ تفصیل پر آتے ہیں تو پھر ان کا تفصیلی علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

## قناعت:

اس سے مراد تھوڑی چیز پر راضی ہونا ہے مگر اصطلاحاً ہمہ وقت حضرت حق تعالیٰ سے اس کی تقدیر اور احکام پر راضی رہنے اور اس سے اسی کو طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ پانچ مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

## قوت:

عاشق کی غذا کو کہتے ہیں جو قدیم کا جمال ہے اس کی عقل ادراک کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

## قہر:

تجلی جلالی کو کہتے ہیں یہ طالب کے لئے تائید حق ہے جو اسے فنا کر کے فنا فی اللہ کی سر حد پر پہنچا دیتی ہے۔

## قیام باللہ:

اس سے فنا کے بعد بقا کے وقت استقامت مراد ہے نیز سالک کا تمام منازل پر عبور اور سیر عن اللہ، باللہ اور فنا فی اللہ کو تمام رسومات سے نکل کر پورا کرنا ہے۔

## قیام للہ:

سیر الی اللہ کے آغاز میں طالب کا خواب غفلت سے بیدار ہونا۔

## قیامت:

ازل سے اسماء و صفات کا شہود ذاتی جو ہو رہا ہے ہو چکنا مراد ہے۔ حضرت حق نے ازل میں جب اپنا ظہور چاہا تو تمام مخلوق سے الست بربکم کا عہد لیا سب نے بلیٰ کہہ کر تصدیق کی۔ اس کے بعد عالم ارواح، عالم مثال اور عالم ناسوت و عالم برزخ میں ازلی استعدادات کے مطابق ان کا بالتفصیل مشاہدہ فرمایا گیا۔ اب پھر اس کی ضرورت ہے کہ ان تمام ارواح اور اسماء وصفات کو دوبارہ پھر جمع کر کے ان سے ان کی ازلی استعدادات اور اعمال و افعال جو انہوں نے عالم ناسوت میں انجام دیئے تصدیق کی جائے اور پھر وہ اپنے اپنے مقام میں ذات حق میں فنا و مستہلک ہو جائیں۔ اسی کا نام قیامت ہے۔ اس

مقام پر پہنچ کر جمالی یعنی مؤمنین جمال یعنی جنت کی طرف لوٹیں گے اور جلالی یعنی کفار و مشرکین جلالی یعنی کفار و مشرکین جلال یعنی دوزخ کی طرف اسی کو قیامت کبریٰ (بڑی قیامت) کہتے ہیں قیامت صغریٰ سے مراد موت ہے۔ من مات فقد قامت قیامتہ۔ (جو مر جاتا ہے اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے)۔

## ک

### کاکل:

تجلی جلالی سے مراد ہے جس کا مظہر شیطان ہے۔

کلام پاک میں وارد ہیں:

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّکَ رَجِيمٌ (۷۷) وَإِنَّ عَلَيْکَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (ص:۷۸)

تو اس سے نکل جا تو یقیناً بدبخت ہے قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔

### کامل:

وہ شخص ہے جو عرفان میں پکا ہو، اپنی خودی سے بالکل آزاد، ذات حق میں محو، شریعت طریقت حقیقت و معرفت میں مضبوط اور مقام فنا و بقا میں پہنچا ہو۔

### کافر بچہ:

یہ گبر کا مترادف ہے یعنی وہ شخص جو عالم وحدت میں یکرنگ اور دل کو تمام ماسویٰ اللہ سے علیحدہ والگ کر کے سواد ہستی میں آرام و سکون پائے۔

### کافہ:

مقام تفرقہ پر فائز شخص ہے۔

## کاہل:

جھوٹا مرید جو نافرمان اور مرشد کامل سے بداعتقاد ہوا اور اس کے قول کو قبول نہ کرے۔ اسے مردود طریقت بھی کہتے ہیں۔

## کباب:

اس دل کو کہتے ہیں جو جذبات عشقی سے تجلیات میں جل بھن جائے۔

## کبر:

عاشق پر صفات قہر کے تسلط کو کہتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک کبر و کفر سے مراد عالم لاہوت و ملکوت ہیں۔

## کبود:

محبت کے اختلاط اور ملنے کو کہتے ہیں یہ نیلگوں کے معنی میں بھی ہے۔

## کتاب مبین:

لوح محفوظ مراد ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الانعام: ۵۹)

تر و خشک سب کتاب مبین میں ہے۔

## کتم عدم:

اس حالت سے مراد ہے جسے کنز مخفی کہتے ہیں یعنی وجود اشیاء ذاتِ احدیت میں مخفی تھا۔

## کثرت:

مخلوقات اور ظہور اسماء کو کہتے ہیں جس کے مقابل وحدت ہے۔

## کرامت:

خلاف امر عادت کے ظہور کو کہتے ہیں جس کا ظاہر کرنے والا مدعی نبوت نہ ہو کیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو امور خلاف عادت ظاہر ہوتے ہیں ان کو معجزہ کہتے ہیں اور اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں ان کو کرامت کہتے ہیں۔ بعض عوام جو عجائبات دکھاتے ہیں وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہیں جو دراصل ہوتا ہے نہ واقعی امر۔

## کرسی:

کل صفات فعلیہ کی تجلی سے عبارت ہے اور یہی اقتدار الہٰی کا منظر، اوامر ونواحی کے نفاذ، وجود و عدم، تفصیل و ابہام، نفع و نقصان اور فرق و جمع کا مرکز ہے جس میں مختلف و متضاد صفات و آثار بالتفصیل ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی سے امر الہٰی وجود میں آتا ہے۔یہی قضا کا مقام ہے۔ قلم محل تقدیر اور لوح محفوظ محل تدوین ہے۔ یہ آفاق میں اسی مرتبہ پر ہے جس مرتبہ میں انفس یعنی جسم انسانی میں طبیعت ہے اس لئے اسے طبیعت کل کہتے ہیں جیسے تمام بقا کی طبیعت سے متعلق ہے اور طبیعت تمام اعضاوجوارح پر محیط ہے اسی طرح یہ بھی تمام مادی عنصری اجسام اور سماوی اجرام پر پوری طرح محیط ہے سب کا قیام اور اثبات اسی سے ہے کلام مجید میں ہے وسع کرسیہ السموت والارض (اس کی کرسی میں آسمان وزمین کی سمائی ہے)۔

## کرشمہ:

عالم باطن کے جذبہ کو کہتے ہیں تا کہ سالک کا دل سلوک میں متغیر نہ ہو اور طلب میں استوار رہے۔ بعض توجہ حق تعالیٰ اور انوار معرفت کے پرتو کو کہتے ہیں۔

## کشادن چشم:

مشاہدہ کرنے کو کہتے ہیں۔

## کشف:

اس کے معنی کھلنے کے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

کشف صغریٰ　　　　کشف کبریٰ

کشف صغریٰ سے کشف کونی، کشف قبور، کشف عالم ملکوت، کشف عالم مثال اور کشف عالم علوی مراد ہیں۔ یعنی سالک اپنے سلوک اور سیر میں اپنی ہمت سے زمین و آسمان، اہل قبور، لوح محفوظ، عرش، کرسی صوری و معنوی، جنت و دوزخ اور چاروں سمت کے چاروں اقطاب انبیاء و اولیاء کی ارواح، ملائکہ تجلیات، قرب صفاتی، قلب و نفس اور روح وغیرہ کے احوال و آثار معلوم کرے۔ چوں کہ قلب آئینہ جیسا ہوتا ہے اس لئے اکثر و بیشتر سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دیدار سے بھی مشرف ہوتا رہتا ہے کبھی کبھی مشاہدہ کے وقت صفائی قلب کی وجہ سے فتور بھی آجاتا ہے لیکن اگر صفائی قلب برابر رہے تو غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔

کشف کبریٰ کو کشفِ الٰہی بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے حق ہے۔ حق تعالیٰ کے وجود کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں۔ تمام چیزوں کی حقیقت حق تعالیٰ ہے کیوں کہ غیر حق معدوم

محض ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ حق کے سوا کسی دوسری چیز کو نہ دیکھے اور ذات حق میں ہمیشہ محو رہے اور اپنے کو گم کر کے مکمل محویت حاصل کرے اور کسی کا خیال نہ رکھے۔ سالک اسی کشف سے واصل ہوتا ہے، اصل مقصود یہی ہے اور اس میں بہت کوشش کرے جو مقصود اصلی ہے نہ کشف صغریٰ کہ کشف کونی وغیرہ ہے۔

## کعبہ:

خانۂ خدا کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس سے قلب صافی مراد ہے۔

کعبۂ مرداں نہ از آب و گل ست
طالب دل شو کہ بیت اللہ دل ست

مردان خدا کا کعبہ مٹی چونے کا نہیں ہے، دل کے طلبگار بنو کیوں کہ اللہ کا گھر دل ہی ہے۔

## کفر:

یہ ناشکری کے معنی میں ہے۔ اصطلاحاً اس کی دو قسمیں ہیں کفر مجازی اور کفر حقیقی۔ کفر مجازی وہ ہے جو کفار و مشرکین میں ہے جس میں شرک اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ کفر حقیقی یہ ہے کہ ذات محض کو اس طرح ظاہر کرے کہ سالک ذات حق کو عین صفات اور عین ذات جانے۔ ذات حق کو ہر جگہ دیکھے اور سوائے ذات حق کے کسی کو موجود نہ جانے۔ یہ حقیقت میں توحید و ایمان ہے اگرچہ عوام کو کفر معلوم ہوتا ہے۔ بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ کافر اور گمراہ وہ شخص ہے جو وحدت میں یک رنگ ہو کر ماسویٰ اللہ سے پاک ہو گیا بہر حال دونوں معنوں کا مرجع ایک ہے۔ کفر کے معنی ظلمت کے بھی ہیں کیوں کہ نور سے ظہور اور ظلمت سے پوشیدگی ہے۔

## کل:

حق تعالیٰ کا حضرت احدیت الٰہیہ کے اعتبار سے ایک ایسا نام ہے جو تمام اسماء پر جامع ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ حضرت حق کے اعتبار سے احد ہے اور اسماء کے اعتبار سے کل ہے۔ کبھی کل مرکب کے معنی میں ہوتا ہے۔

## کلبۂ احزاں:

محبوب کی جدائی و فراق کو کہتے ہیں۔

## کلیساء:

دیر کا مترادف ہے اسے عالم ناسوت بھی کہتے ہیں۔

## کنار:

توحید کے اسرار دریافت کرنے اور ہمیشہ مراقبہ میں غرق رہنے کو کہتے ہیں۔

## کنز الکنوز:

مرتبہ وراء الوراء اور غیب الغیوب کو کہتے ہیں۔

## کنشت:

عالم تعین اور شہود و معرفت مراد ہے۔

## کوکب الصبح:

اس تجلی سے مراد ہے جو سب سے پہلے ہوتی ہے کبھی نفس کلیہ کی مظہریت پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا (الانعام: ٧٦) (جب ان پر رات چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا) سے یہی مراد ہے۔

## کون:

ہر وجودی امر کو کہتے ہیں۔

## کیمیا:

موجود چیز پر قناعت کرنا۔ طلب کے ترک کو بھی کیمیا کہتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے:

القناعة کنز لا ینفذ۔

قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا۔

مرشد کامل کی نظر اور عشق کو بھی کیمیا کہتے ہیں۔

## کیمیائے سعادت:

تہذیب نفس، تزکیہ اور فضائل کے اکتساب کو کہتے ہیں۔

## کیمیائے خواص:

کونین سے خلاصی پانے اور خالق کونین کے اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔

### کیمیائے عوام:

اخروی باقی سامان ومتاع کو دنیاوی فانی اسباب سے بدل لینا مراد ہے۔

### کین وکینہ:

نفس امارہ کا تسلط وغلبہ مراد ہے۔

## گ

### گبر:

وہ ہے جو عالم وحدت میں یک رنگ ہو اور ماسویٰ اللہ سے روگردانی کر کے سواد نیستی میں مقیم ہو جائے۔

### گرمی:

محبت کی حرارت مراد ہے۔

### گرہ زدن بر زلف:

اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ تعینات کو تقید و قیود اور بندشوں اور کثرت و نقوش کے واسطے سے مضبوطی سے پکڑنا اگرچہ جانتا ہو کہ سب کا مبدا ٔ ایک ہے۔

### گل:

عمل کا نتیجہ اور معرفت کی لذت کو کہتے ہیں۔ حسن مجازی بھی اس سے مراد ہے۔

### گلزار:

کشف اسرار کا مقام ہے۔

## گوش:

اس سے اسم سمیع میں فنا حاصل کرنا اس کا مظہر ہو جانا اور بغیر حرف و آواز کلام کی طرف متوجہ ہو جانا مراد ہے۔

## گوہر سخن:

وہ واضح اشارہ مراد ہے جو مادہ اور غیر مادہ میں محسوس ہو۔

## گوہر معانی:

اسماء و صفات الٰہی مراد ہیں۔

## گوے:

تقدیر الٰہی کے سامنے سالک کی مجبوری مراد ہے۔ اس عارف کامل کو بھی کہتے ہیں جس کو فیض صمدیت اور عینیت ذاتی کی وجہ سے تمام عالم اور احوال یکساں ہو گئے ہوں یہی تمکین کا درجہ ہے۔

## گیسو:

طلب کے راستے کو کہتے ہیں جو عالم ہویت میں ہو۔ اسی کو حبل المتین بھی کہتے ہیں۔

# ل

## لااُبالی:

جو کچھ پیش آئے اس سے کسی حال میں نہ ڈرے اور ملامت گروں کی پرواہ نہ کرے جو کہے وہی کرے۔

## لاشے:

عدم حقیقی کو کہتے ہیں اور موجودات و تعینات اعتباری سے بھی مراد لیتے ہیں جن کا نام ممکنات ہے کیوں کہ ممکن خود کچھ نہیں ہے بلکہ اس میں وجود واجب کا وجود ہے۔

## لاہوت:

گنج مخفی، مقام محویت اور عالم ذات الٰہی کو کہتے ہیں جس میں سالک کو فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ زندگی مراد ہے جو اشیائے ناسوت میں ساری وطاری ہے جس کا مقام روح ہے۔ مرتبۂ ذات کو لاہوت، مرتبۂ صفات کو جبروت اور مرتبہ اسماء کو ملکوت بھی کہتے ہیں۔

## لائح:

لغت میں ظاہر ہونے اور درخشاں ہونے کو کہتے ہیں اصطلاحاً وہ تجلی استتاری مراد ہے جو تجلی ذات ہے بعض کہتے ہیں کہ لائح وہ چیز ہے جو تجلی کے نور سے ظاہر ہوتی اور سالک کو راحت و آرام پہنچاتی ہے اس کو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔ کبھی کبھی اس کا اطلاق اس چیز پر بھی کیا جاتا ہے جو عالم مثال سے عالم حس میں ظاہر ہوتی ہے۔

## لب:

معشوق کے کلام کو کہتے ہیں یہ لطف رب ودود سے عبارت ہے۔ بعض نے نفسِ رحمانی مراد لیا ہے جو ہستی کی شکل میں نیستی ظاہر کرتا ہے۔

## لب شکریں:

وہ مختلف منازل و طریقے مراد ہیں جو انبیاء و اولیاء کو تصفیہ باطن کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

## لب شیریں:

بے واسطہ کلام بشرط ادراک و شعور کے ہو مراد ہے۔

## لبس:

ان عنصری صورتوں سے مراد ہے جن کے ساتھ روحانی حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ (الانعام: ۹)

اگر ہم کسی فرشتے کو رسول بناتے تو اسے کسی مرد کی صورت پر بناتے اور ان پر شبہ ڈالتے جو وہ لوگ کرتے ہیں۔

اسی جگہ سے ہے کہ حق تعالیٰ نے حقیقت انسانی شکلوں کے ساتھ ظاہر فرمائی۔

## لسان الحق:

انسان کامل، حقیقت محمدی ﷺ، نور محمدی ﷺ اور ذاتِ محمدی ﷺ مراد ہے، اس کامل کو بھی کہتے ہیں جو اسم متکلم کا مظہر ہو اسی کو لسان الغیب بھی کہتے ہیں۔

## لطف:

تجلی جمالی کو کہتے ہیں اور تائید حق کو جو بقائے سلوک کے واسطے ہوتی ہے۔

## لقاء:

معشوق حقیقی کے ظہور سے عبارت ہے اس طرح پر کہ عاشق کو یہ یقین ہو کہ اسی نے صورت انسانی میں ظہور کیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے المجاز قنطرۃ الحقیقۃ (مجاز حقیقت کا پُل ہے)۔

حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ببیں بر عارض خوباں جمال پاک مولانا
کہ در صورت تواں دیدن کمال حسن معنی را
دیدہ بینا از لقائے حق شود
حق کجا ہمرازِ ہر احمق شود

حسینوں کے عارض پر مولانا کا حسن پاک دیکھو کیوں کہ حسن معنی کا کمال صورت میں دیکھنا ممکن ہے۔ لقائے حق سے آنکھیں بینا ہو جاتی ہیں حق بھلا کہاں کسی بیوقوف کا ہمدم و ہمراز بنتا ہے۔

## لوائح:

ظاہری اسرار کے ظاہر ہونے اور انوار ذاتیہ کو کہتے ہیں۔

## لوح محفوظ:

اصطلاح میں نفس کلی مراد ہے جو نور الٰہی حقی سے جو مشہد خلقی میں تجلی ریز ہے، عبارت ہے۔ لوح محفوظ ام الہیولی ہے کیونکہ اسی صورت کو چاہتا ہے جو لوح محفوظ میں ہے اس لئے کہ قلم اعلیٰ لوح محفوظ میں بالا یجاد جاری ہے۔ اسی قلم سے عوالم آفاقی کی بذریعہ لوح تخلیق ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"میں نے شب معراج میں قلموں کی آوازیں سنی جو تختیوں پر چلتے تھے وہ تعداد میں تین سو ساٹھ ہیں اور لوحیں بھی تین سو ساٹھ ہیں۔"

یہی حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ قلموں اور الواح کا مرتبہ قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ سے کم ہے اس لئے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے وہ مٹ ہی نہیں سکتا اسی بنا پر اسے لوح محفوظ کہتے ہیں۔

## لوح:

کتاب مبین مراد ہے۔ بعض کے نزدیک یہ چار قسم ہیں:

۱۔لوح قضا: اس میں اثبات و محو ازلی درج ہیں یہ لوح عقل اول ہے۔

۲۔لوح قدر: یعنی لوح نفس ناطقہ کلیہ جس میں لوح اول کا اجمال تفصیل میں آیا اور مقدرات کو اسباب سے متعلق کر دیا گیا اسی کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔

۳۔لوح نفس جزویہ سماویہ: اس میں وہ سب کچھ جو کہ اس عالم میں ہے بشکل ہیئت و مقدار خود منقش ہے۔ان نقوش کو اسمائے دنیا بھی کہتے ہیں یہ بمنزلہ عالم خیال ہے۔

۴۔لوح ہیولی: اس میں وہ تمام کیفیات، صورتیں اور واردات شامل ہیں جو عالم شہادت میں پائی جاتی ہیں۔

لوح اول روح کے مشابہہ، لوح ثانی قلب کے مشابہہ، لوح ثالث عالم خیال کے مشابہہ اور لوح رابع عالم شہادت کے مشابہہ ہیں۔

لوامع، لوائح، طوالع، بوادہ و ہجوم، یہ سب وہ حالات ہیں جو مجاہدہ وریاضت کے دوران مبتدیوں کے قلب پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ تجلی میں ہوتے ہیں اور کبھی پردوں میں آجاتے ہیں اگر یہ انوار جلالی وقہری ہوتے ہیں تو سرخی مائل اور اگر جمالی اور لطف کے ہوتے ہیں تو سبزی مائل ہوتے ہیں۔

## لہو:

ذات کا بحسب غیبت و فقدان اعتبار۔

## لیلۃ القدر:

یہ وہ رات ہے جس میں سالک پر ایک خاص قسم کی تجلی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے سالک محبوب کے نزدیک اپنی قدر پہچانتا ہے یہی مقام مکمل معرفت کا ہے۔

# م

## ماجرہ:

درد عشق کی شرح و بیان۔

## ماہرو:

صوری تجلیات کو کہتے ہیں جس پر سالک کو اطلاع ہوتی ہے۔

## ماہروی:

عنصری تجلیات کو کہتے ہیں جس کی کیفیت پر سالک کو اطلاع ہو، یہی وہ تجلیات ہیں جو خواب یا بے خودی میں ہوتی ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد صباحت ہے جو حسن مجازی کا ایک جز ہے۔

## ماء القدس:

اس علم کو کہتے ہیں جس کے حاصل ہونے سے نفس رذائل طبعیہ کی ناپاکیوں سے پاک ہو کر شہود حقیقی کا شاہد ہو جاتا ہے۔

## ماسک والممسوک بہ والممسوک لاجلہ:

لغت میں ماسک اور ممسوک چنگل مارنے والے کو اور جس کی وجہ سے چنگل مارا جائے مراد ہے مگر اصطلاحاً اس سے وہ معنوی شیون جو حقیقت انسانی ہے اور جس سے زمین و آسمانوں کا قیام عمل میں آیا ہے مراد ہے۔

حضرت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لولاک لما خلقت الافلاک۔

اے محمد ﷺ! اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو افلاک نہ پیدا کرتا۔

شیخ اکبر رضی اللہ عنہ رسالہ نسخۃ الحق میں تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ الذی جعل الانسان الکامل معلم الملک وادار سبحانہ وتعالیٰ تشریفا وتنویھا بانفاسہ الفلک۔

یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے انسان کامل کو ملک کا معلم بنایا اور اس کی انفاس قدسیہ کی بزرگی کے ذریعہ فلک کو قائم فرمایا۔

## مبدأ:

لغت میں آغاز و ظہور کے مقام کو اور اصطلاح تصوف میں واجب ذات تعالیٰ نیز اسماء کلی کونی کو کہتے ہیں۔ ذات کی شروعات احدیت ذاتیہ سے ہے۔ یعنی ذات حق سے سِر پیدا ہوا، سِر سے نور، نور سے نار، نار سے باد، باد سے آب، آب سے خاک اور خاک سے انسان کامل۔ یا یوں سمجھئے کہ احدیت سے وحدت، وحدت سے واحدیت، واحدیت سے ارواح، ارواح سے مثال اور مثال سے عالم شہادت خصوصاً انسان کامل پیدا ہوا۔ ترتیب مذکور بالا نسل انسانی میں نزول پاکر رحم میں منی، منی سے علقہ، علقہ سے مضغہ اور اس کے بعد بچہ، پھر جوان پھر بوڑھا اور اس کے بعد موت آجاتی ہے۔ ہر ایک کا

مبدأ اس کا اسم ہے اسی سے اس کا ظہور ہے **کما بدأکم تعودون** جیسی تمہاری ابتداء ہوئی اسی طرح تم پلٹو گے۔ یعنی ہر شے ایک اسم کا مظہر ہے۔ اس کا مبدأ و معاد اسی اسم سے ہے مگر انسان کامل تمام اسماء کا عارف و مظہر ہے۔

## مبدئیت:

مبدأ سے ذات مراد ہے لیکن مبدئیت احدیت و واحدیت کے درمیان احدیت کے واحدیت پر تقدم و برتری کے اعتبار سے ایک نسبت ہے۔

## مبادی النہایات:

اس سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مراد ہیں یہ تمام نہایات کے مبادی ہیں مثلاً نماز بدایت اور اس کی نہایت قرب وصال حقیقت ہے **الصلوٰۃ معراج المؤمنین**۔ نماز مؤمنوں کی معراج ہے۔ اسی طرح روزہ بدایت اور نہایت خلقی رسوم سے اور اس چیز سے جو ان رسوم کو تقویت دیتے ہے، روکنا ہے: **الصوم لی وانا اجزی بہ**۔ (روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں) حج بدایت اور اس کی نہایت معرفت کا اصول اور فنا کے بعد بقا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بدایت ہے اور اس کی نہایت ماسوی اللہ کو حضرت حق سے خلوص و محبت کے ساتھ بخش دینا ہے۔

## مبنی التوصوف:

شیخ ابو محمد رویم بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیان تین خصلتوں کا ذکر کیا ہے جو مبنی التصوف ہیں:

۱۔ فقر و افتقار کو اختیار کرنا، ۲۔ بذل و ایثار کے ساتھ ثابت قدم رکھنا،

۳۔ اختیار و تعارض کو چھوڑ دینا

لیکن بعض کے نزدیک:

ا۔توحید اختیار کرنا ۲۔راہ طلب میں بے باک ہونا ۳۔ تکلف کو برطرف کرنا

مراد ہے۔

## المحقق بالحق:

وہ شخص ہے جو بغیر کسی قید کے ہر متعین میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ مقید اور مقید مطلق ہے اور تقید ولا تقید اور اطلاق سے منزہ وپاک ہے۔

## متشابہ:

اس سے قرآن پاک کی آیات مراد ہیں۔ حضرت حق تعالیٰ اور راسخین فی العلم کے علاوہ دوسرے ان آیات کے وہ اصلی معنی نہیں جانتے۔شوافع اسی کے قائل ہیں۔ حضرات حنیفہ کا کہنا ہے کہ ان آیات کے معانی سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کوئی نہیں جانتا۔

## مثال:

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں عینیت ہے اور شرع میں غیریت۔ بعض کا قول ہے نہ عین ہے نہ غیر۔ بعض نے اس میں فرق کیا ہے یعنی مثل میں ایک قسم کی مشابہت ہے لیکن مثال میں مکمل مشابہت ہے اس وجہ سے کہ حروف کی کثرت معنی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ عالم مثال، عالم شہادت، سے بلند اور عالم اروح سے پست ہے۔ عالم شہادت عالم مثال کا سایہ ہے۔ عالم مثال عالم ارواح کا سایہ ہے۔ جو کچھ اس عالم میں ہے وہ سب عالم مثال میں ہے۔ اسے عالم نفوس بھی کہتے ہیں۔ خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے اسے عالم مثال کی صورتیں کہتے ہیں۔

## مجاہدہ:

نفس کی مخالفت اور خواہش کے ترک کرنے کو کہتے ہیں۔

راقم سطور کی گناہ میں نفس انسانی کی تشریح و تعبیر اور مالہا وماعلیہا سے متعلق دو اہم تصانیف ہیں جن میں مجاہدہ کے سلسلہ میں تفصیلی بیانات ہیں:

(۱) القول الموجه فی تحقیق من عرف نفس فقد عرف ربه (فارسی) مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کاکوروی قدس سرہٗ۔

(۲) هدیة الشرف فی ترجمة من عرف (اردو) مولانا شاہ تقی حیدر قلندر کاکوری قدس سرہٗ خلف اوسط حضرت شاہ علی انور قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

## مجذوب:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو کسی ایک چیز کی ماہیت میں گم ہو کر اس کی لذت میں محو ہو جائے اور آگے ترقی نہ کرے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ مجذوب کو حضرت حق نے اپنے لئے پیدا فرمایا اور اپنی انسیت کے لئے پسند کیا اور غیر و غیریت کی کدورت سے اسے پاک کیا۔ اس نے تمام نعمتوں اور بخششوں کو اپنی ذات میں جمع کیا اور بغیر مجاہدات وریاضات کے تمام مقامات پر فائز ہو گیا۔

یہ اسم مفعول ہے اس کا مصدر جذبہ ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں۔ جذبات الٰہیہ مختلف انواع و اقسام کے ہیں اور انسانی استعدادات بھی مختلف ہیں ان میں سے جس کو بھی مکمل جذب ہوا اس کی استعداد نے اسے پوری طرح پر لے لیا اور اس کے تمام مدارج آن واحد میں طے ہو گئے اور مراتب صفات سے ذات کی طرف پہنچ گئے۔ اسے مجذوب سالک کہتے ہیں۔ جس کی استعداد اعلیٰ نہیں ہے لیکن اس کو کوئی جذبہ پہنچا اور وہ اس کی لذت میں گرفتار ومبتلا رہا تو اس کو مجذوب صرف کہتے

ہیں۔ سالک مجذوب اسے کہتے ہیں جس نے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تزکیہ نفس حاصل کیا اور جذبہ کا منتظر رہا کہ اچانک جاذبہ آیا اور اسے اپنے مقام تک پہنچا دیا۔ اور محض سالک وہ ہے جو ریاضتیں و محنت کرتا ہے اور جاذبہ کا محتاج ہے۔ کیوں کہ حضرت حق تعالیٰ تک رسائی بغیر جاذبہ کے ممکن نہیں لیس الصراط الا بالجذبۃ (راستہ صرف جذبہ کے ساتھ ہے)۔

## مجاز:

لغت میں اس سے مراد راستہ، رہ گزر اور حقیقت کی ضد کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اشیاء کونیہ کے حقائق مراد ہیں۔ انسان کے وجود میں جو کچھ جواہر و اعراض ہیں وہ سب اسماء الٰہی کے ظہورات ہیں۔ جس طرح آگ، ہوا، پانی، اور مٹی انسانی وجود میں ہیں۔ ہوا چار عناصر میں سے ایک عنصر ہے جس نے اسم حی سے ظہور پایا اور وہ اسی اسم سے جلوہ گر ہوا۔ اسم حی اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے یعنی انسان کے جسم میں جو حرکت ہے وہ ہوا سے ہے۔ آگ نے اسم قابض سے ظہور پایا اور اسی سے متجلی ہوا۔ قابض ایک اسم الٰہی ہے۔ یعنی حرکت کے بعد لذت کے شوق سے جو جوش حاصل ہوتا ہے وہ آتش ہے۔ پانی بھی ایک عنصر ہے جس نے اسم محی سے ظہور پایا اور متجلی ہوا۔ آگ اور ہوا سے پانی حاصل ہوا یعنی جب شوق لذت بہت غالب ہوا اور کمال غلبہ سے جو چیز ظاہر ہوئی اس کا نام پانی رکھا گیا۔ مٹی ایک عنصر ہے جو اسم ممیت سے ظاہر و متجلی ہوا مٹی کا عنصر آگ اور پانی کے بعد ظاہر ہوا یعنی مٹی جب رحم میں قرار پائی تو خاک کی حیثیت پیدا کی۔ اس طرح تمام اسماء مسمی کے بہ نسبت مجاز ہیں۔ مسمی حقیقی ہے۔ تمام اسماء کا ظہور انسان میں ہے۔

مجاز سے مراد عالم حسن، عالم اجسام، عالم شہادت، عالم، عالم ملک، کل کائنات موجودات اور ماسوا اللہ بھی ہیں۔

## مجلس:

مشاہدہ واحدیت مراد ہے جہاں تمام اعیان، علم حق میں حاضر ہیں۔

## مجمع البحرین:

یہ قاب قوسین سے عبارت ہے کہ دونوں بحر وجود وجوب اور امکان اس میں یکجا ہے۔ بعض کہتے ہیں حقائق کونیہ اور اسماء الٰہیہ کے اجتماع کی وجہ سے اسے مجمع البحرین کہتے ہیں۔

## مجمع الاھواء:

جمال مطلق مراد ہے۔

## مجمع الاضداد:

یہ ہویت مطلقہ سے عبارت ہے۔

## مجمل در مفصل:

اس سے کثرت میں، ذات احدیت کی رویت مراد ہے۔

## محادثہ:

اس سے حق کا کسی بندہ کے واسطے خطاب کرنا عالم شہادت کی کسی ایک صورت میں سے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے درخت میں ہے۔

## محبت:

یہ حبہ سے نکلا ہے، حبہ اس بیج کو کہتے ہیں جو زمین میں پڑتا اور پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس پر پانی پڑتا ، دھوپ چمکتی ہے مگر اس میں فرق نہیں آتا بلکہ وہ اپنے وقت پر اگتا، پھلتا اور پھولتا ہے۔ اسی طرح

محبت حب دل میں جمتی ہے تو وہ موجودگی، غیر حاضری، بلا، مصیبت، آرام، لذت، جدائی و وصال کی بھی حالت میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔ قلب کی حیات و زندگی کا سبب اور روحانی غذا ہوتی ہے۔ محبت کی انتہاء کو عشق سے موسوم کرتے ہیں۔ محبت کا آغاز موافقت پھر میلان پھر موانست پھر مودت، پھر ہوا، پھر خلت، پھر محبت پھر شغف پھر تیم پھر ولہ ہے اور آخری درجہ عشق ہے۔

موافقت یہ ہے کہ دنیا، نفس و شیطان سے علیحدہ ہو کر ان سے دشمنی رکھے اور ارباب حق سے دوستی کرے یہاں تک کہ ان کا منظور نظر ہو جائے۔ میل و موانست یہ ہے کہ سب سے روگردانی کرے اور حق کا خواہاں وجویا رہے اور اس خیال سے موانست پیدا کرے۔ مودت یہ ہے کہ دل میں عاجزی و آہ وزاری اور اشتیاق و بے قراری سے مشغول رہے۔ ہوا یہ ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ کرتا رہے اور اپنے آپ کو بالکل محبوب کی یاد میں فنا کر دے۔ خلت یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی اور کو اپنے دل میں جگہ نہ دے۔ محبت یہ ہے کہ بشری اوصاف ذمیمہ سے بالکل پاک ہو جائے۔ شغف یہ ہے کہ شوق کی انتہا میں محبت کو چھپائے تاکہ کسی پر دل کی حالت ظاہر نہ ہو سکے۔ تیم یہ ہے کہ جمال معشوق کے سامنے اپنے آئینہ دل کو رکھے اور اس سے مست و سرشار ہوتا رہے اور عشق یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل گم کر دے۔

## محبت اصلیہ:

محبت ذاتیہ کو کہتے ہیں جو اپنی ذات کے لئے ہو۔ کیوں کہ محبت ذاتیہ تمام محبتوں کی اصل ہے۔ جو محبت دو چیزوں کے درمیان ہوتی ہے یا تو مناسبت ذاتیہ کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان ہوتی ہے یا اتحاد کی وجہ سے۔

## محفوظ:

وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت سے محفوظ فرمالیا، اس کا ارادہ، قول و فعل عین حق کا ارادہ، قول، و فعل بن جاتا ہے۔

## محاضرۃ:

حق کے ساتھ سالک کے قلب کی اس کے اسماء سے فیضیاب ہوتے وقت حاضری مراد ہے۔

## محبوب:

صفات کی تجلی کو کہتے ہیں اور بعض جمال سے بھی مراد لیتے ہیں۔

## محجوب:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو حضرت حق سے بالکل غافل ہے۔

## محجوب مطلق:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو مقام حیرت پر فائز ہو اور کسی چیز کی اسے خبر نہ ہو۔

## محقق:

وہ شخص ہے جس پر حقائق منکشف ہوں۔ یہ اسے میسر ہے جو حجت و برہان سے گزر کر کشف الٰہی کے مرتبہ میں پہنچا ہو اور دیدۂ دل سے مشاہدہ کرتا ہو اس طرح پر کہ اشیاء کے حقائق اگرچہ حق اور ثابت تو ہیں لیکن وہ سب حق تعالیٰ کے وجود واحد سے ہیں کیوں کہ وجود حق کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں۔

## محو:

نابود ہونے اور اوصاف و عادات بشری کے زائل کرنے اور اپنے تمام افعال و اقوال کو حق میں فنا کر دینا مراد ہے۔

## محو الجمع:

اس سے وحدت میں کثرت کی فنا مراد ہے۔

## محو ذات:

اس عاشق کو کہتے ہیں جو انوار ذات کی تابش میں محو ہو گیا ہو۔

## محراب:

ہر مطلوب و مقصود جس کی طرف دل متوجہ ہو۔

## محافظت:

اوقات کے مراقبہ کو کہتے ہیں۔

## مخدع:

ستر (۷۰) افراد واصلین کی قیام گاہ ہے۔ یہ اسم ظرف ہے اس کے معنی پوشیدہ جگہ کے ہیں جس کو نہاں خانۂ اسرار کہتے ہیں۔ قرب وصول کی وجہ سے یہ افراد واصلین اس مقام پر پہنچے ہیں۔ وہاں ہر کسی کا گذر نہیں۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے: انا الحسنی والمخدع مقامی (میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور میرا مقام مخدع ہے)۔

## مخلص:

لام کے زبر کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے شرک و گناہوں سے پاک وصاف فرمایا اور لام کے زیر سے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص کیا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا، اللہ کی نافرمانی نہ کی، مخلص اپنی نیکیوں کو برائیوں و گناہوں کی طرح مخلوق سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

## مدہوشی:

اس سے ظاہری و باطنی استہلاک مراد ہے۔

## مرات:

اصطلاح میں علم الٰہی مراد ہے کیوں کہ علم الٰہی میں اعیان ثابتہ ہیں اور ان میں وجود منعکس ہوا ہے۔

## مراۃ اللون:

وجود حقانی مراد ہے کیوں کہ تمام الوان، اوصاف اور الوان کے احکام اسی وجود حقانی میں ظاہر ہیں اور ظہور اکوان کی وجہ سے وجود حقانی اس میں پوشیدہ ہے جیسے آئینہ کا چہرہ صورت ظاہر ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

## مراتب ستہ:

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں تنزل حق کے چھ مرتبے مقرر ہیں اول احدتیہ جس میں صرف اعتبار ذات ہے اس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ بعض مرتبہ اول وحدت کو کہتے ہیں جو تعین اول ہے، برزخ کبریٰ اور قابلیت محض ہے۔ مرتبہ ثانی واحدیت کو کہتے ہیں جس میں ذات تفصیلاً اسما کا بھی اعتبار

ہے۔ مرتبہ ثالث ارواح مجردہ ہیں جس میں عقول عالیہ اور اروح انسانیہ ہیں۔ مرتبہ رابع ملکوت ہے جس میں نفوس سماویہ اور انسانیہ ہیں اس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ مرتبہ خامس عالم ملکوت ہے کہ عالم اجسام اور عالم اعراض ہے اسی کو عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ اور مرتبہ سادس عالم انسان کامل ہے جو تمام مراتب کا جامع ہے۔

## مراد:

ایسا شخص مراد ہے جو اپنے ارادہ سے نکل چکا ہو اور محبوب حقیقی اس کی مراد ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے کہ شدائد اور مشکلات میں شکایت نہ کرے کسی چیز اور کسی حال کا متمنی و شائق نہ ہو۔

## مرید:

جو اپنے ارادہ سے بالکل آزاد ہو۔ مرید وہ ہے جس کے لئے اسماء الٰہی کا دروازہ کشادہ ہو اور وہ ان لوگوں کے زمرے میں آجائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اسماء کے ذریعہ سے توسل ڈھونڈتے ہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مرید وہ ہے جو نظر اور استبصار سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو اور اپنے ارادہ سے خالی ہو کیوں کہ وہ یہ جانتا ہے کہ جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ حق کے ارادہ سے آتا ہے نہ کہ غیر کے ارادہ سے۔ اس لئے اس کا ارادہ حق کے ارادہ میں فانی ہو جاتا ہے۔ پھر وہ وہی چاہتا ہے جو حق چاہتا ہے۔

## مسامرہ:

افسانہ سے مراد ہے۔ اصطلاحاً حق کی بندہ سے اس کے سِر میں گفتگو نیز مناجات شبینہ کو بھی کہتے ہیں۔

## مستوی الاسم اعظم:

وہ بیت الحرام اور عرش معظم مراد ہے جس نے حق کو اپنے میں سما لیا ہے، وہ انسان کامل کا قلب ہے۔

## مستند المعرفہ:

حضرت واحدیت کے مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں اسماء وصفات کی تفصیل ہے۔

## مستہلک:

ذات احدیت میں مکمل طور پر فانی شخص مراد ہے۔

## مستریح:

لغت میں راحت و آرام کا طلب گار مراد ہے لیکن اصطلاح میں وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قدر پر مطلع کیا کیوں کہ یہ ہر اس مقدور کو دیکھتا ہے جس کا معلوم وقت پر وقوع پذیر ہونا ضروری ہے اور اس چیز کو بھی دیکھتا ہے جو مقدور نہیں ہے اور اس کا واقع ہونا نہیں ہے۔ ایسا شخص اس چیز کے انتظار سے راحت و آرام پاجاتا ہے جو وقوع پذیر نہیں ہوئی اور گزری ہوئی چیز پر رنج و حسرت سے نجات پاجاتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا مگر آپ ﷺ نے کبھی کسی کام کے بارہ میں نہ فرمایا تم نے یہ کیوں کیا اور وہ کیوں نہ کیا۔ انسان کامل ان تمام امور کو ملائم سمجھ کر ان سے آرام پالیتا ہے۔

## مستی:

عاشق کا معشوق حقیقی کے عشق میں من جمیع الوجوہ گرفتار ہونا اور اس گرفتاری سے خوش ہونا مراد ہے۔

مستیِ من از خمارِ چشم مست ساقی است
بندۂ پیرِ مغاں خاکِ در میخانہ ام

میری تمام مستی و سرخوشی ساقی کی چشم مست کے خمار سے ہے میں پیرِ مغاں کا غلام اور در میخانہ کی خاک ہوں۔

## مسجد:

تجلی جمالی کا مظہر، مرشد کا آستانہ اور بعض نے حریم ذات بھی مراد لئے ہیں۔

## مسخرہ:

جو لوگوں کے درمیان اپنے کشف و کرامات بیان کرے اور درویشی و معرفت کی ڈینگیں مارے۔

## مشاہدہ:

تجلیات حق کی صورتوں کو بغیر حجاب اشیاء کے دیکھنا اور چیزوں کو دور کر کے نظر باطن کو ذات حق پر محکم رکھنا مشاہدہ کہلاتا ہے۔ حضرات صوفیہ میں اس سلسلہ میں دو گروہ ہیں ایک کا قول ہے کہ عارف ہمیشہ مشاہدہ میں غرق رہتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمیشگی نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ جب تک رطب اتصال قلب محکم اور متحقق ہے تب تک مشاہدہ حاصل ہے۔ اسی وجہ سے ہے کہ انوار و

انکشافات کبھی ہوتے ہیں اور کبھی نہیں کہ الوقت سیف قاطع وبرق لامع (وقت ایک کاٹنے والی تلوار اور چمکنے والی تجلی ہے)۔

**مشارق الصبح:**

تجلیات اسمائیہ سے مراد ہیں کیوں کہ یہ تجلیات اسمائیہ اسرار غیب کی کنجیاں اور تجلیات ذات ہیں۔

**مشرف الضمائر:**

وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے قلوب پر مطلع کیا اور اس پر حق کا اسم باطن جلوہ گر ہوا جس سے وہ لوگوں کے قلوب پر مطلع ہوتا ہے۔

**مشیت:**

تمام عالم کے لئے تجلیات ذاتیہ سے معدوم کی ایجاد اور موجود کی عدمیت مراد ہے۔

**مصباح:**

اس سے مراد روح ہے جس سے جسم کی حیات ہے۔ بعض دل کو بھی کہتے ہیں جس سے جسم روشن ہوا ہے۔

**مصقلہ:**

اصطلاح میں ذکر الٰہی اور شغل و فکر و مراقبہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آئینہ قلب نفسانیت کے رنگ اور خطرات سے پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

**لکل شیء مصقلۃ و مصقلۃ القلب ذکر اللہ تعالیٰ۔**

ہر چیز کے لئے ایک صاف کرنے والی شے ہے اور قلب کی صفائی کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔

### مطرب:

اصطلاح تصوف میں مرشد کامل مراد ہے جو مرید صادق کو فیض پہنچاتا ہے اور کامل کرتا ہے۔
بعض کے نزدیک حضرت حق تعالیٰ مراد ہے جو نغمہ الست کو چھیڑنے والا ہے۔

### مطلع:

لغت میں اس کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ اصطلاح میں متکلم کا قرآن مجید کی تلاوت کے وقت مقام شہود ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "حق نے اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے تجلی کی مگر وہ دیکھتے نہیں ہیں۔" ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی حالت میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ایک آیت کو ذوق کے ساتھ تکرار کر رہا تھا یہاں تک کہ اس آیۃ کو متکلم سے سنا۔" شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "اس وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرماتے وقت درخت کی زبان گویا زبان تھی جس سے ارشاد ہوا تھا کہ "انی اناللہ" (میں اللہ ہوں)۔ ہر شے میں حق شہود ہے اور وہی اس کا مطلع ہے۔

### مطلق:

غیر مقید چیز کو کہتے ہیں۔

اس کی چند قسمیں ہیں:

ا۔ مطلق کلی اپنی جزئیات کی بہ نسبت۔ اس صورت میں کلی کا حمل اپنے جزئیات بالمواطات میں صحیح ہے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ زید، بکر اور خالد انسان ہیں دوسرے یہ کہ ایک چیز اگرچہ بنفسہ جزوی طور پر مشخص معین و مقید ہے مگر شیون اور حالات و اطوار اور اوصاف کے لحاظ سے مطلق ہے جیسے زید مثلاً ایک معین شخص ہے لیکن بہ نسبت نیند و بیداری وغیرہ شیون و اطوار اور اوصاف کے مطلق ہے۔ اس جگہ حمل بالمواطات کے بجائے حمل بال اشتقاق و درست ہے۔

## مظہر:

ظہور کی جگہ مراد ہے۔ مظاہر مظہر کی جمع ہے۔ واقعی اعتبارات جو وجود مطلق سے نکلے ہیں مراد ہوتے ہیں۔ حضرات صوفیہ ہستی مطلق حقانی کے سوا تمام عالم کو وہم کہتے ہیں اور عالم کو عکس، سایہ، مرات، آئینہ بھی کہتے ہیں۔

## مظہر اتم:

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں یہ ایک مشہور مسئلہ ہے۔ اصل میں مظہر اتم آنحضرت ﷺ کا لقب خاص ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ، حضرت رب العزت کا خاص مظہر اول ہیں اور تمام اشیاو اشخاص آپ ﷺ کے مظہر ہیں۔ آپ ﷺ حق کے اسم مبارک "اللہ" کے مظہر ہیں اور یہ تمام اسماء کا جامع ہے۔ عالم کی تمام اشیاء ایک ایک اسم خاص کا مظہر ہیں اس لئے ہر شے مظہر اتم ہوئی۔

## معاد:

لغت میں بازگشت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں مبدا کی ضد ہے۔ یعنی انسان خاک ہوا، خاک سے آب، آب سے باد، باد سے نار، نار سے نور، نور سے سِر اور سِر سے ذات حق میں فنا ہوا۔ انسان نے

مثال میں ترقی کی، مثال سے ارواح میں ارواح سے واحدیت میں، واحدیت سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں یعنی ذات حق میں ترقی کر کے محو و فنا ہو جاتا ہے اس کو شغل مبدأ و معاد کہتے ہیں۔ اسماء کلی کونی کو جو بدیع و باعث ہیں ان کو بھی مبداء کہتے ہیں، نیز اسماء کلی کیانی جو عقل کل اور نفس کل وغیرہ ہیں ان کو معاد کہتے ہیں۔

## معائنہ:

تجلیات کے وہ انوار جو سالک کے دل پر بے مثل و بے جہت وارد ہوں اور سالک ان میں محو ہو کر خودی سے برطرف اور حق میں گم ہو جائے۔

## معیت:

معیت (ساتھ ہونا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید ۴) یعنی تم جہاں کہیں ہو وہ ذات وصفات کے اعتبار سے ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔

اسماء وصفات ذات کو لازم ہیں اور ذات اسماء وصفات کو وجود حقیقی میں عدم حقیقی کے برخلاف یہ تلازم ضروری ہے۔ وجود حقیقی اسم با مسمی ہے اور آثار، افعال اور اسماء وصفات کی معیت ذات کے ساتھ ظہور میں ثابت ہوئی۔

## معالم اعلام الصفات:

معلم میم کے زبر کے ساتھ کسی چیز کے نشانہ کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع معالم ہے۔ علم عین ولام کے زبر کے ساتھ اسے کہتے ہیں جس سے آدمی مشہور ہو اس کی جمع اعلام ہے۔ اصطلاحاً اعضا بھی مراد

ہیں جیسے آنکھ ہاتھ، کان، ناک وغیرہ اس لئے کہ ان اعضاء سے معالم اور صفات کے اصول ظاہر ہوئے۔

## معرفت:

ذات کو ذات، صفات کو صفات، پھر ذات کو صفات کے ساتھ اور صفات کے ذات کے ساتھ پہچاننا معرفت کہلاتا ہے۔

اس کی تین اقسام ہیں:

ا۔ معرفت عقلی: کہ حق کو بغیر قطعی دلائل کے عقل سے پہچانے جیسے فلسفیوں وغیرہ کی ہے مگر یہ معرفت ناقص ہے کیوں کہ عقل وہم کا شکار ہوتی ہے اور ناقص و حادث ہے اور حضرت حق تعالیٰ کامل و قدیم اور ناقص و حادث کامل کو کما حقہ نہیں پہچان سکتا۔

۲۔ معرفت علمی: کہ حق کو عقل و نقلی دلائل سے پہچانے۔

۳۔ معرفت کشفی: کہ سالک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے سلوک پورا کرے اور واصل بحق ہو جائے۔ حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ ہی سے پہچانے یعنی اپنی خودی کو بالکل نیست و نابود کر دے۔ یہ سب سے افضل و اعلیٰ معرفت ہے اور عنایت حق پر موقوف ہے۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے تراب
بندہ جب چھوٹے خودی سے تو خدائی نقد ہے

بعض نے معرفت کی تین مزید اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ معرفت افعالی: افعال سے حق کو اس طرح پہچانے کہ مخلوق کا ہر فعل حق کے ارادہ سے ہے اور بغیر اس کے ارادہ کے کسی فعل کا مخلوق سے صادر ہونا محال ہے۔ یہ تمام افعال حضرت حق تعالیٰ سے ہی ظہور میں آتے ہیں۔

۲۔ معرفت صفاتی: صفات کی رو سے ذات کو پہچانے یعنی ہر صفت کو ذات کا ظہور جانے مثلاً کسی نے گفتگو کی اور سالک نے سنا تو یہ خیال کرے کہ ذات حق کے ساتھ صفت کلیم اور سمیع کی دونوں میں ظاہر ہے۔ دل میں اگر وہم وخیال اور خطرہ گزرے تو اسے باطن حق تصور کرے اس طریقہ سے تمام صفات ہیں۔

۳۔ معرفت ذاتی: ہر چیز میں حق کو دیکھے اور جانے کہ سوائے ذات حق کے کسی اور کا ظہور ممکن نہیں۔

## معشوق:

حق تعالیٰ مراد ہے جس کو طالب سالک حقیقتاً پوری کوشش سے ڈھونڈے تو وہی دوستی کا مستحق ہے۔ مجازی طور پر ہر محبوب مطلوب کو کہا جاتا ہے۔

## مغرب الشمس:

اس سے تعینات کے ساتھ حضرت حق کی پوشیدگی اور جسم کے ساتھ روح کا چھپنا مراد ہے۔

## مفتاح اول:

اس سے تمام چیزوں کا احدیت ذاتیہ میں اندراج ہے جیسے درخت گٹھلی میں اور پودا بیج میں اور حرف روشنائی میں۔

## مفرح الاحزن و مفرح الکروب:

ایمان بالقدر سے مراد ہے اور ایمان بالقدر تقدیر الٰہی پر صابر و شاکر رہنا ہے۔

## مقام:

سالک کے ایک مقام میں مقیم ہونے کو کہتے ہیں وہ اس طرح پر کہ شروع میں سالک عبادت و ریاضت اور ذکر و شغل و مراقبہ وغیرہ میں مشغول رہے اور ان کے وسیلہ سے منازل سلوک طے کرے اور ترقی کرتا جائے اور پھر آخری مقام فناء الفنا میں مقیم ہو جائے۔ یہاں عروجی منازل کی سو منزلیں ہیں۔ ۹۹ مراتب تکوین ہیں جن میں سے ترقی کرنا چاہیئے ورنہ ناقص رہ جائے گا اور آخری منزل یعنی سویں منزل منزل تمکین ہے۔یہی سالک کی اقامت کا ہے اس سے سوائے بقاباللہ کے کوئی نہیں۔اس مقام کو فقر اور مقام غنا کہتے ہیں۔

## مقعد صدق:

مقام قدس ہے جہاں عیش و نشاط و سرور محض کے سوا کچھ نہیں:

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (القمر:۵۵)

مقام قدس میں صاحب قدرت و اختیار بادشاہ کے پاس۔

## مکنون المکنون:

مرتبہ احدیت، گنج مخفی، منقطع الاشارہ اور مقام محویت مراد ہے۔

## مکاشفہ:

اسرار اور امور غیبی کو سالک کے دل پر اس طرح ظاہر ہونے کو کہتے ہیں کہ سالک چشم ظاہری کو بند کرے اور مراقب ہو کر قلب کو حق کی طرف متوجہ کرے اور قلب کی آنکھ سے دیکھے۔ اس

وقت قلب پر تجلیات وارد ہوں گی یعنی ذات کا شہود، صفات کی صورت پر مشاہدہ کرے گا۔ اس کشف کو کشف صغریٰ اور کشف کونی کہتے ہیں۔

**مکانۃ:**

اس سے بلند مرتبہ مراد ہے۔ یہ تمام منزلوں سے عالی ہے۔
کبھی اس کا اطلاق اس مقام کی طرف ہوتا ہے جس کی طرف حضرت حق کا ارشاد ہے:
فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (القمر: ۵۵)
مقام قدس میں صاحب قدرت واختیار بادشاہ کے پاس۔

**مکر:**

لغت میں اس کے معنی حیلہ و فریب کے ہیں لیکن اصطلاح میں حق کا بندوں کو باوجود ان کی نافرمانیوں کے نعمتیں ارزانی کرنا نیز باوجود بندوں کی بے ادبیوں کے ان کا حال برقرار رکھنا ہے۔

**ملک:**

عالم ناسوت وعالم شہادت مراد ہے۔

**ملکوت:**

عالم غیب مراد ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ملائکہ کا عالم ہے۔ ملک و ملکوت دونوں عالم شہادت خارج میں ہیں عالم غیب ان کے ماوراء ہے۔

**ملحد:**

حق کی راہ سے روگردانی کرنے والا فاسق اور بے دین مراد ہے۔

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ملحد کی پانچ اقسام ہیں:

۱۔ ملحد شریعت: اس کا عمل و اعتقاد شریعت کے خلاف ہو، خلاف شرع باتیں کرے۔

۲۔ ملحد طریقت: جو دنیاوی کاروبار میں مبتلا ہو کر حق سے غافل ہو جائے حالاں کہ بظاہر وہ اپنے آپ کو فقیر کہلاتا ہو۔

۳۔ ملحد حقیقت: جو اپنے معبود برحق کو چھوڑ کر دنیا والوں کی خوشامد و چاپلوسی کرتا ہو اور خود کو فقیر کہتا ہو۔

۴۔ ملحد معرفت: وہ اپنے کو عارف کہلاتا ہے اور غیر کو دیکھتا رہتا ہے۔

۵۔ ملحد وحدت: جو حق کو حی، علیم، قدیر، سمیع، کلیم، بصیر وغیرہ صفات کے ساتھ متصف جانتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ وہ ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے۔ پھر وہ یہ بھی تصور کرتا ہے کہ وہ کہاں ہے، آیا عرش کے اوپر یا لامکان میں عالم میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے۔ بعض صوفیہ صافیہ نے ملحد سے ایسا موحد مراد لیا ہے جو ذات باری میں بالکل فنا ہو جائے اور حق کی انا اس کی انا ہو جائے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی مقام سے فرماتے ہیں:

اے عاشقاں اے عاشقاں من ملحد دیرینہ ام
وے صادقان وے صادقان من ملحد دیرینہ ام

## ملامتی و ملامتیہ:

لغت میں شریعت محمدی ﷺ کے مخالف کو کہتے ہیں لیکن ارباب تصوف کی اصطلاح میں وہ فقراء ہیں جو ظاہر میں بدنام اور باطن میں ہوشیار و خوش نام ہیں۔ وہ اپنی عبادات اور نیکیوں کو کسی پر

ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اپنی برائیاں و عیوب افشاء کرتے ہیں تاکہ مخلوق خدا کے درمیان حقیر و بدنام ہوں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ ان کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وھم اعلیٰ الطائفۃ وتلامذھم ینقلبون فی اطوار الرجولیۃ۔

یعنی وہ لوگ اعلیٰ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے تلامذہ اپنے خیالات و کیفیات اطوار رجولیۃ سے بدلتے رہتے ہیں۔

**ملجاء:**

لغوی معنی جائے پناہ اور اصطلاح میں دل کا اعتماد، حق پر حصول مراد کے لئے رکھنا ہے۔

**ملاء:**

عالم تشبیہ مراد ہے۔

**ملاحت بے نہایت:**

کمال الٰہی مراد ہے کہ کوئی شخص اس کی انتہاء کو پہنچتے ہی کلی طور پر مطمئن ہو جائے۔

**ممتنع الوجود:**

عدم سے مراد ہے۔

**ممکن:**

اصطلاح میں عالم ارواح سے عالم اجسام تک جو کچھ ہے وہ ممکن کہلاتا ہے۔

## منجاء:

دل کی آفت سے چھٹکارہ پانے کو کہتے ہیں۔

## منزل:

سالک کے قیام کی جگہ مراد ہے۔ چار منزلیں ہیں:

ا۔ ناسوت ۲۔ ملکوت ۳۔ جبروت ۴۔ لاہوت

جسم ناسوت کی منزل ہے جسے فنا کر کے سالک ملکوت کی منزل پر پہنچتا ہے جو مثالی جسم ہے۔ جسم مثالی کی فنا کے بعد سالک جبروت کی منزل پر پہنچتا ہے جو ارواح ہیں۔ اور اس کی فنائیت کے بعد منزل لاہوت پر پہنچتا ہے۔ لاہوت اعیان ثابتہ ہیں اسے منزل لاہوت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ داخلی مراتب میں ہے کہ احدیت، واحدیت، اور وحدت ہیں۔ اعیان مرتبہ واحدیت میں ثابت ہیں۔ یہ تینوں مراتب ذاتی تنزیہی داخلی ہیں اور بجائے ایک مرتبہ کے ہیں۔

بعض صوفیہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ منزل ناسوت وہ ہے کہ سالک غیر حق کو فراموش کرے۔ منزل ملکوت وہ ہے کہ یاد حق میں ہمیشہ قائم رہے اور منزل جبروت وہ ہے کہ سالک اپنی خودی کو فراموش کرے اور منزل لاہوت میں سالک کی نظر ہمیشہ خالق پر رہے۔

## موحد:

اسے کہتے ہیں جو توحید حق اور وحدت میں مضبوط و ثابت قدم اور یکتا رہے۔ حق کی یگانگی کے علاوہ کسی اور کی طرف نظر بھی نہ ڈالتا ہو۔ ذات حق میں ایک ہو اور اپنی غیریت وخودی سے چھٹکارہ پاچکا ہو اور حق کی عینیت میں ڈوبا ہو۔ جو کام بھی کرے حق سے کرے ہر جگہ ذات کا مشاہدہ کرے اس نے اپنی چشم بصیرت و بصارت ایک کر دی ہو۔ موحد کی علامت یاد حق میں مکمل استغراق ہے۔

یہ مرتبہ میں عارف سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی موت ایسی ہوتی ہے جیسے معشوق کی طرف خوشی خوشی جا کر مل جانا۔

## موت:

اصطلاح موت سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس کی خواہشات بالکل فنا کر دے۔ بھول کر بھی لذتوں، شہوتوں اور فطری ضرورتوں کی طرف میلان نہ کرے کیوں کہ یہ سب سفلی جہتیں ہیں کیوں کہ اگر ان کی طرف توجہ کرے گا تو نفس حیوانی قلب کو ان سفلی جہات کی طرف لگا دے گا اور اگر نفس حیوانی کا مکمل طور پر قلع قمع ہو گیا تو قلب فطری و طبعی طور پر اپنے مرکز کی طرف جو عالم قدس اور حیات ذاتیہ کا نور ہے رجوع کرے گا اور جس کے لئے ابدی زندگی ہے۔ اس حالت میں وہ کبھی مرے گا نہیں۔ افلاطون کا کہنا ہے بالارادۃ تحی بالطبیعۃ ارادہ سے مر جا تو طبیعت سے زندہ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ موت توبہ سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (البقرہ: ۵۴)

اپنے رب سے توبہ کرو پھر نفس کے ساتھ جنگ کرو۔

جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کفار سے جہاد فرمایا تو ارشاد فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ قالوا یا رسول الله ما الجهاد الاکبر قال: هو مخالفة النفس۔

ہم لوٹے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا نفس امارہ کی مخالفت۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

المجاھد من جاھد نفسہ۔

یعنی مجاہد وہ ہے جو نفس سے جہاد کرے۔

کفار و مشرکین سے جہاد میں تو آدمی ایک ہی بار مرتا ہے اور نفس کے جہاد میں ہر روز بلکہ ہر پل موت ہے۔ جب سالک ہوائے نفس سے مر گیا تو حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہو گیا جو ہدایت و معرفت ہے اور اس نے موت ابدی سے جو ضلالت و جہالت ہے رہائی پائی۔

ارشاد باری ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (الانعام: ۱۲۲)

وہ ضلالت و گمراہی اور جہالت کی موت کے ساتھ مردہ تھا ہم نے اس کو علم حیات و معرفت کے ساتھ زندہ کر دیا۔

حضرات صوفیہ اس موت کو موت جامع کہتے ہیں کیوں کہ یہ سب اموات کی جامع ہے۔

## موت ابیض:

حضرات صوفیہ کے نزدیک اس سے بھوک مراد ہے کیوں کہ بھوک سے مؤمن کا باطن اور قلب روشن ہوتا ہے۔ جب سالک شکم کو ہمیشہ خالی رکھے گا تو وہ موت ابیض سے مر جائے گا۔ اس کا قلب منور ہو جائے گا اور اسے زندگی حاصل ہو جائے گی۔ جیس کا پیٹ بھرا رہتا ہے اس کی عقل و سمجھ کم ہو جاتی ہے۔ بھوک کو اس وجہ سے بھی موت ابیض کہتے ہیں کہ قوت مدرکہ کی نورانیت اور ادراک کی سرعت بھوک کے لوازم میں سے ہے۔

## موت احمر:

نفس کی مخالفت مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے عشق میں مکمل فنا ہو جانا ہے۔ یہ فنا فی الذات ہے کیوں کہ حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں عشق حضرت حق کا نام ہے: العشق ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ۔

## موت اختیاری:

سالک کا اپنے آپ کو فنا کرنا اور حق کو باقی رکھنا موت اختیاری ہے کہ

موتوا قبل ان تموتوا۔

مر جاؤ اس سے بیشتر کہ تم کو موت آئے۔

## موت احضر:

اصطلاحاً گدڑی پہننے کو کہتے ہیں جس میں ایسے پیوند لگے ہوں جو قیمتی نہ ہوں جب سالک ایسے لباس پر قناعت کرے گا جس سے صرف ستر پوشی اور نماز صحیح ہو تو وہ موت احضر سے بہ سبب تباہ وسیاہ ہونے عیش ظاہری کے مر جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے جمال ذاتی کے نور سے منور ہو جانے پر قناعت کی جس سے وہ حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہو گیا۔

## موت اسود:

اس سے مراد مخلوق کی ایذا رسانی پر تحمل و برداشت کرنا ہے کیونکہ جب سالک ایذائے خلق سے اپنے نفس میں کوئی حرج نہیں پاتا اور نفس اس تکلیف سے غمزدہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے نفرت پاتا ہے کیوں کہ وہ اسے محبوب کی جانب سے دیکھتا ہے تو وہ موت اسود سے مر جاتا ہے۔ یہی فنا فی الافعال

ہے۔ کیوں کہ سالک خلق کے افعال کو اپنے محبوب میں فانی دیکھتا ہے بلکہ کل مخلوق میں فانی دیکھتا ہے۔ یہی موت اسود ہے۔

## موت اضطراری:

اس سے موت طبعی مراد ہے۔

## موجود:

اس کے لغوی معنی وہ چیز جو بذاتہ قائم ہو اور کسی کی محتاج نہ ہو لیکن تصوف کی اصطلاح میں ذات حق تعالیٰ مراد ہے جو خود بخود موجود ہمیشہ سے قائم اور اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں۔ تمام چیزیں اسی سے موجود ہیں۔ موجود کی دو قسمیں ہیں ایک واجب الوجود (جس کا وجود اس کی ذات کے اعتبار سے ضروری ہے جیسے حضرت حق تعالیٰ، کہ بسیط محض ہے نہ جنس اور فصل سے مرکب)، دوسری ممکن الوجود (جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم جیسے مخلوق ہے)۔

## مہر:

اس سے عشق پر سوز مراد ہے۔ مہر کے دو لغوی معانی ہیں ایک محبت جو عشق ہے، دوسرے آفتاب۔ عشق اپنی گرمی اور تابش میں آفتاب جیسا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے چوں کہ دنیا میں سورج سے زیادہ گرم کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اس کی مثال عشق سے دی جاسکتی ہے۔

## مہم زلف:

اس سے کثرت کے راز معلوم کرناہیں۔

## مہیمنون:

ان سے وہ فرشتے مراد ہیں جو جمال الٰہی کے مشاہدہ میں ایسے بے خبر ہیں کہ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا بھی کہ نہیں اور اسی بے خبری کی وجہ سے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم نہیں ہوا کیوں کہ انہیں نہ ماسویٰ اللہ کا ہوش ہے اور نہ کسی اور شے کی ان میں گنجائش ہے۔

## مے:

اصطلاحاً وہ ذوق مراد ہے جو عالم باطن سے سالک کے دل پر وارد ہو کر اس کے ذوق و شوق و طلب کو تیز کر دے۔

## مے بیر نگ و بوے:

تجلی ذاتی مراد ہے جو صفات کی بو، رنگ اور افعال سے مکمل طور پر خالی ہو مراد ہے۔

مئ دہ کہ دارد نہ رنگے نہ بوے

پیاؤ سدا اور رہونت سنبھالے

یعنی ہمیشہ ایسی شراب معرفت پلاؤ جس میں نہ کوئی رنگ ہو نہ بو اور سدا سنبھالے رہو (یعنی جادۂ استقامت سے ہٹ نہ پائے)۔

## میخانہ:

عالم لاہوت مراد ہے اور بعض کے نزدیک ناسوت الطف جس میں تمام عالم یک رنگ ہو گئے مراد ہے۔

## میدان:

اس سے شہود کا مقام اور عالم اطلاق مراد ہیں۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ:

کون اس راہ میں قدم رکھے　　　یہ تو میدان نامرادی ہے

عالم اطلاق وہ عالم ہے جہاں استغناء محض ہے اور کوئی مراد نہیں ہے۔

اس کی بے الفتی و استغنا　　　ساز و سامان نامرادی ہے

## میزان:

اس سے وہ چیز مراد ہے جس کے ذریعہ سے انسان صائب ارادے اور اچھے اعمال برے افعال کے مقابلے پہچانتا ہے اسی سے عدل و انصاف ہے جو حقیقی وحدت کا پرتو و سایہ ہے۔ علم شریعت و طریقت اس میں شامل ہیں۔ اہل ظاہر کا میزان شریعت اور اہل باطن کا وہ عقل ہے جو نور قدسی سے منور و تاباں ہے۔ اہل خاصہ کا میزان علم طریقت ہے نیز خاص الخاص کا میزان عدل الٰہی ہے۔

## میکدہ:

عارف کامل کے باطن کو کہتے ہیں جس میں ذوق و شوق اور معارف الٰہی کی کثرت ہوتی ہے اور بعض اس سے حسن ظاہری بھی مراد لیتے ہیں۔

شاید کہ دریں میکدہ ہا در یابیم　　　آں یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

جس محبوب کو ہم نے صومعہ میں اپنے ہاتھوں سے کھو دیا ہے ممکن ہے اسے میکدہ میں پالیں۔

## میل:

شعور و آگہی کے ساتھ اپنی اصل کی طرف رجوع کرنا نہ کہ جمادات و نباتات کے طبعی رجوع کی طرح جو اپنی اصل کی طرف بے اختیار مائل ہیں۔

## ن

## ناز:

لغت میں صنوبر و سرو کا درخت اور نورستہ پودا مراد ہے مگر اصطلاح میں معشوق حقیقی کی صفت مراد ہے جو عاشق پر ظاہری و پوشیدہ تجلی فرماتا ہے اور اس کی بشریت اور مجازی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔

## ناسوت:

عالم شہادت جو جمال کا مقام و محل ہے مراد ہے۔

یکے منزل کہ آں ناسوت نام است　　پر از اوصافِ حیوانی تمام است

ایک منزل ہے جس کا انم ناسوت ہے، جو کہ اوصافِ حیوانی سے پُر ہے۔

## ناقوس:

وہ تنبیہ مراد ہے جو توبہ اور انابت کی طرف لائے اور وہ جذبہ بھی جو حق سے خبر دار کرے۔ اور نفس سے چھٹکارہ دے اطاعت کی طرف لائے اور خواب غفلت سے بیدار کرے دنیا (آفاق) میں جو ظاہری ناقوس یعنی سنکھ ہے جو ہنود میں رائج ہے۔ باطنی ناقوس صور اسرافیل ہے۔ انفس میں ناقوسِ شریعت اذان، ناقوسِ طریقت سماع، ناقوسِ حقیقت نغمۂ الست اور ناقوسِ معرفت صوت سرمدی ہے جسے صدائے جرس بھی کہتے ہیں۔

## نالہ:

اس سے عاشق کی وہ مناجات مراد ہے جو معشوق کی طرف ہو اور بعض نے عاشق کی دعا بھی مرادلی ہے۔

## نالہ زار:

محبت کی طلب کو کہتے ہیں۔

## نالہ زیر:

محبوب کے اس لطف و کرم کو کہتے ہیں جو عاشق پر ہو۔

## نامرادی:

یہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سالک کو کوئی رادہ وخواہش نہ رہے اس کا ارادہ و مرضی عین حق کی مرضی ہو جائیں یعنی بشریت سے بالکل ختم ہو جائے وہ اپنے کو عین حق جانے اور ہویت حقہ میں اس طرح گم ہو جائے کہ اپنی یافت کے علم کو بھی بھول جائے۔

نامرادی کی بھی طلب نہ رہے　　　یہی پایانِ نامرادی ہے

## ناموس:

یہ غیریت اور اس کے مقام کے ضمن میں آتا ہے۔ اس سے عفت و عصمت، تدبیر و سیاست بھی مراد ہے۔ قاعدہ اور شریعت کے دستور کے واسطہ بھی استعمال ہوتا ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے شریعت کا اجراء متعلق ہے اس لئے ان کو بھی ناموس کہتے ہیں۔ اس کی جمع نوامیس ہے۔ فرشتوں کو نوامیس الٰہیہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ اس کے ایک معنی راز کے بھی ہیں

اسی لئے حضرت جبرئیل کو ناموس اکبر کہتے ہیں۔ عورت اس وجہ سے ناموس الٰہی کہی گئی کہ وہ تخلیق انسانی کا محل و مقام ٹھہری۔

**نبوۃ:**

اس سے مراد انسانوں و جنوں کو حقائق الٰہیہ سے باخبر کرنا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

نبوۃ التعریف: اس سے معرفت وصفات و اسماء حق سے باخبر کرنا مراد ہے۔

نبوۃ التشریع: اس سے مراد ہے کہ نبوۃ التعریف کے ساتھ احکام الٰہی کی تبلیغ، اخلاق و کردار اور حکمت کی تعلیم بھی ہو۔ یہ صرف رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرات صوفیہ کا مشہور قول ہے جس سے بہت سے علمائے ظاہر نے غلط نتیجہ نکالا حالاں کہ ان کا قول اپنی جگہ بالکل درست اور باوزن ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) اس سے مراد رسول کی ولایت ہے نہ کہ کسی ولی کی ولایت۔ ولایت سے مراد حق سے نزدیکی و قرب ہیں اور نبوت سے مخلوق سے نزدیکی یعنی نبی کی دو حیثیتیں ہیں ایک حق سے لینا، دوسری حق کو پہنچانا۔ ولی کی ایک حیثیت ہے کہ حق سے اکتساب کرتا ہے۔ نبوت اس وجہ سے منقطع ہوئی کہ دنیا سے متعلق ہے اور خلق کی صفات میں ہے ولات اس وجہ سے منقطع نہ ہوئی کہ وہ حق کی صفات میں سے ہے اس اعتبار سے ولایت افضل ہوئی۔

**نجباء:**

یہ نجیب کی جمع ہے، یعنی بزرگ لوگ۔ اصطلاح میں یہ چالیس اولیاء اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے معاملات کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا اور ان کو متصرف بنایا ہے۔

**نخست:**

اس سے روز اول مراد ہے۔

**نرگس:**

اس سے عارف کی آنکھ مراد ہے جو حیرت محمودہ سے سرفراز ہو۔

**نضح:**

اعمال کا ہر قسم کے فساد سے پاک وصاف ہونا۔

**نظر:**

لغت میں نگاہ و فکر کو کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں سالک کا حق کو صفات کے حجاب کے ساتھ دیکھنا کہ حق کی ذات کا ظہور صفات کی شکل میں ہوا۔ ورنہ بغیر حجاب کے صفات ذات دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اگرچہ دیکھنے کی کیفیت میں فرق ضرور ہے۔

**نظر بر قدم:**

یعنی پیروں پر نظر رہنا تاکہ دل پراگندگی سے محفوظ رکھے اور جس جگہ نظر نہ ڈالنا چاہیں نہ پڑے۔ اس سے عارف کی سیر کی طرف بھی اشارہ ہے اس لئے کہ وہ ہستی کی مسافتوں کو طے کرتا ہے۔

**نغمہ:**

اس سے مراد صوت سرمدی ہے۔

## نفس:

اس کی جمع انفاس ہے۔ نفس سے مراد سانس ہے اس کو اصطلاح میں حرکت اور تجلی ذاتی بھی کہتے ہیں۔ نون کے زبر اور ف کے سکون (جزم) کے ساتھ اس کے معنی روح، کسی چیز کی حقیقت، ہستی اور ہر چیز کے عین کو کہتے ہیں۔ یہ نفس جو روح کے معنی میں ہے ایک بخاری لطیف ہے جس میں زندگی کی حرکت و طاقت ہے۔ حکماء اسے روح حیوانی کا نام دیتے ہیں یہ قلب اور جسم کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

اس کی چار اقسام ہیں:

نفس امارہ: جس کا میلان جسمانی طبیعت کی طرف ہے، وہ شہوتوں و لذتوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور قلب کو سفلی سمتوں کی طرف کھینچتا ہے۔ یہ برائیوں، اخلاق ذمیمہ اور برے افعال کا مرکز و سرچشمہ ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (یوسف:۵۳)

بے شک نفس برائیوں کا امر کرتا ہے۔

نفس لوامہ: یہ نفس کسی گناہ اور غلطی کے ارتکاب پر اپنے کو بہت ملامت کرتا ہے کیوں کہ اس میں ہدایت کا نور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس غلطی و گناہ سے شرمندہ کرکے توبہ کراتا ہے۔ یہ نفس قلب کے ساتھ متعلق ہے۔ عبادت، تقویٰ و پرہیز گاری، ذکر و فکر، مراقبہ اور جہاد فی سبیل اللہ نیز روزہ نماز اور نیک اعمال وغیرہ اس کی صفات ہیں۔

حضرت حق تعالیٰ نے اس کو اپنی قسم کے ساتھ یاد فرمایا:

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (القیمۃ:۲)

ملامت کرنے والے نفس کی قسم۔

نفس مطمئنہ: یہ قلب کے نور سے منور اور صفات ذمیمہ سے پاک وصاف اور اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ صفات سے متصف اور قرب الٰہی میں فائز المرام ہوتا ہے۔ یہ نفس قلب سلیم سے متعلق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف ہنسی خوشی اس طرح لوٹ چل کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی، میرے مخصوص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

نفس ملہمہ: یہ تمام نفوس سے الگ اور سب سے افضل ہے۔ یہ انبیاء و اولیاء کے لئے مخصوص ہے۔ نیک اعمال، عبد معبود کا علم، حکمت و دانائی، قربت اور محبت وغیرہ اس کی صفات ہیں۔ یہ نفس شہید کے قلب کے ساتھ متعلق ہے۔ قلب مضغہ میں بہت سے پردے ہیں ہر پردہ میں سر الٰہی ہے پہلا سیاہ پردہ ہے جس کی پشت پر قلم قدرت سے لا لکھا ہوا ہے، اس سے فانی لذتوں و شہوات کے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ سالک کو ان پر عمل نہ کرنا چاہیئے کیوں کہ اس سے پردہ کی سیاہی بڑھتی ہے اور تمام مضغہ کو کالا کر دیتی ہے۔ اس منزل کو ناسوت بھی کہتے ہیں یہ نفس امارہ سے متعلق ہے۔ دوسرا پردہ صندلی رنگ کا ہے جس کی پشت پر الہ لکھا ہے اس کو منزل ملکوت کہتے ہیں۔ یہ نفس لوامہ سے متعلق ہے۔ تیسرا پردہ سفید ہے اس کی پشت پر الا اللہ لکھا ہے اس کو منزل جبروت کہتے ہیں۔ یہ نفس مطمئنہ سے متعلق ہے۔ اس کے بعد ایک بے رنگ پردہ ہے جس کا رنگ پہچانا نہیں جاتا اس کی پشت پر ھو لکھا ہوا ہے۔ اس کو منزل لاہوت کہتے ہیں۔ یہ نفس ملہمہ سے متعلق ہے۔

## نفس الامر:

صور علمیہ اور اعیان ثابتہ مراد ہیں۔

## نفس رحمانی:

اس سے اضافی وجود مراد ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے واحد اور صور معانی کے اعتبار سے کثیر ہے۔ نفس رحمانی ان تمام اسماء کو جو اسم رحمن کے تحت ہیں راحت و آرام پہنچاتا ہے وجود ان کے لئے آرام و راحت ہے کیونکہ وہ عدم ظہور کی وجہ سے معدوم تھے اور یہ عدم ان کے لئے تکلیف کا باعث تھا۔

## نفس قدسیہ:

وہ نفس ہے جس کو حضرت حق کی جانب سے یقین کی حد تک یہ ملکہ حاصل ہو گیا ہو کہ وہ جس وقت جو کچھ چاہے حاضر کر لے۔

## نفس کل:

اس سے لوح محفوظ مراد ہے۔

## نفس ناطقہ:

روح انسانی مراد ہے اور یہی: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الاسرا:۸۵) (کہہ دیجئے کہ روح امر ربی ہے) سے مراد ہے۔ یہ قلب اور روح القدس کے درمیان برزخ ہے۔ روح انسانی اس کی سواری ہے قلب جب مصفی و پاک ہو جاتا ہے تو وہ بھی روح کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اسی بنا پر بعض صوفیہ نے قلب کو بھی نفس ناطقہ کہا ہے۔

**نقباء:**

نقیب کی جمع ہے یہ تعداد میں تین سو اولیاء اللہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے باطنی احوال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔ یہ لوگ حضرت حق کے اسم باطن سے متحقق ہیں۔ یہ انسانوں کے باطن سے آگاہ ہوتے ہیں اسی بنا پر کبھی کبھی خاص حکمت سے پوشیدہ باتوں اور امور کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔

**نقطہ:**

مرتبہ سلب صفات اور ذات بحت مراد ہے نیز نقطہ ذات بھی کیوں کہ بسم اللہ کے باء کے نقطہ سے ذات مراد ہے۔

**نقطۂ خال:**

اس سے وحدت حقیقی کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ نقطہ خال سیاہی کی وجہ سے نقطہ دل کے ساتھ جو شعور و ظہور اور ادراک کے اخفا کا مقام ہے مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ بے شعوری اور عدم ظہور ادراکِ ظلمت کے اثر سے ہوتا ہے جیسا کہ تجلی ظہور کی تعبیر نور سے ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے خال سے مراد نقطۂ روحِ انسانی ہے۔

**نقطۂ شک:**

عالم فانی اجسام اور بعض کے نزدیک وہم غیریت کو کہتے ہیں۔ اکثر نے مرتبہ وحدت میں اجمال تشبیہی مراد لیا ہے۔ یہی کمال کا نقطہ ہے کیوں کہ اسی کی وجہ سے حضرت حق تعالیٰ کو استغناء غیب الغیب کے مرتبہ سے تشبیہ کی سمت توجہ ہوتی ہے۔

## نقل:

اسرار و معانی کا کشف مراد ہے۔

## نکتہ:

لغت میں باریکی، پاکیزہ شخص اور پوشیدہ کو کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح میں یہ عبد و معبود کے درمیان ایک راز ہے جو آناً فاناً بندہ کو پیام پہنچاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے خواطر مراد ہیں۔

## نگارہ:

معشوق اور بعض کے نزدیک ذات حق مع صفات مراد ہے۔

## نگاہ داشت:

اس سے خواطر کا مراقبہ ہے جیسے ایک ہی سانس میں چند مرتبہ کلمہ طیبہ بلا غیر کے خیال کے کہے۔ علاوہ ازیں اپنے نفس کو برائیوں سے بچانا بھی نگاہ داشت کہلاتا ہے۔

## نما:

اس سے عشرت پانا مراد ہے جس سے بڑھ کر کوئی عیش سالک کے لئے نہیں۔

## نمط:

اس سے حضوری اور مشاہدہ کا مقام مراد ہے۔

## نماز:

اس سے حضرتِ حق کی جانب باطنی توجہ اور ماسوی اللہ سے مکمل اعراض و روگردانی ہے۔

روئے دل شویم زآبِ توبہ باز

باوضوء خونِ دل سازم نماز

میں دل کے چہرہ کو توبہ کے پانی سے دھو کر خون دل سے وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ نماز عام: یہ کہ مقررہ اوقات میں فرض، سنت وواجب یا نفل نمازیں ادا کرے۔

۲۔ نماز خاص: یہ کہ حضور قلب کے ساتھ تمام نفسانی خطرات دور کر کے نماز پڑھے۔

۳۔ نماز خاص الخاص: ماسوی اللہ کو اپنے اوپر حرام کرے، دنیا سے وضو کرے، آخرت سے غسل کرے، نفس کو قربان کرے، دریائے فنا میں غوطہ لگا دے اور اپنے وجود کو ترک کر دے۔

نمازِ عاشقاں ترکِ وجود ست

نمازِ زاہداں سجدہ سجود ست

قیام و قعدہ و تکبیر و نیت

ہمہ محو است در عین معیت

عاشقوں کی نماز اپنے وجود کی نفی و ترک ہے جب کہ زاہدوں کی نماز سجدہ و سجود ہے۔ نمازی کا قیام قعدہ، تکبیر اور نیت سب معیت کے عین میں محو و گم ہیں۔ میں مست خرابات ایسی نماز پڑھتا ہوں جس میں نہ قیام ہے نہ رکوع نہ سجود۔

## نوال:

حضرت حق اپنی عنایت سے مقربین کو رضا و تسلیم جیسے مقامات عطا کرتا ہے اور کبھی اس لفظ کا اطلاق مبدأ فیاض سے وارد ہونے والے اس فیض پر کیا جاتا ہے جو سالک کے قلب پر ہوتا ہے۔ اس

سے وہ فیض رحمانی مراد ہے جو تمام مخلوق کے شریک حال ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے عم نوالہ (اس کی بخشش عام ہوئی)۔

**نوالہ:**

اس سے وہ خاص خلعت مراد ہے جو افراد کے لئے ہے۔ کبھی کبھی مطلق خلع کو بھی کہتے ہیں۔

**نور:**

وہ وجود مراد ہے جو تمام شکلوں اور کائنات میں جاری و ساری ہے۔ ذات باری اور اس کے سایہ کو بھی نور سے تعبیر کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**اللہُنُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور:۳۵)**

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

نور سے وحدت بھی مراد لی جاتی ہے جس میں حق اپنے واسطے ظاہر ہے اور غیر کے لئے مظہر ہے۔

اسی بنا پر بعض صوفیہ کا قول ہے:

**النور ھو الظاھر لنفسه والمظھر لغیرہ۔**

نور اپنے لئے ظاہر ہے اور اپنے غیر کے لئے مظہر ہے۔

**نور الانوار:**

اس سے ذات واجب مراد ہے۔

**نوروز:**

مقام تفرقہ مراد ہے یعنی ذات کا ذرہ ذرہ میں مشاہدہ کرنا اور فرق مراتب رکھنا۔

## نون والقلم:

نون سے علم اجمالی مرتبہ وحدیت یعنی حقیقت محمدیہ ﷺ اور قلم سے علم تفصیلی مرتبہ واحدیت مراد ہے۔نون والقلم سے عالم دنیا بھی مراد لیا جاتا ہے۔

## نیاز:

لغت میں ضرورت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں عاشق کی ایک صفت ہے جس سے وہ معشوق کو اپنے اوپر اور اس کی ہر بات کو اپنی ہر بات پر ترجیح دیتا ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول گرامی ہے:"اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اپنی قرابت ور شتہ داری سے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کو زیادہ دوست وعزیز رکھتا ہوں۔"

## نے:

اس سے مراد ذاتِ نبوی ﷺ ہے جس طرح نے کی آواز در حقیقت نائی کی آواز ہے اسی طرح آپ ﷺ کے تمام اقوال وافعال وحرکات وسکنات حضرت حق کی جانب سے تھے نہ کہ آپ ﷺ کی ذات اطہر سے۔انسان کامل اسی سے مراد ہے۔

## نیست ہست نما:

ممکنات اور مخلوقات مراد ہیں جو فی نفسہ نیست ونابود ہیں لیکن جو ہستی دکھائی دے رہی ہے وہ ان مخلوقات کی ہستی نہیں بلکہ حضرت حق کی ہستی ہے۔یہ ممکنات ومخلوقات عاریتی وجود سے ظاہر ہیں اس لئے کہ تمام مخلوقات کی علمی صورتیں وہمی وخیالی ہیں اور حقانی وجود ان وہمی وخیالی قالبوں کے ساتھ ظاہر ہے اسی لئے وہ سب وجود مطلق میں مل جائیں گے جیسے موجیں سمندر میں:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (٢٦) وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن:٢٧)

ہر شی مٹنے والی ہے صرف آپ ﷺ کے ربّ کی وجہ باقی رہے گی جو بزرگی و بخشش والا ہے۔

یعنی وجود حقیقی ابد الاباد تک باقی رہے گا۔

حضرات صوفیہ کا قول ہے:

**الاعیان ماشمت رائحۃ الوجود۔**

اعیان نے ابھی وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔

## نیل:

اس سے کوشش وطلب کے ساتھ حضرت حق کی دوستی مراد ہے۔

## نیم مستی:

اس سے استغراق و محویت میں آگاہی اور استغراق پر نظر رکھنا مراد ہے۔

# و

## واجب:

اسے کہتے ہیں جو اپنی بقا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

## واجب الوجود:

وہ ذات جو خود بخود موجود ہے اس کا وجود عین ذات، قدیم اور باقی ہے۔

## واحد:

اسماو صفات کے اعتبار سے ذات کا اسم ہے، احدیت، وحدت، واحدیت (مراتب ثلثہ) پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

**واحد الوجود:**

تینوں داخلی مراتب کا مجموعہ مراد ہے اس کو عارف الوجود اور شاہد الوجود بھی کہتے ہیں۔

**واحدیت:**

اسماء وصفات کی تفصیل کے اتھ ذات کا مرتبہ ہے۔ اس میں اعیان ثابتہ ظاہر ہیں یہی واحدیت تمام کثرت کی اصل ہے۔

**وادی ایمن:**

مقام شہود مراد ہے۔

**وارد:**

اس سے وہ پوشیدہ وغیبی معانی مراد ہیں جو سالک کے دل پر کسب کے وارد ہوں۔

**واسطہ:**

اس سے مرشد برحق کی برزخ مراد ہے جس پر ذکر و فکر کے وقت مرید کی نظر رہتی ہے۔

**واسطۃ الفیض اور واسطۃ المدد:**

اس سے انسان کامل مراد ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ و واسطہ ہے۔ خصوصاً رسول اکرم ﷺ کا وجود مبارک۔ **لولاک لما خلقت الافلاک۔** (اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا)۔

## واصل:

اس سے وہ شخص مراد ہے جو اپنی خودی سے چھوٹ کر خدا سے مل جائے وہ تخلقوا باخلاق اللہ سے آراستہ و پیراستہ اور بے نام و نشاں و بے سر و پا نیستی کے سمندر میں اس طرح غوطے لگائے جیسے قطرہ دریا میں مل کر بے نام و نشان ہو جاتا ہے۔

بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ:

کیوں نہ ہو واصل بحق نکلے جو عالم سے تراب
بندہ جب چھوٹے خودی سے تو خدائی نقد ہے

## وتر:

اس سے ذات بحت تمام اعتبارات کے ساقط ہونے سے مراد ہے اس لئے کہ نہ احدیت کی نسبت کسی چیز کی طرف ہے اور نہ کسی چیز کی اس کی طرف۔ کیوں کہ شفع کے بر خلاف جس کے اعتبار کے لئے اعیان ثابتہ اور حقائق اسماء مقرر ہوئے ہیں، اس میں کسی چیز کا اعتبار نہیں۔

## وثقیٰ:

عوام کے لئے اس سے طاعات مراد ہیں اور خواص کے واسطے محبت الٰہی جو ان کو وجود کی ظلمتوں سے فانی اور انور و اخلاق الٰہی کے ساتھ باقی کرتے ہیں۔

## وجد:

فیض الٰہی سے لذت و سرور حاصل کرنا مراد ہے۔

## وجدان:

اس سے ذات حق کو ہر جگہ اور ہر شے میں پانا اور اس میں محو اور گم ہو جانا اور اس سے لذت لینا مطلوب ہے۔

## وجوب:

احدیت، ذات بحت، اور ہستی مطلق مراد ہے جو مرتبہ سلب صفات ہے۔ وجود کی تین اقسام ہیں:

۱۔ واجب الوجود: ۲۔ ممکن الوجود ۳۔ ممتنع الوجود

مراتب وجود کی تفصیلات کے لئے جد محترم حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ کی محققانہ وعارفانہ تصنیف "مناظر الشہود فی مراتب الوجود" ملاحظہ فرمائیں۔

## وجود اکبر:

وجود اور وحدت جمالی کو کہتے ہیں بعض کے نزدیک احدیت مراد ہے۔

## وجود عام:

مخلوق کا وجود اور ذات حق کی نسبت واضافت بھی مراد ہے۔

## وجہ:

لغت میں ذات، حقیقت، چہرہ اور طور طریق مراد ہیں لیکن اصطلاح میں واجب الوجود حقیقی کی ذات ہے کلام پاک میں ارشاد ہے:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:۱۱۵)

تم جدھر رخ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔

باش ایمن از ہمہ فارغ نشیں　　　　جامہ بر کن ثم وجہ اللہ بہ بیں

ہر ایک سے فارغ ہو کر جامہ ہستی کو پارہ پارہ کر دو پھر وجہ اللہ کا مشاہدہ کرو۔

### وجہ جمیع العابدین:

اس اسے حضرت الوہیت مراد ہے۔

### وجہ الحق:

وجہ الشیء ذات الشیء اور وجہ الحق سے مراد ذات حق ہے جو ہر چیز کی ذات ہے۔

### وجہ العنایۃ:

اس سے جذب و سلوک مراد ہے۔ یہ دونوں وجہیں ہدایت کی ہیں۔

### وحدت:

حب ذاتی، حقیقت محمدی ﷺ، برزخ کبریٰ اور ذات مع علم اجمالی مراد ہیں۔

وحدت کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ وحدت شخصی جیسے خالد بکر و زید۔

۲۔ وحدت نوعی جیسے انسان بہ نسبت زید و بکر و خالد کے

۳۔ وحدت جنسی جیسے جوہر بہ نسبت موجودات کی قسموں کے

۴۔ وحدت ارادی جیسے مومن انبیاء و رسول کے تبلیغ احکام پر حضرت حق کو واحد جانتا ہے۔

۵۔ وحدت حقیقی جو تعین اول ہے۔

## وراء اللبس:

اس سے مرتبہ احدیت میں ذات باری مراد ہے کیوں کہ مرتبہ وحدت میں حق وحدت کے لباس میں ہوتا ہے اس کے بعد اسماء و حقائق اعیان کے معانی کے لباس میں پھر روحانی صورتوں، مثالی صورتوں اور آخر میں حسی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے۔

## وراء الوراء:

ذات بحت اور احدیت کو کہتے ہیں۔

کلام پاک میں ہے:

وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَائِھِمْ مُّحِیطٌ (البروج:۲۰)

اللہ نے ان کو گرد سے گھیر رکھا ہے۔

## الوصف الذی للحق:

اس سے احدیت الجمع، وجوب ذاتی اور غنی عن العالمین (تمام عالم سے مستغنی و بے پروا) مراد ہے۔

## الوصف الذی للخلق:

امکان ذاتی اور فقر ذاتی مراد ہے۔

## وصال:

دوئی کا خیال دل سے دور کر کے ذات میں محو ہو جانا مراد ہے۔

تو مباش اصلا کمال انیست و بس
تو درو گم شو وصال انیست و بس

تم ہو ہی نہیں اصل کمال تو بس یہی ہے اپنے کو بالکل مٹا کر اس کی ذات میں گم ہو جاؤ بس یہی وصال ہے۔

## وصل:

اس سے وحدت حقیقی مراد ہے جو ظہور و بطون کے درمیان وصل و ربط پیدا کرتی ہے۔ محبت کے ساتھ رحمت کی سبقت بھی مراد لی جاتی ہے بعض کا قول ہے کہ وجود حق کے انوار و تجلیات کی وجہ سے سالک کا اپنی خودی کو یکسر فراموش کر دینا ماسوی اللہ سے اپنے کو بالکل منقطع کر لینا اور بے رنگی محض اور اطلاق صرف میں منہمک اور فنا ہو جانا مراد ہے۔

## وصلت:

اس عاشق کی صفت کو کہتے ہیں جو معشوق کے وصال کی خواہش رکھتا ہو۔

## وصل الفصل:

اس سے کثرت میں وحدت کا ظہور ہے یعنی جمع الفرق اس لئے کہ وحدت اپنی کثرت میں اور متفرقات کے لئے جامع اور واصل ہے۔ اسی طرح فصل الوصل کا مطلب وحدت میں کثرت کا ظہور ہے۔

## وصل الوصل:

اس سے جانے کے بعد واپسی اور نزول کے بعد عروج مراد ہے اس واسطہ کہ ہر ایک نے اعلی مراتب سے ادنیٰ مراتب کی طرف نزول کیا ہے۔ اعلی مراتب سے وصل مطلق اور ادنی مراتب سے مختلف و متضاد عناصر کے عالم مراد ہیں۔

### وفا:

توفیق ازلی مراد ہے۔

### وفا بالعہد:

اس سے وہ عہد مراد ہے جو ازل میں الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سے واقع ہوا اس سے عوام کے لئے احکام کا بجالانا اور نواہی سے بچنا، خواص کے لئے صدق نیت اور سلوک میں اللہ کی طرف بغیر کسی لالچ اور حرص و غرض کے نسبت کی صحت مراد ہے۔ اخص الخواص کے لئے عبودیت ہے۔ اس سے مراد نفس کو اپنے رب کی جمع و فرق دونوں مقامات میں عبادت میں حاضر کرنا ہے۔ علاوہ ازیں ہر وقت غیر محبوب سے نگاہیں بند رکھنا، ہر کمی اور نقص کو اپنی جانب اور ہر کمال و فضل کو اس کی جانب سے سمجھنا ہے۔

### ورقاء:

نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو لوح محفوظ ہے۔

### وقت:

سالک جس میں ہو، اسے وقت کہتے ہیں اگر دنیا میں ہو تو دنیا اس کا وقت ہے۔ عقبیٰ میں ہو تو عقبیٰ اس کا وقت اگر وہ حق کے پاس حاضر ہے تو وقت اس کا حاضر، غائب ہے تو وقت اس کا غائب۔

حدیث شریف میں ہے:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل۔

میرا اللہ تعالیٰ کے ہمراہ ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

پیر ہرات حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے عزیز ماضی تو گزر گیا پھر آئے گا نہیں۔ مستقبل پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے وقت کو غنیمت جانو کہ اس کا قیام نہیں۔ صوفی کو ہمیشہ وقت کا تابع رہنا چاہیئے۔ الصوفی ابن الوقت جس صوفی کا وقت تابع ہو اسے ابو الوقت کہتے ہیں یہ کمال صرف کامل و مکمل کو ہی حاصل ہے۔ بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس راوقوف نیست کہ انجام کارچیست

جو بھی اچھا وقت میسر آجائے غنیمت جانو کسی کو نہیں معلوم کہ انجام کار کیا ہو گا۔

## وقوف زمانی:

اوقات کا محاسبہ جو زمانہ اچھائی میں گزرا اس پر شکر اور جو برائی میں گزرا اس پر توبہ و استغفار کرے۔ علاوہ ازیں اولیاء اللہ کے مراتب کا لحاظ رکھنے کو بھی وقوف زمانی کہتے ہیں۔

## وقوف صادق:

حق کے ساتھ سالک کا قیام اور وقوف مراد ہے۔

## وقوف عددی:

ذکر قلبی کی تعداد کی رعایت مراد ہے۔

## وقوف قلبی:

جناب باری تعالیٰ کے ساتھ بیداری، حضوری قلب اس طرح ہو کہ قلب کو اس کے علاوہ کسی کی غرض ہی نہ ہو۔

## ولایت:

حضرت حق سے قربت حاصل کرنا اپنی خودی فنا کرنا اور قرب و تمکین کے مقام پر فائز المرام ہو جانا مراد ہے۔

## ولی:

جو ذات حق میں فانی اور بقائے حق سے باقی ہو، اسے حق کے سوا کسی سے کام نہ ہو اور نہ وہ اس کے علاوہ کسی کو دیکھے۔ اگر یہ حال ہو جاتا ہے تو حق اس کا متولی بن جاتا ہے، اسے گناہوں سے محفوظ رکھتا اور کمال کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔

کلام مجید میں ہے:

وَھُوَیَتَوَلَّی الصّٰالِحِینَ (الاعراف:۱۹۶)

ترجمہ: وہی صالحین کا متولی ہے۔

ولی کی اقسام بہت سی ہیں بعض ایسے ہیں کہ حق کی نظر میں اس کے ولی ہیں مگر مخلوق اسے ولی نہیں جانتی بلکہ وہ خود بھی اپنے کو ولی نہیں جانتا۔ بعض وہ ہیں جو حق کی نظر میں ولی ہیں انہیں خود بھی اس کا ادراک ہے مگر مخلوق نہیں جانتی کہ وہ ولی ہیں، نیز بعض وہ ہیں جو حق خلق اور اپنے علم میں ولی ہیں یہ سب اصل میں ولی ہیں۔ اس طرح کچھ ایسے ہیں جو خلق کی اور اپنی نگاہ میں ولی ہیں مگر حق کے نزدیک نہیں اور ایسے بھی ہیں جو صرف اپنے کو ولی سمجھتے ہیں لیکن نہ خلق کے نزدیک ہیں اور نہ حق کے نزدیک۔ یہ جھوٹے ہیں ان کو ولایت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

ولی کو جز ولی ہر گز نہیں پہچانتا کوئی

جو بندے خاص ہیں حق کے وہ دنیا سے نرالے ہیں

## ہ

**ہاء:**

یہ ظہور وجود کے مطابق ذات کا اعتبار ہے بعض کے نزدیک بطون اور غیب ہویت کے اعتبار سے ہے۔

**ہباء:**

وہ مواد کا مادہ مراد ہے جس میں حضرت حق نے عالم کی صورتوں کو مفتوح فرمایا اس کو اعتقاء اور ہیولی بھی کہتے ہیں۔ یہ دو قسم پر ہے۔ ایک روحانی جسے روح اعظم، ابو الارواح اور روح قدسی کہتے ہیں، اسی کو روح محمدی ﷺ سے بھی تعبیر کرتے ہیں جس سے تمام ارواح ظہور میں آئیں۔ دوسرا ہیولی جسمانی جس کو مادۃ المواد کہتے ہیں تمام جسموں کا مادہ ہے۔

**ہجر:**

اس سے حق کے مشاہدے سے حجاب و دوسرے موانع خلقیہ خواہ وہ لطیف ہوں یا کثیف کی وجہ سے محروم رہنا مراد ہے۔

**ہدیہ:**

عالم ظہور میں اعیان کی استعدادات جو ان کے اچھے و برے اعمال کے موافق کھلے ہیں ان کا نام ہدیہ ہے کیوں کہ جس طرح ابتدا میں حضرت حق نے ان اعیان کی استعدادات ملاحظہ فرما کر ایک کا اندازہ مقدر فرما دیا تھا اسی طرح آخر میں بھی ان اعیان کی تفصیلی استعدادات پیش ہوں گی۔ اسی کو سر القدر بھی کہا جاتا ہے۔

## ہست نیست:

یہ موجود حقیقی اور وجود مطلق سے عبارت ہے کہ ہمیشہ موجود ہے مگر منزہ ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے کہ بغیر اسماو صفات کے حجابات کے ذات بحت کا دیکھنا محال و ناممکن ہے۔ اس لئے کہ ذات مطلق و منزہ ہے نظر کی قید میں کیسے آسکتی ہے۔ وجود حق کو سوائے حق کوئی نہیں دیکھ سکتا اسی وجہ سے بعض اکابر کا قول ہے تا او نشوی او را نہ شناسی جب تک تم وہ نہ ہو جاؤ اس کو نہیں پہچان سکتے۔

چوں روح در نظارہ فنا گشت ایں بگفت
نظارۂ جمالِ خدا جز خدا نہ کرد

روح جوں ہی نظارہ میں فنا ہوئی تو یہ کہہ اٹھی کہ جمال الٰہی کا نظارہ سوا خدا کے کسی نے بھی نہ کیا۔

## ہستی:

حق کا وجود اور بقا مراد ہے۔

## ہفت منزل:

وہ سات وادیاں مراد ہیں جنہیں حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منطق الطیر میں بیان فرمایا ہے:

۱۔ طلب　۲۔ عشق　۳۔ معرفت　۴۔ استغناء　۵۔ توحید
۶۔ حیرت　۷۔ فقر و غنا

## ہمت:

قلب کا تمام روحانی قویٰ کے ساتھ حق کی طرف متوجہ ہونا اور بغیر حق کی یافت کے کسی چیز سے راضی نہ ہونا، کسی چیز سے نہ ڈرنا اور بیباک ہونا مراد ہے۔

## ہما از اوست:

اصطلاح میں اسے توحید افعالی کہتے ہیں کیوں کہ افعال سے بھی توحید اور ذات کی یگانگی ثابت ہوتی ہے اور وہ اس طرح پر کہ بھلائی برائی، رنج راحت، فائدہ، نقصان، موت، زندگی، کفر و ایمان، اطاعت و نافرمانی، غرض کہ جو کچھ افعال دنیا میں ہیں حق سے ہی ہیں جو تمام افعال کا فاعل حقیقی ہے والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ (خیر و شر سب اللہ سے ہے) سے توحید افعالی ثابت ہوتی ہے جس کو مرتبہ شریعت بھی کہتے ہیں۔

## ہمہ با اوست:

یہ اصطلاحاً توحید صفاتی کہی جاتی ہے کیوں کہ حضرت حق کی تمام صفات سے توحید اور ذات کی یگانگی ثابت ہے اور وہ اس طرح پر کہ حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، خالقیت اور رازقیت وغیرہ تمام صفات کا وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ کیونکہ تمام صفات کی معیت ذات کے ساتھ ہے۔ صفات ذات سے اور ذات صفات سے کسی وقت بھی الگ اور جدا نہیں۔

کلام مجید میں: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید: ۴) (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) سے توحید صفاتی ثابت ہوئی۔ اس کو نسبت، محبت، عینیت، اضافت اور طریقت کہتے ہیں۔

## ہمہ اوست:

حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ ذات کے بغیر عالم میں وجود اور صفات وآثار اور افعال کا ظہور ممکن ہی نہیں۔ یہ تمام سب ذات سے الگ اور جدا نہیں۔ ہر صفت، فعل اور اثر ذات میں موجود ہے بغیر اس کے کسی شے کا ظہور ہی نہیں۔ صفات، افعال اور آثار کا وجود حقیقت کی رو سے عین وجود اور ذات حق کا ہے۔ اسی لئے ہمہ اوست کہتے ہیں اس کا نام معرفت و حقیقت بھی ہے۔

## ہمۃ الآنفہ:

یہ وہ ہمت ہے جو سالک کو اجر کی طلب سے اس کے کسی بھی عمل پر تنگ کر دیتی ہے اور وہ اپنے کسی بھی عمل پر جزا کا طالب نہیں ہوتا بلکہ احسان کے طریقہ پر مشاہدہ کے ساتھ اور صرف حق کی رضا و قرب کی وجہ سے عبادت و نیک اعمال کرتا ہے۔

## ہمت ارباب الہمم العالیہ:

یہ ہمت صرف حق کے ساتھ متعلق ہے اور غیر کی طرف کبھی التفات نہیں کرتی۔ یہ اعلیٰ درجہ کی ہمت ہے ان کا مقصود صرف ذات باری ہوتی ہے۔

## ھو:

یہ خاص نام ذات کا بلا صفات کے ہے اور اس اسم کے علاوہ کوئی خاص نام ذات کا بغیر صفات کے نہیں آیا۔ یہی اسم نقطہ ذات سے خبر دیتا ہے۔ اس ذکر کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اسی اسم پر سالک کے ذکر کا اختتام ہوتا ہے۔

### ہوا:

اس سے طبعی تقاضوں کی طرف میلان اور خواہش نفس مراد ہے۔

### ہواجس:

جمع ہاجس، نفسانی خطرات مراد ہیں۔

### ہواجم:

یہ ہجوم کی جمع ہے اس سے وہ سب کچھ جو بندہ کے قلب پر بغیر کسی عمل کے پے در پے وارد ہو مراد ہے۔

### ہوش دردم:

حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے کہ جو سانس اندر سے باہر آئے وہ حضور و آگاہی سے ہو، اس میں غفلت نہ ہو۔یعنی ایک سانس کا دوسری سانس کی جانب انتقال حضوری سے ہو اور کوئی سانس ذکر حق سے غافل نہ ہو۔

### ہویت:

اس سے عالم غیب کی حقیقت مراد ہے اور غیب مطلق میں وہ حقیقت حقائق پر مشتمل ہے جس طرح گٹھلی درخت میں ہوتی ہے۔

# ی

## یاد:

فراموشی کی ضد ہے۔ اصطلاح میں غیر حق کو فراموش کرنا اور نور حق کے موجیں مارتے سمندر میں غرق ہو جانا، اپنی خودی کو نیست و نابود کرنا اور اسم کی یاد سے مسمیٰ میں پہنچ کر اس میں گم ہو جانا ہے۔

## یادگاری:

اس سے یاد الٰہی میں سانس جاری ہونا ہے اس کو پاس انفاس بھی کہتے ہیں۔

## یار:

اس سے مراد تجلی صفات اور بعض کے نزدیک انا اور ذات مع الصفات ہیں۔

## یاقوۃ الحمراء:

اس سے نفس کلی مراد ہے جو نورانیت اور جسم کی ظلمت سے ملا ہے۔ عقل کلی جو جسم سے مجرد و علیحدہ ہے اسے درۃ بیضاء کہتے ہیں۔

## یدان:

اس سے وہ اسماء مراد ہیں جو آپس میں مقابل ہیں وہ اسماء جمالی و جلالی ہیں جیسے جمیل و جلیل، لطیف و قہار، نافع و ضار، قابلیت و فاعلیت، واجب و ممکن نیز بعض نے اس سے حضرت وجوب و امکان مراد لئے ہیں۔

## یقین:

اس سے حق کے ساتھ یکتا و یکرنگ ہونا اور غیریت کو بالکل اٹھا دینا اور بقا باللہ حاصل کر کے تمام مراتب اور اکوان و اعیان میں سریان حقیقی سے ساری و طاری ہونا ہے۔

## یوم الجمعۃ:

اس سے مراد لقاو ملاقات اور وصل کے وقت عین جمع ہے۔

(مفتاح السلوک جلد پنجم)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ